مُحَمَّد جمَالُ الدِّین خَان قَادِرِی
Mobile No. +917860520899
ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة
۹۲ خطبات کا حسین گلدستہ
بنام
انوار البیان
جلد اول
پہلا مہینہ : محرم الحرام
تالیف
نمونۂ اسلاف عطائے خواجہ حضرت علامہ مولانا مفتی
انوار احمد قادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ
امام احمد رضا اکیڈمی
صالح نگر، رامپور روڈ، بریلی شریف (انڈیا) یوپی

سلسلہ اشاعت .... (۶۴)

کتاب	:	انوار البیان (جلد اول)
تالیف	:	عطائے خواجہ حضرت علامہ انوار احمد قادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ
		بانی و سربراہ اعلیٰ: الجامعۃ الغوثیہ غریب نواز، کھجرانہ، اندور (ایم، پی)
تصحیح، تخریج	:	مولانا رضی الدین احمد قادری، برکاتی
		جامعہ غوثیہ غریب نواز، کھجرانہ، اندور
کمپوزر	:	مولوی محمد راحت حسین رضوی (عرف نوید)
		رضوی کمپیوٹر، اندور (ایم پی)
سن اشاعت بار اول	:	۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۲ء
تعداد	:	(۱۱۰۰) گیارہ سو
ناشر	:	امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف (یو، پی)
قیمت	:	

برائے دعائے خیر

محترم حاجی محمد شبیر شیخ

اوران کے والدین و جملہ اہل خانہ

چکلی ضلع نوساری (گجرات)

تقسیم کار

کتب خانہ امجدیہ ۴۲۵، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون: 011-23243187 , 32484831

E-mail :kkamjadia@yahoo.co.uk

اُجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

انتساب

محبوب خدا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)
آپ کے چاروں خلفائے راشدین

اور

آپ کی زوجہ سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ

اور

آپ کی پیاری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا
اور آپ کے نورعین امام حسن اور امام حسین

اور

آپ کی آل میرے پیر اعظم حضور غوث اعظم و
ہند کے راجہ ہمارے پیارے خواجہ غریب نواز

اور

آپ کے عاشق اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا و مرشد اعظم مصطفیٰ رضا

اور

آپ کی امت کے ولی میرے پیر و مرشد مولانا شاہ مفتی بدرالدین احمد قادری رضوی
میرے کریم، مجذوب بزرگ حضور دریا شاہ بابا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے نام
جن کی دعاؤں کا ابر کرم مجھ پر برس رہا ہے

اور

قیامت تک برستا رہے گا.................انشاء اللہ تعالیٰ

گدائے غوث و خواجہ و رضا
انوار احمد قادری برکاتی رضوی

کلمات دُعا

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، پیشوائے اہلسنت، وارث علوم مجدد اعظم، جانشین حضور مفتی اعظم، شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ، حضرت علامہ، مولانا، مفتی، محدث، فقیہ، الحاج، الشاہ

محمد اختر رضا خان قادری، ازہری، دامت برکاتہم القدسیہ، بریلی شریف (یو۔پی)

۷۸۶
۹۲

میں نے عزیز القدر مولانا انوار احمد قادری رضوی سلمہ کی تالیف کردہ کتاب مسمی بہ "انوار البیان" کے کچھ ابواب پڑھوا کر سنے خوب سے خوب تر پائے مولیٰ تعالیٰ انکی یہ کوشش اپنی بارگاہ میں مقبول فرما کر مفید انام فرمائے آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلی الہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم

محمد اختر رضا قادری ازہری

میں نے عزیز القدر مولانا انوار احمد قادری رضوی سلمہٗ کی تالیف کردہ کتاب مسمّٰی بہ "انوار البیان" کے کچھ ابواب پڑھوا کر سنے، خوب سے خوب تر پائے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی یہ کوشش اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر مفید انام فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الامین علیہ وعلی الہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہٗ

۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۲۰۱۲ء بروز شنبہ

اجمالی فہرست (جلد اول)

(۱) محرم الحرام

(۲) صفر المظفر

(۳) ربیع الاول شریف

(۴) ربیع الآخر شریف

اجمالی فہرست (جلد دوم)

(۵) جمادی الاولیٰ

(۶) جمادی الاخرہ

(۷) رجب شریف

(۸) شعبان المعظم

اجمالی فہرست (جلد سوم)

(۹) رمضان المبارک

(۱۰) شوال المکرم

(۱۱) ذی القعدہ شریف

(۱۲) ذی الحجہ شریف

﴿ ۱ ﴾

محرم الحرام

پہلا جمعہ.................................پہلا بیان

فضائل اہل بیت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَاَصْحَابِهِ الْمُکَرَّمِیْنَ وَابْنِهِ الْکَرِیْمِ الْغَوْثِ الْاَعْظَمِ الْجِیْلَانِیِّ الْبَغْدَادِیِّ وَابْنِهِ الْکَرِیْمِ خواجه غریب نواز الْاَجْمِیْرِیِّ اَجْمَعِیْنَ ٥

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ٥ (پ۲۲، رکوع۱)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپا کی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔ (کنزالایمان)

درود شریف:

عاشق مصطفےٰ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ان کے مولیٰ کے ان پر کروروں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

پارہائے صحف غنچہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

اے ایمان والو! خوب غور سے سنو اور سمجھو کہ اہل بیت نبوت کے فضائل و کمالات کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں کیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بار بار اپنے صحابہ کے درمیان بیان فرمایا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل بیت کی شان وخوبی بیان کرنا سنت خدا ہے اور سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی ہے۔ عاشق رسول امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی استاذ زمن مولانا حسن رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

کس زباں سے ہو بیان مدح شان اہل بیت
مدح گوئے مصطفےٰ ہے مدح خوان اہل بیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں عزوشان اہل بیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستان اہل بیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروان اہل بیت

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدا رہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میان اہل بیت

گھر لٹانا، سر کٹانا کوئی تجھ سے سیکھ لے
جان عالم ہو فدا اے خاندان اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنادے اے حسنؔ
یوں بیاں کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

درودشریف:

اے اہل بیت نبوت کے دیوانو! آج کی محفل میں ذکر ہے ان کا جو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اہل بیت ہیں، گھر والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ۝ (پ۲۲، رکوع۱)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں خاص طور پر دو باتیں قابل غور ہیں۔

پہلی بات یہ کہ اہل بیت سے یہاں کون لوگ مراد ہیں۔ دوسری بات رجس (ناپاکی) سے کیا مراد ہے۔

ایک روایت کے مطابق رجس سے مراد شیطان ہے اور بعض روایتوں کے مطابق رجس کا اطلاق گناہ، عذاب اور نجاستوں پر ہوتا ہے اور بعض نے رجس کا معنیٰ شک لیا۔

اور امام زہری نے فرمایا ناپسندیدہ چیز کو رجس کہتے ہیں خواہ وہ عمل ہو یا غیر عمل۔ (برکات آل رسول ص۳۶)

اہل بیت سے مراد کون لوگ ہیں؟

اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے مراد کون ہیں؟ اس سلسلے میں مفسرین کرام کے اقوال مختلف ہیں صحابہ تابعین اور مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اہل بیت نبوت سے مراد حضرت مولیٰ علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور مفسرین کی دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اہل بیت نبوت سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔ (برکات آل رسول، ص۳۶)

متعدد صحیح طریقوں سے ثابت ہے کہ ہمارے پیارے رسول مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی تھے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کاشانہ مبارک میں تشریف لائے۔ حضرت مولیٰ علی اور حضرت فاطمہ کو اپنے قریب سامنے بٹھایا اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک ران پر بٹھایا پھر ان پر چادر مبارک لپیٹی اور یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا ۝ (پ۲۲، رکوع۱)

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔ (کنزالایمان)

اور ایک روایت میں ہے کہ یوں فرمایا:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِىْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا ۝

یا اللہ تعالیٰ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ہر قسم کی ناپاکی دور فرما اور انہیں خوب پاک کر دے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے چادر اٹھائی تاکہ میں بھی ان کے ساتھ داخل ہو جاؤں تو حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے ہاتھ سے چادر کھینچ لی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم میں بھی آپ کے ساتھ ہوں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ازواج میں سے ہو خیر پر ہو۔ (مسلم شریف، برکات آل رسول، ص۳۴)

اور جو حضرات اہلبیت سے پنجتن پاک مراد لیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حسن اور صحیح طریقوں سے مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے آقا کریم، مصطفیٰ رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد جب فجر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے ہوئے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے پاس سے گزرتے تو فرماتے۔

اَلصَّلٰوةُ اَهْلَ الْبَيْتِ، اے اہل بیت! نماز پڑھو،

پھر یہ آیت کریمہ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ تلاوت فرماتے۔

صحابیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد چالیس روز صبح کے وقت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازہ پر تشریف لاتے اور فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلصَّلٰوةُ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ ۝

یعنی اے اہل بیت تم پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو، نماز پڑھو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ پھر یہ آیت کریمہ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ۔ تلاوت فرماتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سات ماہ تک یہ معمول جاری رہا۔ ایک روایت میں آٹھ ماہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف سے تصریح ہے کہ اس آیت میں پنجتن پاک سے مراد اہل بیت ہیں۔

(برکات آل رسول، ص۳۵)

فدائے شہنشاہ بطحیٰ حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کہتے

ہیں کہ آیت مبارکہ میں اہل بیت سے دونوں گروہ (یعنی امہات المومنین اور اولاد اطہار) مراد ہیں تا کہ تمام دلائل پر عمل ہو جائے۔ (برکات آل رسول، ص ۳۵)

تفصیلی معلومات کے لئے کتاب برکات آل رسول کا مطالعہ فرمائیں۔

ابن ابی شیبہ امام احمد، ابن جریر ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم (ان حضرات نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے) اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت واثلہ بن اسقع (جو اصحاب صفہ میں سے ہیں) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے آقا کریم، پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے سامنے قریب میں بٹھایا اور حضرات حسنین کریمین کو اپنی آغوش میں بٹھالیا پھر ان سب کو دامن رحمت میں لیکر آیت تطہیر پڑھی۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الایۃ۔ اور دعا کی۔

اے اللہ تعالیٰ! یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے ناپاکی دور رکھ اور انہیں خوب پاک فرمادے۔

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں، تو ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم بھی میرے اہل میں سے ہو۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلُ الْبَیْتِ یعنی سلمان (فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہم اہلبیت میں سے ہیں (برکات آل رسول، ص ۳۶،۳۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے:

اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ (مشکوٰۃ، ص ۵۶۹)

اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اُسے اپناؤ گے تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے، قرآن پاک اور میری عترت اہل بیت۔

دوسری حدیث میں ہے:

اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ (مشکوٰۃ، ص ۵۶۸)

بیشک میں تمہارے بیچ چھوڑ رہا ہوں دو بھاری وزن دار چیزیں۔ قرآن کریم اور میری اولاد۔ جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو حج کے موقعہ پر

عرفہ کے دن دیکھا، ہمارے پیارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہیں اور خطبہ دے رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ جب تک تم اسے اپنائے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ قرآن پاک اور میری عترت اہلبیت۔

حضرت حذیفہ بن اُسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے تو خطبہ دیا اور فرمایا:

اے لوگو! مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یعنی میری عمر پہلے انبیاء علیہم السلام کی عمر کے نصف کی مثل ہوتی ہے، مجھے گمان ہے کہ عنقریب مجھے بلایا جائے گا تو میں تعمیل کروں گا، میں حوض پر تمہارا پیشرو ہوں گا اور جب تم میرے پاس آؤ گے تو تم سے دو گرانقدر چیزوں کے بارے میں پوچھوں گا۔ تم دیکھو میرے بعد ان سے کیا معاملہ کرو گے؟ بڑی اور اہم چیز قرآن پاک ہے۔
یہ ایک ایسا وسیلہ ہے کہ اس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو، گمراہ نہیں ہوگے۔ اور اس میں تبدیلی نہیں کرو گے۔ دوسری اہم چیز میری عترت اور اہلبیت ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔ (برکات آل رسول، ص۵۴،۵۵)

اے ایمان والو! اہل بیت نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی وہ فضیلتیں اور شرافتیں جو اللہ تعالیٰ نے صرف انہیں کو عطا فرمائی ہیں اور ہمارے آقا کریم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے امت کو آگاہ کردیا ہے کہ ہماری اہلبیت سے محبت کرنا عظیم ثواب ہے اور ان سے بغض وعداوت کرنا اس کا خوفناک عذاب ووبال ہے۔
اور صحابہ کرام کی محبت وفضیلت اور اس کا اظہار بھی لازم وضروری ہے۔ اگر کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دشمنی دل میں ہو تو اہلبیت کی محبت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ (برکات آل رسول، ص۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد ہمارے آقا پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ آیا اور ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

تو ہمارے پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اور اس کے رسول ہیں اور اس کے کلمہ ہیں جو کنواری بتول مریم کی طرف القاء کئے گئے تھے۔ یہ سن کر عیسائی بہت غصہ میں آگئے

اور کہنے لگے اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کیا آپ نے کبھی کسی انسان کو بے باپ کے دیکھا؟ ان کے کہنے کا صاف مطلب یہ تھا کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

ہمارے پیارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو صرف بغیر باپ کے پیدا کیے گئے اور حضرت آدم علیہ السلام تو ماں، باپ دونوں کے بغیر پیدا کیے گئے۔ تو جب انہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ ماننے میں تم کو تعجب کیوں ہے؟

ہمارے پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے دلائل نبوت سے ان پر آفتاب کی روشنی سے زیادہ حق کو ظاہر فرمادیا مگر پھر بھی وہ لوگ اپنی معاندانہ روش سے برابر جھگڑتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے مباہلہ کی آیت نازل فرمائی اور حکم فرمایا کہ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ (پ۳، رکوع ۱۴، آیت ۶۱)

یعنی اے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جو لوگ تم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کریں جبکہ تمہارے پاس اس کا علم آچکا ہے تو اے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان سے فرمادو کہ آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو۔ پھر ہم مباہلہ کریں یعنی گڑگڑا کر دعا مانگیں اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالیں۔

اے ایمان والو! جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ہمارے آقا کریم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو میدان میں نکل کر مباہلہ کرنے کی دعوت دی۔

چنانچہ صبح کو یا تین دن کے بعد عیسائیوں کا گروہ اپنے بڑے بڑے پادریوں کے ساتھ حاضر ہوا تو دیکھا کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گود میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور دست مبارک میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دست مبارک ہے۔ اور حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمارے حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پیچھے ہیں اور ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان سب سے فرمارہے ہیں کہ جب میں دُعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ نجران کے سب سے بڑے پادری، عبدالمسیح نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا اے جماعت نصاریٰ! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کسی پہاڑ کو ہٹانے کی دُعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دُعا سے پہاڑ کو ہٹادے گا۔ لہٰذا ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرو، ورنہ تم سب ہلاک ہوجاؤ گے اور روئے

زمین پر کوئی نصرانی باقی نہیں رہے گا۔ چنانچہ نجران کے نصرانیوں نے جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اسی کے بعد ہمارے آقا کریم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کہ نجران والوں پر عذاب بہت قریب آچکا تھا اگر وہ لوگ مجھ سے مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کردیئے جاتے اور قہرالٰہی کی آگ سے جنگل جل جاتے اور وہاں کے چرند وپرند تک نیست ونابود ہوجاتے اور ایک سال کے اندر تمام روئے زمین کے نصاریٰ ہلاک وبرباد ہوجاتے۔

(تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۴۸۸، وخازن ومدارک، ج ۱، ص ۲۳۲)

اے ایمان والو! اچھی طرح سے واضح ہوگیا کہ پیارے نبی مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے گھر والے کون لوگ ہیں۔

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بیٹوں کو لے کر آؤ میں اپنے بیٹوں کو لیکر آتا ہوں، تم اپنی عورتوں کو لیکر آؤ میں اپنی عورتوں کو لیکر آتا ہوں تم آؤ اور میں آتا ہوں۔

تو ہمارے سرکار احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جن پاک ہستیوں کو اپنے ساتھ لیا وہ پاک ذات حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا هٰذَانِ اِبْنَایَ ۔ یعنی یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۰)

میدان مباہلہ میں جب اپنے بیٹوں کو لیکر نکلنا ہوا تو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لیکر نکلے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کہے جاتے ہیں۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص جنتی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہمراہ لے کر گھر سے باہر نکلے تو یہ فرمایا کہ

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ۔ یعنی اے اللہ تعالیٰ یہ سب میرے اہل بیت ہیں۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۸)

توضیح: اگر کوئی گستاخ صحابہ یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مباہلہ کے لئے اپنے ساتھ ان

حضرات کے علاوہ کسی صحابی کو نہیں لیا تو ہم کسی اور صحابی کو کیوں مانیں۔ ہم تو صرف پنجتن پاک کو ہی مانیں گے۔ ایسا عقیدہ رکھنا سراسر ضلالت وگمراہی ہے۔ حضرات صحابہ کرام نے جو قربانیاں اسلام کے لئے پیش کیں۔ بدر واُحد اور تمام غزوات وجنگیں اس کی شاہد وعادل ہیں جن کا انکار نہیں کرے گا مگر منافق۔ رہا مباہلہ کے لئے کسی اور صحابی کو ساتھ نہ لینے میں ایک بڑی حکمت تھی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ لیکن بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اپنے بیٹوں کے ساتھ مباہلہ میں تشریف لائے۔

چنانچہ اہلبیت نبوت کے ایک عظیم فرد سید السادات حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی آیت مباہلہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فَجَآءَ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَّوَلَدِهٖ وَبِعُمَرَ وَوَلَدِهٖ وَبِعُثْمَانَ وَوَلَدِهٖ وَبِعَلِیٍّ وَّوَلَدِهٖ (ابن عساکر، تفسیر در منثور، ج۲، ص۴۰)

پس حضرت ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے بیٹوں کے ساتھ تشریف لائے۔

اُن کے مولیٰ کی ان پر کروروں درود
اُن کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

اے ایمان والو! ہمارے پیارے رسول مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جملہ اہلبیت چاہے اہلبیت نسب ہوں یا اہلبیت سکنیٰ یا اہلبیت ولادت یا اور کسی کو اہلبیت میں شامل کرلیا گیا ہو تمام کے تمام ہم اہلسنت کے نزدیک عزت وعظمت والے ہیں لیکن ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جن نفوس قدسیہ کو خاص خاص موقع پر میری اہل بیت فرمایا ہے وہ یہی چار نفوس قدسیہ حضرت مولیٰ علی، حضرت فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اسی لئے اہلبیت کا لفظ انہی چار حضرات کے لئے شائع ومشہور ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ج۴، ص۶۸۱)

اے ایمان والو! حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حسنین کریمین بیمار ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حبیب ہم بیماروں کے طبیب مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام بیمار پُرسی کے لئے گئے تو صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ کے فرزند بیمار ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی نذر مانیں تو حضرت مولیٰ علی اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپ کی کنیز فضہ نے تین روزہ رکھنے کی منت مانی۔

اللہ تعالیٰ نے حسنین کریمین کو شفا عطا فرمائی۔ اب نذر پوری کرنے کا وقت آگیا سب نے روزے رکھے مگر

گھر میں کوئی چیز نہیں جس سے روزہ کھولا جائے۔ حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے شمعون یہودی سے چند سیر جو بطور قرض لائے۔ جو کا ایک تہائی حصہ پیسا گیا اور اس سے چند روٹیاں تیار کی گئیں۔ جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں کھانے کے لئے سامنے رکھی گئیں تو دروازہ پر ایک سائل نے آواز دی کہ اے اہلبیت رسول اللہ (صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم) میں مسکین ہوں۔ بھوکا ہوں۔ کچھ اللہ تعالی کے نام دیجئے۔ تو حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت فضہ تینوں نے سب روٹیاں اس مسکین سائل کو دیدیں۔ اور تینوں حضرات نے صرف پانی پی کر روزہ افطار کیا۔ پھر دوسرے روز ایک تہائی جو کی روٹیاں تیار کی گئیں اور جب اہلبیت عظام افطار کے لئے بیٹھے تو دروازہ پر ایک فقیر محتاج نے آواز دی اے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے گھر والو! میں بھوکا ہوں، یتیم ہوں تو دوسرے روز بھی ان حضرات نے سب روٹیاں سائل کو دیدیں اور صرف پانی سے روزہ افطار کیا۔ تیسرے دن پھر روزہ رکھا اور ایک تہائی جو جو بچا تھا اس کی روٹیاں بنائی گئیں اور جب روزہ افطار کے لئے تینوں نفوس قدسیہ بیٹھے تو پھر ایک سائل نے آواز دی کہ اے اہلبیت نبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم میں اسیر ہوں بھوکا ہوں تو تیسرے دن بھی تمام روٹیاں سائل کو عطا فرمادیں اور صرف پانی پی کر روزہ افطار کیا تو اہلبیت رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی شان میں یہ آیات مبارک نازل ہوئیں۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ (پ۲۹، رکوع۱۹)

یعنی اور وہ لوگ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

(تفسیر کبیر، ج۸، ص۲۷۶، خازن و مدارک، ج۴، ص۳۴۰، تفسیر روح البیان، ج۶، ص۵۴۶)

اے ایمان والو! اچھی طرح واضح ہو گیا کہ اہلبیت رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم جن نفوس قدسیہ کے لئے بولا جاتا ہے وہ حضرات کون لوگ ہیں اور اہلبیت کی سخاوت کا بھی پتہ معلوم ہو گیا کہ خود تو بھوکے رہتے ہیں مگر اپنے دروازے کے سائل، بھکاری کو کھلاتے ہیں۔

اور آج بھی اہلبیت نبوت کی سخاوت کی وہی شان و شوکت ہے جو چودہ سو برس پہلے تھی اس بات کا ثبوت چاہئے اور اگر دیکھنا ہے تو جا کر دیکھ لو۔ مارہرہ مطہرہ جو میرے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کا پیر خانہ ہے۔ شاہ برکات کی برکت کا باڑہ بٹتا ہے۔ بہرائچ شریف جہاں فیض سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالی عنہ سے اندھے، کوڑھی، جزامی اور ہر قسم کے بیمار شفایاب ہو رہے ہیں۔ اجمیر مقدس ہند کے راجہ ہمارے پیارے خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ کی

نورانی چوکھٹ پر ہر سائل کی دُعا مقبول ہوتی ہے۔ بغداد معلی میں فرد الافراد، قطب الاقطاب پیران پیر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گہر بار سے مردے کو زندگی، چور کو قطبیت، مرید کو جنت کی بشارت کے ساتھ روزی کی نعمت و دولت، ہر آن، ہر وقت بٹتی ہے۔

یہ حضرات کون لوگ ہیں؟ جو سارے زمانے کی جھولیاں بھر رہے ہیں۔ یہ سب اہلبیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آل و اولاد ہیں۔

جب ان کی آل و اولاد کی سخاوت کا یہ عالم تو سرکار امام حسن اور امام حسین اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور پھر مختار دو عالم محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی جود و عطا اور سخاوت کا عالم کیا ہوگا۔

جب ان کے گدا بھر دیتے ہیں شاہان زمانہ کی جھولی
محتاج کا جب یہ عالم ہے تو مختار کا عالم کیا ہوگا

درود شریف:

اہل بیت کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: لَایُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ وَتَکُوْنَ عِتْرَتِیْ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ عِتْرَتِهٖ وَاَهْلِیْ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَذَاتِیْ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ ذَاتِهٖ۔ یعنی کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ مجھے اپنی جان سے میری اولاد (یعنی امام حسن، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو اپنی اولاد سے، میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ (طبرانی، بحوالہ الشرف المؤید، ص ۸۵)

ہمارے پیارے رسول مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا:

مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ هٰذَیْنِ وَاُمَّهُمَا وَاَبَاهُمَا کَانَ مَعِیَ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۝

یعنی جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں (امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے اور ان کی ماں (حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے اور ان کے والد (حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کی تو وہ شخص قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (یعنی جنت کے جس اعلیٰ مکان میں میں رہوں گا اسی اعلیٰ مکان میں وہ رہے گا)۔ (امام احمد، بحوالہ الشرف المؤید، ص ۸۶)

اے ایمان والو! پنجتن پاک سے محبت کرنے والا جنت کا حقدار تو ہے ہی مگر اللہ تعالیٰ اس شخص کو وہ جنت عطا فرمائے گا جس کو خاص اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے بنایا ہے یعنی جنت الفردوس۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر فرمایا میں نے اپنے پیارے نبی مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اَلاَ اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِىْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَّنْ رَّكِبَهَا نَجَاوَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ O

یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ میرے اہلبیت کی مثال تم لوگوں کے لئے نوح (علیہ السلام) کی کشتی کی طرح ہے۔ جو شخص اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو شخص اس میں سوار نہ ہوا وہ ہلاک ہوا۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۳)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارے آقا کریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ O

یعنی میرے تمام صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

(مشکوٰۃ، ص ۵۵۴)

امام المفسرین حضرت امام رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہم اہلسنت وجماعت محبت اہلبیت کی کشتی پر سوار ہیں اور ہدایت کے روشن ستارے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہدایت حاصل کئے۔ لہٰذا ہم لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ (مرقاۃ، ج ۵، ص ۶۱۰)

اے ایمان والو! ہمارے سرکار احمد مختار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اہل بیت کی مثال، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے دی۔ مطلب یہ ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام آیا اور جو شخص کشتی نوح علیہ السلام میں سوار ہو گیا وہ شخص طوفان میں برباد و ہلاک ہونے سے بچ گیا۔

اسی طرح طوفان قیامت آنے والا ہے تو جو شخص آج اس دنیا میں محبت اہلبیت کی کشتی میں سوار ہو جائے گا وہ شخص کل قیامت کے دن طوفان قیامت کی تباہ کاریوں اور بربادیوں سے ہلاک و برباد ہونے سے محفوظ ہو جائے گا۔

یاد رکھو اور جان لو! کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں اس شخص کو بٹھایا جو مومن تھا۔ لاکلام۔

بے شک وشبہ محبت اہلبیت کی کشتی میں وہی شخص سوار ہو سکتا ہے جو مومن سنی مسلمان ہوگا اور سنی مسلمان وہ شخص ہے جو محبت اہلبیت کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی ذوالنورین، حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی محبت والفت رکھتا ہو۔ اس لئے رافضی،

خارجی و جملہ دشمنان صحابۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قیامت کے روز محبت اہلبیت کی کشتی میں سوار ہی نہیں ہو سکتے تو طوفان قیامت ان گستاخوں کو ہلاک و برباد کردے گا اور وہ لوگ جہنم کے مستحق قرار پائیں گے۔

خوب فرمایا: عاشق رسول . فدائے صحابہ واہلبیت پیارے رضا، اچھے رضا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے:

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

درود شریف:

اہل بیت کا دشمن کعبہ میں مرے تو بھی جہنمی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے آقا، مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: لَوْ اَنَّ رَجُلًا صَعِدَ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ فَصَلّٰی وَصَامَ ثُمَّ مَاتَ وَهُوَ مُبْغِضٌ لِّاَهْلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) دَخَلَ النَّارَ۔ یعنی اگر کوئی شخص کعبہ کے ایک گوشہ میں اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے پھر وہ شخص مرجائے اس حال میں کہ وہ شخص اہلبیت سے بغض و دشمنی رکھتا ہے تو وہ شخص جہنم میں جائے گا۔ (طبرانی، حاکم بحوالہ الشرف المؤبد، ص ۹۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے آقا نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: میرے اہلبیت سے ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جو شخص اسی محبت پر مر گیا وہ شخص جنت میں داخل ہوگیا۔ (دیلمی فی مسند الفردوس، ج ۲، ص ۱۴۲)

اے ایمان والو! اہل بیت سے محبت جنت میں داخلہ کا سبب ہے اور اہلبیت کی دشمنی اور بغض و عناد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اگر کوئی شخص خانہ کعبہ کے سایہ میں مقام ابراہیم جیسی برکت والی جگہ پر نماز پڑھے اور روزہ رکھے ایسا نمازی اور روزے دار اگر اہلبیت نبوت سے بغض و عداوت رکھتا ہے تو وہ شخص جہنمی ہے اور اس کا کوئی بھی نیک عمل اسے دوزخ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔

عاشق اہلبیت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ان کے مولیٰ کی ان پر کروروں درود
ان کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

پارہائے صحف غنچہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

درود شریف:

بزرگوں کے اقوال

حضرت ابو بکر صدیق کی محبت اہل بیت کے ساتھ

۱) افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق یار غار ومزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

صِلَةُ قَرَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تعالیٰ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ صِلَةِ قُرْبَتِيْ۔

(الشرف المؤبد،ص ۸۷)

یعنی ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، مجھے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ (بخاری شریف)

خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ مجھ کو اپنے اقرباء سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اقرباء زیادہ پسند ہیں۔

۳) ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابھی کم عمر بچے ہیں تشریف لائے اور فرمایا یہ منبر میرے نانا کا ہے اس پر سے اُتر جاؤ۔

فَقَالَ صَدَقْتَ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنْبَرُ اَبِيْكَ ثُمَّ اَخَذَهٗ وَاَجْلَسَهٗ فِيْ حُجْرِهٖ وَبَكٰى (الصواعق المحرقہ،ص ۱۷۵)

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (اے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ نے سچ کہا خدا کی قسم بیشک یہ منبر آپ کے نانا جان کا ہی ہے۔ پھر آپ نے ان کو پیار سے اٹھا کر گود میں بٹھالیا اور رو پڑے۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی منقول ہے۔

(الریاض النضرہ، ج ۲، ص ۳۹)

حضرت عمر فاروق اعظم کی خدمت والفت اہل بیت کے ساتھ

۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مدائن فتح ہوا۔ مسجد نبوی شریف میں مال غنیمت جمع ہوا تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: اے امیر المومنین میرا حق جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا مجھے دیا جائے۔ آپ نے فرمایا: بِالْبَرَكَةِ وَالْكَرَامَةِ اور ایک ہزار درہم نذر کئے۔ ان کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو ان کو بھی ایک ہزار درہم دیئے پھر ان کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ تشریف لائے تو آپ نے پانچ سو درہم ان کو دیئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مبارک دور میں جوان تھا اور آپ کے ساتھ جا کر جہاد کرتا تھا اور امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت بچے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ہزار، ہزار درہم دیئے اور مجھے صرف پانچ سو درہم؟ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیٹا پہلے وہ مقام حاصل کرو جو امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے نانا رسول خدا، ان کے باپ حضرت علی شیر خدا، ان کی ماں فاطمہ زہرا، ان کی نانی خدیجۃ الکبریٰ، چچا جعفر طیار پھوپھی ام ہانی، ماموں ابراہیم بن رسول اللہ، خالہ رقیہ، ام کلثوم، زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

یہ سن کر آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے۔ (الریاض النضرہ، ج ۲، ص ۲۸)

حضرت علی کا قول کہ حضرت عمر جنت کے چراغ ہیں

اس واقعہ کی خبر حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں نے اپنے پیارے رسول محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ حضرت عمر، اہل جنت کے چراغ ہیں۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کی خبر جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا اے علی! آپ نے بیان کیا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ کو چراغ اہل جنت فرمایا ہے؟ تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں میں نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ عمر چراغ اہل جنت ہیں۔ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث آپ اپنے ہاتھ سے لکھ کر مجھے دیدیجئے تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دست مبارک سے بسم اللہ شریف کے بعد لکھا کہ:

هٰذَا مَا ضَمِنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَنْ جِبْرِيْلَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سِرَاجُ اَهْلِ الْجَنَّةِ ٥

یعنی یہ وہ بات ہے جس کی ضمانت علی بن ابی طالب نے دی ہے واسطے عمر بن خطاب کے لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ان سے جبرئیل علیہ السلام نے ان سے اللہ تعالیٰ نے کہ عمر بن خطاب اہل جنت کے چراغ ہیں۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لکھا ہوا فرمان حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا اور اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ جب میرا وصال ہو غسل و کفن کے بعد یہ کاغذ میرے کفن میں رکھ دینا۔ جب آپ شہید ہوئے تو وہ کاغذ وصیت کے مطابق آپ کے کفن میں رکھ دیا گیا۔ (الریاض النضرہ، ج ۱، ص ۲۸۲)

حضرت عمر کا قول کہ حضرت علی کی غیبت سے نبی ناراض ہوتے ہیں

۵) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ شخص حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیبت و برائی کر رہا ہے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے فرمایا:

افسوس تجھ پر، کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں جانتا، پہچانتا کہ وہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی قبر شریف کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ قسم خدائے تعالیٰ کی تو نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیبت و برائی کر کے ان کو ایذا پہونچائی ہے۔ جو اس قبر مبارک میں آرام فرما ہیں۔ (الصواعق المحرقہ، ص ۱۷۵، ازرقانی، ج ۷، ص ۱۳)

۶) ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ کے دروازہ پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ کے صاحبزادے، حضرت عبداللہ دروازہ پر کھڑے ہیں۔ حاضر

ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں مگر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت نہ ملی، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال آیا کہ جب اپنے بیٹے کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی تو مجھے کب دیں گے؟ واپس آگئے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیال سے واپس چلے گئے ہیں تو آپ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، مجھے آپ کے تشریف لانے کی خبر نہیں تھی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس خیال سے واپس آگیا کہ جب آپ نے اپنے صاحبزادے کو اجازت نہیں دی تو مجھے اجازت کیسے ملے گی تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اَنْتَ اَحَقُّ بِالْاِذْنِ مِنْهُ ۔ یعنی آپ میرے بیٹے سے زیادہ اجازت کے حقدار ہیں۔ میرے سر پر بال اللہ تعالیٰ نے آپ کی بدولت اُگائے ہیں یعنی میرا جو کچھ مقام ومرتبہ ہے وہ سب آپ اور آپ کے گھر کی برکت سے ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ جب چاہیں تشریف لائیں آپ کو اجازت کی حاجت نہیں۔ (الصواعق المحرقہ، ص ۱۷۷)

اے ایمان والو! ان واقعات سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اہلبیت سے عقیدت ومحبت کا اظہار ہوتا ہے اور ہمارے لئے سبق ہے کہ ہم بھی اہل بیت سے دل وجان سے محبت والفت کریں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بیشمار رحمت وبرکت حاصل کریں۔

ان کے مولیٰ کی ان پر کروروں درود
ان کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

پارہائے صحف غنچہائے قدس
اہلبیت نبوت پہ لاکھوں سلام

۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں پاؤں مبارک کے خاک جھاڑا اور صاف کیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کیا کر رہے ہو؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور مجھے معاف کیجئے۔ واللہ جتنے آپ کے مراتب ہیں میں جانتا ہوں اگر لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو آپ کو کندھوں پر اٹھائے پھریں۔ (اظہار السعادت)

۸) حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حمایت کی اور فتویٰ

دیا کہ لوگ لازمی طور پر ان کے ساتھ اور ان کے بھائی محمد کے ساتھ رہیں۔ علامہ کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو قید و بند کی سزا دی گئی اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ حضرت امام صاحب نے ایک آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حمایت کی اور ان کے حق کی خاطر فتویٰ دیا۔ اگر چہ ظاہر یہ کیا گیا کہ امام صاحب نے بھی خلیفہ کا حکم نہیں مانا اور قاضی کا منصب قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ (الشرف المؤبد، ص ۸۸)

۹) حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عقیدت و محبت کے سبب ان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر قیدی بنا کر بغداد شریف لایا گیا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے محبت و الفت اس قدر زیادہ تھی کہ کچھ لوگوں نے آپ کو رافضی کہہ دیا تو آپ نے فرمایا:

لَوْ کَانَ رِفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

فَلْیَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضًا

یعنی اگر آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے محبت کرنا رافضی ہونا ہے تو جن وانس گواہ ہو جائیں کہ اگر اس وجہ سے ہے تو بیشک میں رافضی ہوں (الشرف المؤبد، ص ۸۸)

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کے مناقب بیان فرماتے ہیں۔ یَکْفِیْکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْفَخْرِ اَنَّکُمْ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلَاۃَ لَہٗ یعنی اے آل رسول آپ لوگوں کے لئے یہ عظیم فخر کافی ہے کہ جو شخص آپ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

علامہ حبان نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ آل رسول پر درود نہ پڑھنے والے کی نماز کامل نہیں ہوتی اور امام شافعی کے راجح قول کے مطابق نماز صحیح نہیں ہوتی۔ (الشرف المؤبد، ص ۸۸)

حضرت عمر بن عبد العزیز کی محبت اہل بیت کے ساتھ

۱۰) حضرت عبد اللہ بن حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس کسی ضرورت کی وجہ سے گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا (اے شہزادۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کو جب کوئی حاجت ہو تو کسی کو بھیج دیا کریں یا لکھ دیا کریں مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ آپ کسی ضرورت کے واسطے میرے دروازہ پر آیا کریں) (الصواعق المحرقۃ، ص ۸۷، شفا شریف، ص ۴۹)

۱۱) حضرت شیخ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سواری کے رکاب پکڑے ہوئے تھے، لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا، آپ عمر میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑے ہیں اور ان کی رکاب پکڑے ہوئے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا حضرت امام حسین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بیٹے ہیں تو کیا ان کی رکاب پکڑنا میرے لئے سعادت نہیں ہے۔ (تسوید القوس)

۱۲) عرب کا مشہور شاعر ابو فراس فروزق حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں قصیدہ کہتا ہے۔

عَمُّ الْبَرِيَّةِ بِالْاِحْسَانِ فَانْقَشَعَتْ
عَنْهُ الْعِنَايَةُ وَالْاِمْلَاقُ وَالظُّلَمُ

یعنی یہ ان میں سے ایک ہیں جن کا ساری مخلوق پر احسان عظیم ہے اور انہیں کے سبب رنج و غم، افلاس اور ظلم دور ہوا ہے۔

كِلْتَا يَدَيْهِ غِيَاثٌ عَمَّ نَفْعُهُمَا
تَسْتَوْكِفَانِ وَلَا يَعْرُوْهُمَا الْعَدَمُ

یعنی ان کے دونوں ہاتھ سخاوت کی بارش کے مانند ہیں محتاج کے مددگار ہیں جن کا فیض عام ہے۔ ہمیشہ برستے رہتے ہیں۔ اور نہ ہونا کبھی ان کے پیش ہی نہیں آیا۔

مُشْتَقَّةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ شُعْبَةٌ
طَابَتْ عَنَاصِرُهُ وَالْخِيَمُ وَالشِّيَمُ

یعنی ان کی ذات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ذات سے مشتق ہے اس لئے ان کی اصل ان کی عادتیں اور خصلتیں نہایت پاکیزہ اور عمدہ ہیں۔

اَیُّ الْخَلَائِقِ لَيْسَ فِیْ رِقَابِهِمْ
لِاَوَّلِيَّةِ هٰذَا اَوْلَهُ نِعَمُ

یعنی مخلوقات میں سے کون لوگ ہیں جن کی گردن میں ان کے اور ان کے بزرگوں کے احسانات وانعامات کے بارنہ ہوں۔ (حلیۃ الاولیا،ابونعیم ج ۳،ص ۱۳۹،الصواعق المحرقہ ۱۹۸۰)

۱۳) ابوسعید مادری کے امام نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ آپ ادب وتعظیم اور احترام سادات میں نہایت مبالغہ فرماتے تھے

ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ مجلس میں تشریف فرماہیں چند بار تعظیما کھڑے ہوجاتے اور کچھ وقفہ کے بعد بیٹھ جاتے۔ تعظیم کا سبب ظاہر نہ ہوا تو مجلس میں سے کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ بڑے ادب واحترام سے کھڑے ہوجاتے ہیں اور پھر بیٹھ جاتے ہیں اس کا سبب کیا؟ تو فرمایا کہ سامنے جو بچے کھیل رہے ہیں ان میں ایک بچہ سید ہے جب اس سید بچہ کو میں دیکھتا ہوں تو تعظیما کھڑا ہوجاتا ہوں۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

۱۴) حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جو صحبت وتلمذ کی برکت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کو حضرات ائمہ اہلبیت ، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور زید بن علی بن حسین رضی اللہ تعالی عنہم سے حاصل ہے وہ بیان سے مستغنی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے والد حضرت ثابت رضی اللہ تعالی عنہ اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں امیر المومنین حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کے حق میں اولاد کے لئے دعا فرمائی تھی اسی دُعاء کی برکت سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ پیدا ہوئے تھے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

(۱۵) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالی عنہ مناقب اہلبیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

(۱) اہل بیت کے ساتھ تم کسی مخلوق کو برابر نہ کرو، کیونکہ اہلبیت ہی اہل سیادت ہیں

(۲) اوران کی دشمنی انسان کے لئے حقیقی گھاٹا ہے اور ان کی محبت والفت عبادت ہے(نورالابصار،ص ۱۲۸)

۱۶) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالی عنہ اہلبیت کی شان میں فرماتے ہیں۔

(۱) اہلسنت کے نزدیک اہلبیت کی محبت جزو ایمان ہے۔

(۲) اور خاتمہ کی سلامتی اہلبیت کی محبت پر موقوف ہے۔

(۳) اہلبیت کی محبت تو اہلسنت کا سرمایہ ہے۔ (مکتوب شریف،مکتوب ۲،ص ۳۶)

اور عاشق رسول، محب اہلبیت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ان کے مولیٰ کے ان پر کروروں درود
ان کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

پارہائے صحف غنچہائے قدس
اہلبیت نبوت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش،۲/۲۱)

(۱۷) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فضائل سادات کرام

(۱) ایک سوال کے جواب میں عاشق رسول محب صحابہ واہلبیت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے حضور پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میں روز قیامت سب سے پہلے اپنے اہلبیت کی شفاعت کروں گا پھر درجہ بدرجہ جو زیادہ نزدیک ہیں اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں گا وہ افضل ہے۔ (ملخصا)

(۲) ایک روایت میں یوں ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہر علاقہ اور رشتہ روز قیامت قطع ہو جائے گا (یعنی ختم ہو جائے گا) مگر میرا علاقہ اور رشتہ (یعنی میرا رشتہ قیامت کے دن بھی باقی رہے گا)

(۳) ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت (یعنی میرا رشتہ) نفع نہ دے گی، ہر علاقہ اور رشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ وعلاقہ کہ دنیا وآخرت میں جڑا ہوا ہے۔

(۴) ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بر سر منبر فرمایا کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی قرابت (یعنی رشتہ) روز قیامت ان کی قوم کو نفع نہ دے گی خدا کی قسم میری قرابت (یعنی میرا رشتہ) دنیا وآخرت میں پیوستہ ہے (یعنی دنیا وآخرت دونوں جگہ نفع دے گی اور کام کرے گی)

(۵) فدائے رسول محب اہلبیت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ جب مقبولان خدا سے اتنا علاقہ (یعنی تھوڑا سا تعلق) کہ کبھی ان کو پانی پلا دیا یا وضو کے لئے پانی دے دیا۔ عمر میں اس (نیک شخص) کا کوئی کام کر دیا تو آخرت میں ایسا نفع دے گا (یعنی قیامت میں بہت زیادہ نفع پائے گا) تو خود ان کا جز ہونا کس درجہ نافع ہونا چاہئے (یعنی اس نیک شخص کا بیٹا یا بیٹی ہونا دنیا و قیامت میں کس قدر فائدہ مند ہونا چاہئے) بلکہ دنیا و آخرت میں صالحین یعنی نیک لوگوں سے علاقہ نسب یعنی رشتہ داری کا نافع ہونا قرآن عظیم سے ثابت ہے۔

یہ ذریت مومن کا حال ہے:۔ (یعنی مرد مومن کی اولاد کا معاملہ یہ ہے) جو اسلام پر مریں اگر ان کے باپ دادا کے درجے ان منزلوں سے بلند تر ہوئے تو یہ (لوگ) اپنے باپ، دادا سے ملا دیئے جائیں گے اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہ ہوگی جب یہ عام صالحین کی صلاح (یعنی عام نیک لوگوں کی نسبت) ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیقی، فاروقی، عثمانی، علی و جعفر و عباس و انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح عظیم (یعنی نسبت عظیم) کا کیا کہنا جن کی اولاد میں شیخ صدیقی و فاروقی و عثمانی و علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر! حضرات عالیہ سادات کرام کی اولاد امجاد حضرت خاتون بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خود حضور پر نور سید الصالحین سید العالمین، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بیٹی ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلیٰ و بلند و بالا ہے۔

ہمارے حضور اللہ تعالیٰ کے نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دعا فرمائی وہ تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آل ہیں تو ان کے بدکار، ان کے نیکو کاروں کو دے ڈال اور ان سب کو مجھے ہبہ فرمادے (یعنی میری اولاد میں اچھے، بُرے سب میرے ہیں اور ان سب کو میرے حوالے فرمادے) پھر فرمایا مولیٰ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (یعنی میری اولاد کے اچھے اور برے سب کو میرے حوالے فرمادیا) امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا ما فعل (یعنی اللہ تعالیٰ نے) کیا کیا؟ فرمایا یہ تمہارے ساتھ کیا (یعنی تم کو ہمارے حوالے فرمادیا) اور جو تمہارے بعد (یعنی تمہاری اولاد) آنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا (یعنی تمہاری آنے والی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ میرے حوالے فرمادے گا)

(۶) عاشق رسول محب صحابہ کرام واہلبیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض ہے

ہاں نسب پر فخر جائز نہیں نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا تکبر کرنا جائز نہیں، دوسروں کے نسب پر طعن جائز نہیں۔ انہیں کم نسبی کے سبب حقیر جاننا جائز نہیں۔ اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں احادیث جو اس باب میں آئیں انہیں معانی کی طرف ناظر ہیں وباللہ التوفیق خدمت گاری اہلبیت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے یہ بیان رسالہ ہو گیا (ملخصا (ازادۃ الادب لفاضل النسب)

(۷) عاشق رسول فدائے صحابہ واہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

سادات کرام جو واقعی علم الٰہی میں سادات ہوں ان کے بارے میں رب عزوجل سے امید واثق یہی ہے کہ آخرت میں ان کو کسی گناہ کا عذاب نہ دیا جائے گا حدیث میں ہے ان کا فاطمہ اسی لئے نام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی تمام ذریت (یعنی اولاد کو) نار پر (یعنی دوزخ پر) حرام فرما دیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نہ تجھے (اللہ تعالیٰ) عذاب کرے گا نہ تیری اولاد میں کسی کو۔

(۸) امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اولاد امجاد اور بھی ہیں قریشی، ہاشمی، علوی ہونے سے ان کا دامان فضائل مالا مال ہے۔ مگر یہ شرف اعظم کہ حضرات سادات کرام کو ہے ان کے لئے نہیں یہ شرف بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرا ٹکڑا ہے۔ سب کی اولادیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوا اولاد فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے کہ میں ان کا باپ ہوں۔ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ، ج۹)

(۹) عاشق رسول مداح صحابہ واہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

سادات کرام کی تعظیم فرض ہے اور ان کی توہین حرام بلکہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا جو کسی عالم کو مولویا، یا کسی سید کو میروا بروجہ تحقیر کہے کافر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں سے خالی نہیں یا تو منافق ہے یا حرامی، یا حیضی بچہ، بلکہ علماء وانصار وعرب سے تو وہ مراد ہیں

جو گمراہ و بد دین نہ ہوں اور سادات کرام کی تعظیم جب تک ان کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہونچے کہ اس کے بعد وہ سید ہی نہیں سب منقطع ہے جیسے نیچری، قادیانی، وہابی، غیر مقلد، دیوبندی اگر چہ سید مشہور ہوں نہ سید ہیں نہ ان کی تعظیم حلال بلکہ توہین و تکفیر فرض۔ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ، ج ۹)

(۱۰) سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگر چہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں ان اعمال کے سبب ان سے تنفر نہ کیا جائے۔ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ، ج ۹)

(۱۱) جو شخص سید (سنی المذہب) کی تحقیر بوجہ سیادت کرے وہ مطلقاً کافر ہے، اس کے پیچھے نماز محض باطل ورنہ مکروہ اور جو سید مشہور ہو اگر چہ واقفیت نہ معلوم ہو اسے بلا دلیل شرعی کہہ دینا کہ یہ صحیح النسب نہیں تو صاف (گناہ) کبیرہ ہے۔ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ، ج ۹)

اے ایمان والو! یہ تمام تفصیل اس شخص کے بارے میں ہے جس کی سیادت یقینی ہے اور جس شخص کی سیادت مشکوک ہو اور اگر شرعاً اس کا نسب ثابت نہیں ہے لیکن وہ شخص نسب یعنی سید ہونے کا دعویدار ہے اور اس کا جھوٹ معلوم نہیں ہے تو اس کی تکذیب میں توقف کیا جائے گا کیونکہ لوگ اپنے انساب کے امین ہیں لہٰذا اس کا حال اس کے سپرد کر دینا چاہئے جو انسان بچ سکتا ہے اسے زہر نہیں پینا چاہئے۔ (برکات آل رسول، ص ۱۰۶)

اور اگر شرعاً اس کا نسب ثابت نہیں ہے اور اس پر دلیل بھی ہو جیسے باپ کہتا ہے کہ میں پنجارہ خاندان سے ہوں یا شاہ یعنی فقیر ہوں تو میرا بیٹا سید کیسے ہو سکتا ہے؟ تو باپ کا قول حجت ہے لہٰذا ایسے جھوٹے سید کی تکذیب لازم ہے۔

بے اصل جھوٹے سید بننے سے بچو!

حدیث شریف: سید السادات حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔

یعنی جو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور سب فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے گا اور نہ نفل۔
(بخاری شریف، مسلم شریف، بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۶۷)

اے مسلمانو! اپنا نسب بدلنے سے بچو، جھوٹے سید کہلوانے سے پرہیز کرنا، ورنہ تم نے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بیٹی پر تہمت لگائی۔ عام مومن پر تہمت لگانا سخت ترین گناہ ہے تو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نسبت اور ان کی بیٹی پر تہمت لگانا کیسے روا ہو سکتا ہے۔ بچو! خدارا بچو! اور اللہ تعالیٰ نے جو بھی حسب ونسب عطا فرمایا ہے اسی پر شکر ادا کرو۔ بے اصل سید اور جھوٹے آل رسول اپنے آپ کو مشہور نہ کرو کہ لوگ سید جان کر آل رسول سمجھ کر خوب عزت کریں گے اور نذرانہ زیادہ سے زیادہ ملے گا۔

قرآن کریم فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ٥

ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (کنزالایمان)

اے بھائی! قیامت آنے والی ہے۔ موت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ قبر کی تاریکی اور عذاب کو یاد کرو، حشر کی شرمندگی اور مصیبت سے بچنے کی ابھی سے تیاری کرو۔ قبر وحشر میں کون کام آنے والے ہیں وہی نہ جن کے نسب پر تم نے تہمت لگائی ہے اور اپنے آپ کو ان کے خاندان میں شامل کر دیا اور جھوٹے سید بن بیٹھے۔ یہ دنیا ہے جو چاہو کر لو، جو چاہو بن جاؤ مگر بروز قیامت کچھ نہیں چلے گا۔ جھوٹے سید ہونے کا پلندہ کھل جائے گا۔ اس لئے توبہ کر لو اور سچے سادات کرام کا صدقہ مانگ لو۔ اللہ تعالیٰ سادات کرام کے غلاموں میں قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
ایک سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

﴿ ۱ ﴾

محرم الحرام

پہلا جمعہ...دوسرا بیان

فضائل آل رسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ۝ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط (پ۲۵، رکوع ۴)

ترجمہ: تم فرماؤ! میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، مگر قرابت کی محبت۔ (کنز الایمان)

اللہ تعالی اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے۔ اے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم تم فرماؤ کہ میں اس پر یعنی تبلیغ رسالت اور ارشاد و ہدایت پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت یعنی میں تم سے اپنے رشتہ داروں کی محبت کا مطالبہ کرتا ہوں۔ (پ۲۵، رکوع ۴)

درود شریف:

اے ایمان والو! جن نفوس قدسیہ کی تعریف و توصیف اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم خود بیان کریں۔ قرآن وحدیث میں جن کے بے شمار فضائل ومناقب کا ذکر موجود ہے۔ فرش سے عرش تک پورا عالم مل کر ان کے محامد اور فضائل کا ذکر بیان کرنا چاہیں تو تعریف و توصیف کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ میں تو آل رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آستانے کا گدا ہوں اپنے بزرگوں کی دعا کے حصول کے لئے تھوڑی بہت کوشش کرتا رہتا ہوں۔ ہاتھ، پاؤں مارتا رہتا ہوں تا کہ ہمارے آقایان نعمت و دولت رحم کھا کر کچھ کرم کی بھیک ہمارے دامن میں ڈالدیں تا کہ دین و دنیا کا بھلا ہو جائے اور ان کی توجہ سے نجات و بخشش کا سامان بھی ہو جائے۔ یہی وہ حضرات ہیں

جن کی محبت سے پروانۂ نجات ملتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی محبت واجب قرار دی گئی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی پاکیزگی اور طہارت پر قرآن کریم نے مُہر لگادی ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جو آسمان رشد وہدایت کے چاند، تارے اور سفینۂ نجات ہیں۔ ان سے محبت کرو گے تو بیڑا پار ہے اور اگر ان کا ساتھ چھوڑ دو گے تو ڈوب جاؤ گے۔ ہلاک و برباد ہو جاؤ گے۔

آقائے نعمت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا عاشق اہل بیت فرماتے ہیں۔

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا مقام ومرتبہ بڑا ہے

حضرات! ان کے حق کو پہچانو۔ آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا احترام کرو ان کی عزت کرو۔ آلِ رسول کے فضائل ومناقب کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بغور سنو۔

عاشق رسول پیارے رضا، اچھے رضا، امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط

یعنی اے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تم فرمادو میں تم سے تبلیغ کا کوئی معاوضہ بدلہ نہیں مانگتا، ہاں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت کرو گے۔ (برکات آل رسول، ص ۲۱۹)

حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف الشرف المؤید میں تحریر فرماتے ہیں۔

(۱) امام سیوطی نے درمنثور میں اور بہت سے مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔

صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم آپ کے وہ کون سے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا علی، فاطمہ اور ان کی اولاد یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (برکات آل رسول، ص ۲۱۹)

(۲) شان نزول: درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ انصاری صحابہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت نے ہمارے قول سے فخر محسوس کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہمیں تم پر فضیلت ہے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو پہونچی تو آپ کی مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا اے گروہ انصار! کیا تم بے عزت نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعہ عزت عطا فرمائی؟ انہوں نے عرض کیا ہاں، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم۔ کیا تم مجھے جواب نہیں دیتے۔ عرض کیا حضور! آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟ فرمایا کیا تم یہ نہیں کہتے کہ آپ کو آپ کی قوم نے نکال دیا تھا تو ہم نے آپ کو پناہ دی، کیا انہوں نے آپ کی تکذیب نہیں کی تھی تو ہم نے آپ کی تصدیق کی؟ کیا انہوں نے آپ کو کمزور نہ جانا تو ہم نے آپ کی امداد کی؟ آپ اسی طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ انصار گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور عرض کیا ہمارے تمام اموال واملاک خدائے تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے ہیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ قُلْ لَّا اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ (برکات آل رسول، ص ۲۲۰)

(۳) حضرت طاؤس فرماتے ہیں اسی آیت کریمہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ آیت کریمہ میں قربیٰ سے مراد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے رشتہ دار ہیں۔

(برکات آل رسول، ص ۲۲۰)

(۴) مقریزی نے فرمایا۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔

اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔ اپنے پیروکار مومنوں کو فرمادو کہ میں تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت رکھو۔ (برکات آل رسول، ص ۲۲۰)

(۵) حضرت ابوالعالیہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ یہ نبی اکرم کے رشتہ دار ہیں۔ (برکات آل رسول، ص ۲۲۰)

شان نزول: مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور انصار صحابہ نے دیکھا کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے اور ہماری رشد وہدایت کے لئے ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ اخراجات بہت ہیں اور بظاہر اخراجات کے لئے آمدنی کچھ بھی نہیں ہے تو انصار صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا اور اپنے پیارے آقا مصطفیٰ کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے احسانات کو یاد کر کے آپ کی خدمت کے لئے بہت سامال جمع کیا اور اس کو لیکر خدمت اقدس میں پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ ہی کی بدولت ہمیں ہدایت ملی اور ہم نے گمراہی سے نجات پائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اس لئے ہم لوگ یہ مال بارگاہ کرم میں نذرانہ کے طور پر لائے ہیں قبول فرما کر عزت بخشیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وہ مال واپس فرما دیئے۔ (خزائن العرفان)

اے ایمان والو! آپ حضرات کو معلوم ہو گیا کہ آیت کریمہ کا شان نزول کیا ہے اور اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کا مقصد کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارے سرکار امت کے غمخوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انصار صحابہ کے مال کو واپس فرما کر ان سے اپنی اہل بیت کی محبت کا مطالبہ فرمایا اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے رشتہ دار مراد ہیں۔

حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بھی معلوم کریں کہ آپ کے رشتہ دار کون لوگ ہیں؟

۱) **حدیث شریف:** - صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنا تو دربار نبوت میں عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مَنْ قَرَابَتُکَ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ وَجَبَتْ عَلَیْنَا مَوَدَّتُهُمْ قَالَ عَلِیٌّ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَابْنَاهُمَا ۔

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہمیں بتایا جائے کہ آپ کے وہ رشتہ دار کون لوگ ہیں جن کی محبت والفت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ علی و فاطمہ اور حسن و حسین اور ان کے بیٹے ہیں (یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نسل پاک سے قیامت تک جتنے اولاد ہوں گے سب اس فرمان میں شامل ہیں) (تفسیر ابن عربی، ج ۲، ص ۲۱۲)

۲) **حدیث شریف:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلی آلک وسلم مَنْ قَرَابَتُکَ وَالَّذِیْنَ نَزَلَتْ فِیْهِمُ الْاٰیَةُ ۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم وہ آپ کے رشتہ دار کون لوگ ہیں جن کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے؟ قَالَ عَلِیٌّ وَ فَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا علی و فاطمہ اور حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (الصواعق المحرقہ، ص ۱۱۸، جلالین مصری ج ۲، ص ۳۲، زرقانی علی المواہب، ج ۳، ص ۷)

امام سدی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قید کر کے دمشق لایا گیا اور راستے میں ایک جگہ کھڑا کیا گیا تو ایک شامی ظالم نے آپ سے کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہاری جڑوں کو کاٹ اور فتنہ گری کو مٹایا (معاذ اللہ) تو آپ نے اس شامی ظالم سے فرمایا کیا تو نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی۔

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔ تو اس شخص نے کہا کیا وہ لوگ تم ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں بلا شک وشبہ وہ لوگ ہم ہیں۔ (تفسیر خازن، ج ٦، ص ۱۳۲، الصواعق المحرقۃ، ص ٦٨)

حضرت علامہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ میں اس شخص کو ایمان والا نہیں سمجھتا۔ اس شخص کے دل میں ایمان کیسے ٹھہر سکتا ہے جو اہل بیت کے شہید کیے جانے پر خدا کا شکر ادا کرے، میں اللہ ورسول جل شانہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا اس ملحد سے زیادہ دشمن ابوجہل کو نہیں سمجھتا (برکات آل رسول، ص ۲۳۲)

اے ایمان والو! جو حضرات آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یعنی سید ہیں ان کی تعظیم کرو۔ ان سے محبت مومن پر واجب ہے اس جہنمی فرقہ سے دور رہو جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی اور حکومت و دولت کا لالچی کہتے ہیں۔

اور یزید پلید جیسے شرابی کو امیر المومنین اور جنتی کہتے ہیں۔ ان سے صرف اتنا کہہ دو کہ آپ حضرات کے نزدیک یزید پلید اگر جنتی ہے تو قیامت کے دن جو حشر یزید پلید کا ہوگا وہی حشر یزید پلید کے ساتھ آپ حضرات کا ہو اور اس کا جو ٹھکانہ ہو وہی ٹھکانہ آپ حضرات کا ہو۔

اور ہم سنی مسلمانوں کا حشر قیامت کے دن پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے شہزادے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہو اور جہاں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہیں ہم سنیوں کا ٹھکانہ بھی وہیں رہے۔ اپنا اپنا مقدر ہے تمہارے نصیبے میں اہل بیت سے بغض وعناد ہے اور ہم غلامان غوث و خواجہ و رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نصیبے میں محبت آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میری سرکاروں کے

درود شریف :

فضائل آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم احادیث میں

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تبلیغ رسالت وہدایت پر کوئی معاوضہ و بدلہ طلب نہیں کیا سوائے اہل قرابت یعنی رشتہ داروں کی محبت کے۔

(۱) **حدیث شریف:۔** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اس لئے کہ وہ تمہارا رب ہے اور وہ تمہیں نعمت و دولت عطا فرماتا ہے۔

وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ (ترمذی و مشکوٰۃ، ص ۵۷۳)

اور مجھ سے محبت رکھو، اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میری اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے۔

(۲) حدیث شریف:۔ مَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ شَھِیْدًا۔

جو شخص اہل بیت کی محبت پر انتقال کیا اس نے شہادت کی موت پائی۔

(۳) اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ مَغْفُوْرًا لَّہٗ۔

آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت پر مرا اس شخص کے تمام گناہ بخش دیئے گئے

(۴) اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ تَائِبًا۔

ہوشیار ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت پر انتقال کیا وہ توبہ کر کے مرا

(۵) اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ مُؤْمِنًا مُّسْتَکْمِلَ الْاِیْمَانِ۔

آگاہ ہو جاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت پر انتقال کیا وہ کامل ایمان کے ساتھ فوت ہوا۔

(۶) اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَہٗ مَلَکُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّۃِ ثُمَّ مُنْکَرٌ وَّنَکِیْرٌ۔

غور سے سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر انتقال کیا اسے ملک الموت علیہ السلام اور پھر قبر کے فرشتے جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

(۷) اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ یُزَفُّ اِلَی الْجَنَّۃِ کَمَا تُزَفُّ الْعَرُوْسُ اِلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا۔

ہاں سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر انتقال کیا وہ شخص ایسی عزت کے ساتھ جنت میں لے جایا جائے گا جیسے دولہن کو دولہا کے گھر بھیجا جاتا ہے۔

(۸) اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ بَابَانِ اِلَی الْجَنَّةِ ۔
یقین جان لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر انتقال کیا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

(۹) اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ مَزَارَ مَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ ۔
اچھی طرح جان لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر انتقال کیا اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو رحمت کے فرشتوں کے لئے زیارت گاہ بنا دیتا ہے۔

(۱۰) اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ۔
آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت پر انتقال کیا وہ شخص مسلک اہلسنت و جماعت پر فوت ہوا۔

(تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۳۹۰، برکات آل رسول، ص ۲۲۲)

اے ایمان والو! یہ انعام و اکرام سنی مسلمانوں کے لئے ہیں جو اہل بیت و آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے رشتہ داروں سے محبت و الفت کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اہل بیت و سادات کرام سے بغض و دشمنی رکھتے ہیں وہ بڑے بد نصیب اور جہنم کے حقدار ہیں۔

کس زباں سے ہو بیاں مدح خوان اہل بیت
مدح گوئے مصطفٰے ہے مدح خوان اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

جو شخص آل رسول کی دشمنی میں مرا وہ رحمت سے محروم ہوگا

حدیث شریف: خوب غور سے سن لو! جو شخص آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بغض پر مرا وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید۔

(۲) خبردار! جو شخص آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بغض یعنی دشمنی پر مرا وہ شخص کافر مرا۔

(۳) کان کھول کر سن لو! جو شخص آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بغض و عداوت پر مرا وہ جنت کی خوشبو سے محروم ہوگا۔ (تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۳۹۰، برکات آل رسول، ص ۲۲۳)

حضرت سیدہ فاطمہ، حضرت مولیٰ علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اہل بیت ہیں اور اہل بیت ہی آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں اور یہ نقل تواتر سے ثابت ہے۔

بعض حضرات نے کہا وہ قریبی رشتہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ آپ کی امت ہے۔ جس نے آپ کی دعوت وتبلیغ کو قبول کیا اگر ہم آل کو قریبی رشتہ داروں پر محمول کریں تو اہل بیت ہی آل رسول ہیں اور اگر اس امت پر محمول کریں جس نے آپ کی دعوت وتبلیغ کو قبول کیا تو بھی اہل بیت آل رسول میں داخل ہیں۔ ثابت ہوا کہ وہ ہر صورت پر آل رسول ہیں اور دوسروں کا آل میں داخل ہونا اختلافی ہے (تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۳۹۰، برکات آل رسول، ص ۲۲۲)

تعظیم آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

اے ایمان والو! سادات کرام کی تعظیم کرنے والا اور آل رسول کی خدمت کرنے والا بڑا خوش بخت اور صاحب نصیب ہوتا ہے۔ دنیا میں بھی بہتر صلہ پاتا ہے اور قیامت کے دن پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہاتھوں بڑے بڑے انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔ چند واقعات ملاحظہ فرمائیے۔

فتاویٰ رضویہ شریف میں عاشق رسول امام احمد رضا حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

۱) **حدیث شریف:** ابن عساکر امیر المومنین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اہل بیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روز قیامت اس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا۔

۲) **حدیث شریف:۔** خطیب بغدادی امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ہمارے پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو شخص اولاد عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ شخص روز قیامت مجھ سے ملے۔

حدیث شریف کو بیان فرما کر مجدد اعظم امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ اکبر!! اللہ اکبر!! قیامت کا دن، وہ قیامت کا دن، جو سخت ضرورت اور سخت حاجت کا دن اور ہم جیسے محتاج اور صلہ عطا فرمانے کو ہمارے پیارے رسول، پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم صاحب التاج، خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیسا نہال فرمادیں، ایک نگاہ لطف ان کی جملہ مہمات دو جہاں کو بس ہے بلکہ خود یہی صلہ کروروں سے اعلیٰ وانفس ہے۔ جس کی طرف کلمہ کریمہ اذا۔ یقینی اشارہ فرماتا ہے، بلفظ اذا تعبیر فرمانا بحمد اللہ تعالیٰ روز قیامت وعدہ وصال ودیدار محبوب ذوالجلال کا مژدہ سناتا ہے۔

مسلمانو! اور کیا درکار ہے دوڑو! اور اس دولت وسعادت کو حاصل لو وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق (فتاویٰ رضویہ شریف، ج ۴، ص ۴۸۹)
عرب کے مشہور عالم ربانی حضرت امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔
(۳) حافظ بن حجر عسقلانی نے فرمایا یحییٰ بن سعید انصاری عبید بن حنین سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے شہزادۂ رسول حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ میں منبر پر چڑھ گیا اور ان سے کہا۔ اِنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِ اَبِیْ وَاذْهَبْ اِلٰی مِنْبَرِ اَبِیْکَ یعنی میرے باپ کے منبر سے اُتر جاؤ اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لَمْ یَکُنْ لِاَبِیْ مِنْبَرٌ۔ یعنی میرے باپ کا منبر نہیں تھا۔ اور مجھے اُٹھا کر اپنے پاس بٹھالیا اور میں اپنے پاس پڑی ہوئی کنکروں سے کھیلتا رہا۔ جب آپ خطبہ دے کر منبر سے اُترے تو مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور مجھ سے فرمایا۔ کتنا اچھا ہوتا اگر آپ کبھی کبھی میرے گھر تشریف لاتے رہیں۔ (الشرف المؤبد، ص ۹۳)

(۴) سید کی خدمت سے حضرت فاطمہ کی خوشی ملتی ہے

ابو الفرج اصفہانی متعدد لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے وہ نوعمر تھے ان کی بڑی بڑی زلفیں تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اونچی جگہ بٹھایا ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی ضرورتیں پوری کیں۔ پھر ان کے جسم کے ایک ایک حصہ کو دبایا (یعنی آپ نے ان کی خدمت کی) اور عرض کیا شفاعت کرنے کے لئے اسے یاد رکھنا، جب وہ تشریف لے گئے تو ان کی قوم نے انہیں ملامت کیا اور کہا آپ نے ایک نوعمر بچے کے ساتھ ایسا سلوک کیا تو امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھ سے معتبر آدمی نے بیان کیا گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زبان اقدس سے سن رہا ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔
فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میری لخت جگر ہیں ان کی خوشی کا سبب میری خوشی کا باعث ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمۃ الزہرا تشریف فرما ہوتیں تو میں نے جو کچھ ان کے بیٹے کے ساتھ کیا ہے اس سے خوش ہوتیں، لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ان کے جسم کو دبایا ہے اور جو کچھ ان سے کہا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (اے لوگو سنو) بنو ہاشم کا ہر فرد (یعنی ہر سید) قیامت کے دن شفاعت کرے گا، مجھے توقع ہے کہ مجھے ان کی شفاعت حاصل ہوگی۔ (برکات آل رسول، ص ۲۶۰، ۲۶۱)

(۵) آل رسول کی خدمت سے ہر سال حج کا ثواب

شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی اپنی تصنیف مسامرات الاخیار میں اپنی سند متصل سے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بعض متقدمین کو حج کی بڑی آرزو تھی انہوں نے فرمایا۔

مجھے ایک سال بتایا گیا کہ حجاج کا ایک قافلہ بغداد شریف میں آیا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ حج کے لئے جانے کا ارادہ کیا، اپنی آستین میں پانچ سو دینار ڈالے اور بازار کی طرف نکلا تا کہ حج کی ضروریات کے سامان خرید لاؤں، میں ایک راستے پر جار ہا تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آئی، اس عورت نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے میں سیدزادی ہوں، میری بچیوں کے تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا نہیں ہے اور آج چوتھا دن ہے کہ ہم نے کچھ کھایا نہیں ہے اس کی گفتگو میرے دل میں اتر گئی میں نے وہ پانچ سو دینار اس کے دامن میں ڈال دیئے اور انہیں کہا آپ اپنے گھر جائیں اور ان دیناروں سے اپنی ضروریات پوری کرلیں، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بار حج پر جانے کا ارادہ شوق میرے دل سے نکال دیا۔ دوسرے لوگ چلے گئے۔ حج کیا اور واپس لوٹ آئے، میں نے سوچا کہ دوستوں سے ملاقات کر آؤں اور انہیں سلام کر آؤں چنانچہ میں گیا جس دوست سے ملتا اسے سلام کہتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے اور تمہاری کوشش کو جزائے خیر عطا فرمائے تو وہ شخص مجھے کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حج بھی قبول فرمائے۔ کئی دوستوں نے اسی طرح کہا، رات کو سویا تو ہمارے پیارے رسول نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا لوگ تمہیں حج کی مبارکباد دے رہے ہیں اس پر تعجب نہ کر تم نے ایک کمزور اور ضرورتمند (میری بیٹی سیدزادی) کی امداد کی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی، اللہ تعالیٰ نے ہو بہو تجھ جیسا یعنی تمہارے شکل کا فرشتہ پیدا فرمایا جو ہر سال تمہاری طرف سے حج کرے گا۔ اب اگر چاہو تو حج کرو اور اگر چاہو تو حج نہ کرو (مگر تمہیں ہر سال حج کا ثواب ملتا رہے گا) یہ ہے ایک سیدزادی کی خدمت کا ثواب وصلہ۔ (برکات آل رسول، ص ۲۶۲)

(۶) عذاب سے محفوظ: شیخ زین الدین عبدالرحمٰن خلا بغدادی فرماتے ہیں کہ مجھے تیمور لنگ کے ایک امیر نے بتایا کہ جب تیمور لنگ مرض موت میں مبتلا ہوا تو ایک دن اس پر سخت اضطراب طاری ہوئی اور اس کا منہ سیاہ ہو گیا اور رنگ بدل گیا۔ جب افاقہ ہوا تو لوگوں نے اس سے صورت بیان کی تو اس نے کہا میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے تھے، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا، اسے چھوڑ دو کیوں کہ یہ شخص میری اولاد سے محبت رکھتا تھا اور ان کی خدمت کرتا تھا۔ چنانچہ وہ فرشتے چلے گئے۔ (برکات آل رسول، ص ۲۶۳)

(۷) عالم وامام پر بھی سادات کی تعظیم لازم ہے

علامہ ابن حجر مکی تقی الدین فارسی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بعض ائمہ سے روایت کی کہ وہ سادات کرام کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا سادات میں ایک شخص تھا جسے مطیر کہا جاتا تھا وہ اکثر لہو ولعب میں مصروف رہتا تھا جب وہ فوت ہوگیا تو اس وقت کے عالم نے اس کا جنازہ پڑھنے میں توقف کیا تو انہوں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ انہوں نے اس عالم سے اعراض کیا۔ جب اس شخص نے درخواست کی کہ مجھ پر نظر رحمت فرمائیں تو حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور اس پر عتاب فرمایا یعنی ناراضگی ظاہر فرمائی اور ارشاد فرمایا: کیا ہمارا مقام (یعنی ہماری نسبت ہمارے بیٹے) مطیر کے لئے کفایت نہیں کرسکتا ؟ (برکات آل رسول، ص ۲۶۴)

(۸) آل رسول کی خدمت کا صلہ ایمان اور جنتی محل ملا

شیخ عدی نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں ابن جوزی کی تصنیف ملتقط سے نقل کیا کہ بلخ میں ایک علوی قیام پذیر تھا اس کی ایک زوجہ اور چند بیٹیاں تھیں۔ قضاء الٰہی سے وہ شخص فوت ہوگیا۔ ان کی بیوی کہتی ہیں کہ میں شماتت اعداء کے خوف سے سمرقند چلی گئی، میں وہاں سخت سردی میں پہونچی، میں نے اپنی بیٹیوں کو مسجد میں داخل کیا اور خود خوراک کی تلاش میں چل دی، میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں، میں نے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے کہا یہ رئیس شہر ہے۔ میں اس کے پاس پہونچی اور اپنا حال زار بیان کیا اس نے کہا اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو، اس نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی، میں واپس مسجد کی طرف چل دی۔ میں نے راستے میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو بلند جگہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے اردگرد کچھ لوگ جمع تھے میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ محافظ شہر ہے اور مجوسی ہے میں نے سوچا ممکن ہے اس سے کچھ فائدہ حاصل ہوجائے۔ چنانچہ میں اس کے پاس پہونچی۔ اپنی سرگزشت بیان کی اور رئیس شہر کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا بیان کیا اور اسے یہ بھی بتایا کہ میری بچیاں مسجد میں ہیں اور ان کے کھانے پینے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ اس شخص نے اپنی خادمہ کو

بلایا اور کہا اپنی آقا (یعنی میری بیوی) کو کہہ کہ وہ کپڑے پہن کر اور تیار ہو کر آئے، چنانچہ وہ آئی اور اس کے ساتھ چند کنیزیں بھی تھیں، بوڑھے شخص نے اسے کہا اس عورت کے ساتھ فلاں مسجد میں جا اور اس کی بیٹیوں کو اپنے گھر لے آ۔ وہ میرے ساتھ گئی اور بچیوں کو اپنے گھر لے آئی۔ شیخ نے اپنے گھر میں ہمارے لئے الگ رہائش گاہ کا انتظام کیا، ہمیں بہترین کپڑے پہنائے، ہمارے غسل کا انتظام کیا اور ہمیں طرح طرح کے کھانے کھلائے۔

آدھی رات کے وقت رئیس شہر نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور لواء الحمد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سرانور پر لہرا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس رئیس شہر سے اعراض فرمایا (یعنی اس کی طرف سے چہرۂ مبارک پھیر لیا)

اس نے (یعنی رئیس شہر نے) عرض کیا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) آپ مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اپنے مسلمان ہونے پر گواہ پیش کرو۔ وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تو نے اس علوی عورت کو جو کچھ کہا تھا اسے بھول گیا؟ یہ محل اس شیخ کا ہے جس کے گھر میں اس وقت وہ (علوی سیدہ) عورت ہے۔ رئیس بیدار ہوا تو رو رہا تھا اور اپنے منہ پر طمانچے مار رہا تھا، اس نے اپنے غلاموں کو اس عورت کی تلاش میں بھیجا اور خود بھی تلاش میں نکلا، اسے بتایا گیا کہ وہ عورت مجوسی کے گھر میں قیام پذیر ہے۔ یہ رئیس اس مجوسی کے پاس گیا اور کہا وہ علوی عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا میرے گھر میں ہے۔ رئیس نے کہا اسے میرے یہاں بھیج دو، شیخ نے کہا یہ نہیں ہوسکتا، رئیس نے کہا مجھ سے یہ ہزار درہم و دینار لے لو اور اسے میرے یہاں بھیج دو۔ شیخ نے کہا بخدا ایسا نہیں ہوسکتا اگرچہ تم لاکھ دینار بھی دو۔ جب رئیس نے زیادہ اصرار کیا تو شیخ نے اسے کہا جو خواب تم نے دیکھا ہے میں نے بھی دیکھا ہے اور جو محل تم نے دیکھا ہے وہ واقعی میرا ہے تم اس لئے مجھ پر فخر کر رہے ہو کہ تم مسلمان ہو، بخدا وہ علوی خاتون جیسے ہی ہمارے گھر میں تشریف لائیں تو ہم سب ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے ہیں اور ان کی برکتیں ہمیں حاصل ہو چکی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپ نے مجھے فرمایا: چونکہ تم نے اس علوی خاتون کی تعظیم و تکریم کی ہے اس لئے یہ محل تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے ہے اور تم جنتی ہو۔ (برکات آل رسول، ص ۳۶۶، ۳۶۷)

اے ایمان والو! آل رسول، ایک سیدزادی کی خدمت و تعظیم کرنے کا صلہ و بدلہ کتنا عظیم ہے کہ اس شخص کو دنیا ہی میں اس کا جنتی محل دکھا دیا گیا اور اس شخص کو جنتی ہونے کی بشارت بھی دیدی گئی اور خود سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنا دیدار بھی کرا دیا۔ یہ ہے آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت و تعظیم کا عظیم الشان صلہ و بدلہ۔

۹) سید کی بے ادبی کا نقصان

سیدی عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں سید شریف نے حضرت خطاب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بیان کیا کہ کاشف البحیرہ نے ایک سید صاحب کو مارا تو اسے اسی رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اس حال میں زیارت ہوئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس سے اعراض فرما رہے ہیں، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم میرا کیا گناہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تو مجھے مارتا ہے حالانکہ میں قیامت کے دن تیرا شفیع ہوں، اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو مارا ہو۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا! کیا تو نے میری اولاد کو نہیں مارا؟ اس شخص نے عرض کیا ہاں، فرمایا: تیری ضرب میری ہی کلائی پر لگی ہے، پھر آپ نے اپنی کلائی نکال کر دکھائی جس پر ورم تھا جیسے کہ شہد کی مکھی نے ڈنک مارا ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (برکات آل رسول، ص ۲۶۸)

(۱۰) سید سے بلند مقام پر بیٹھنا منع ہے

قاضی جمال الدین محمود عجمی جو قاہرہ کے گورنر تھے۔ ایک دن سید عبدالرحمٰن کی مجلس میں آئے اور سید صاحب سے کہا کہ حضرت مجھے معاف فرما دیجئے۔ انہوں نے کہا جناب کیا چیز معاف کر دوں؟ انہوں نے کہا کہ کل رات میں قلعہ پر گیا اور بادشاہ کے سامنے بیٹھا، پھر آپ تشریف لائے اور مجھ سے بلند جگہ پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ بادشاہ کی مجلس میں مجھ سے اونچے مقام پر کیوں بیٹھے ہیں؟ بس رات کو میں سویا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے محمود تو اس بات سے عار محسوس کرتا ہے کہ میری اولاد سے نیچے بیٹھے۔ یہ سن کر حضرت سید عبدالرحمٰن رو پڑے اور کہا، جناب میں ایسا کہاں ہوں کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مجھے یاد فرمائیں۔ یہ سننا تھا کہ تمام حاضرین بھی رو پڑے اور سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ سب نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی اور واپس آگئے۔ (برکات آل رسول، ص ۲۶۸)

(۱۱) بے عمل سید بھی واجب التعظیم ہیں

سیدی محمد فاسی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے بعض حسنی سادات کو ناپسند رکھتا تھا کیونکہ بظاہر ان کے افعال سنت کے مخالف تھے۔ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرا نام لیکر فرمایا۔ اے فلاں! کیا بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ تم میری اولاد سے بغض رکھتے ہو، میں نے عرض کیا خدا کی پناہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم میں تو ان کے خلاف سنت افعال کو ناپسند رکھتا ہوں، فرمایا کیا یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ نافرمان اولاد نسب سے ملحق ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم! فرمایا یہ نافرمان اولاد ہے، جب میں بیدار ہوا تو ان تمام سادات سے جس سے بھی ملتا ان کی بے حد تعظیم کرتا۔ (برکات آل رسول، ص ۲۶۹)

(۱۲) تعظیم آل رسول کا ایک عجیب وغریب واقعہ

جنید نامی خلیفۂ بغداد کا درباری پہلوان مملکت کی ناک کا بال تھا، وقت کے بڑے بڑے سورما اس کی طاقت اور فن کا لوہا مانتے تھے۔ ساری مملکت میں جنید کا کوئی مقابل وحریف نہیں تھا۔ خلیفۂ بغداد کا دربار لگا ہوا تھا، ارا کین سلطنت اپنی اپنی کرسیوں پر فروکش تھے۔ جنید بھی اپنے مخصوص لباس میں زینت دربار تھے کہ ایک چوبدار نے آکر اطلاع دی۔

صحن کے دروازے پر ایک لاغر ونیم جاں شخص کھڑا ہے۔ شکل کی پراگندگی اور لباس کی شکستگی سے وہ ایک فقیر معلوم ہوتا ہے۔ ضعف ونقاہت سے قدم ڈگمگاتے ہیں۔ آج وہ شخص صبح سے برابر اصرار کر رہا ہے کہ میرا چیلنج جنید تک پہونچا دو، میں اس سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں، قلعہ کے پاسبان ہر چند اُسے سمجھاتے ہیں کہ چھوٹا منہ بڑی بات مت کرو، جس کی ایک پھونک سے تم اُڑ سکتے ہو، اس سے کشتی لڑنے کا خواب پاگل پن ہے، لیکن وہ بضد ہے کہ اس کا پیغام بادشاہ تک پہونچا دیا جائے۔ خلیفہ نے حکم دیا اسے حاضر کیا جائے تھوڑی دیر کے بعد چوبدار اسے اپنے ہمراہ لئے ہوئے حاضر ہوا، اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ چہرے پر ہوائی اُڑ رہی تھی بڑی مشکل سے دربار میں آکر کھڑا ہوا۔

تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ وزیر نے دریافت کیا۔

جنید سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ اس اجنبی شخص نے جواب دیا۔

کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ جنید کا نام سن کر بڑے بڑے بہادروں کے ماتھے پر پسینہ آجاتا ہے۔ ساری ریاست میں اب ان کا کوئی مدمقابل نہیں رہ گیا ہے۔ ایسی مضحکہ خیز بات کے لئے اصرار مت کرو۔ اس شخص نے جواب میں کہا کہ جنید کی شہرت ہی مجھے یہاں تک کھینچ کر لائی ہے۔ مجھے تو اثبات و نفی میں جواب چاہئے۔

مسئلہ بہت پیچیدہ بن گیا تھا، اس لئے خلیفۃ المسلمین کے اشارے پر وزیر نے اہل دربار کی رائے دریافت کی۔ سارا نشیب و فراز سمجھانے کے بعد بھی اگر یہ بضد ہے تو اس کا چیلنج منظور کرلیا جائے۔ بالآخر یہ بات ہوئی کہ اس کا چیلنج قبول کرلیا جائے۔ کشتی کے مقابلے کے لئے دربار شاہی سے تاریخ اور جگہ متعین کردی گئی اور ساری مملکت میں اس کا اعلان کردیا جائے۔ اطمینان رکھا جائے، میں وقت مقررہ پر دنگل میں حاضر ہو جاؤں گا یہ کہتے ہوئے اجنبی شخص دربار سے رخصت ہوگیا۔ ساری مملکت میں ہونے والے دنگل کا تہلکہ مچا ہوا تھا۔ اکثر لوگوں کی رائے تھی کہ وہ ضرور آئے گا۔ اسے شاطر اور پاگل سمجھنا غلط ہے۔ بہر حال ہوا کچھ ایسی چل گئی تھی کہ جتنے منہ اتنی باتیں، تاریخ جیسے جیسے قریب آتی جارہی تھی انتظار شوق کی آنچ تیز ہوتی جاتی تھی۔ اب وہ شام آگئی تھی جس کی صبح کو تاریخ کا ایک اہم فیصلہ ہونے والا تھا۔ آفتاب ڈوبتے ڈوبتے کئی لاکھ آدمیوں کا ہجوم بغداد میں منڈلا رہا تھا۔ جنید کے لئے آج کی رات بہت پراسرار ہوگئی تھی۔ ساری رات بے چینی میں کروٹیں بدلتے گزر رہی تھی۔

بغداد کا سب سے وسیع میدان لاکھوں تماشائیوں سے کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہانہ تزک واحتشام کے ساتھ بادشاہ کی سواری آرہی تھی، خدام و حشم کے ساتھ حضرت جنید بھی بادشاہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ سب آچکے تھے۔ اب اس اجنبی شخص کا انتظار تھا جس نے چیلنج دے کر سارے علاقے میں تہلکہ مچادیا تھا۔

وقت مقررہ میں اب چند ہی لمحے باقی رہ گئے تھے کہ وزیر اعلان کرنے کھڑا ہوا۔ سارا مجمع گوش برآواز ہوگیا۔ منہ سے پہلا لفظ ہی نکلا تھا کہ مجمع کے کنارے سے ایک شخص نے آواز دی۔ ذرا ٹھہر جائیے! وہ دیکھئے سامنے گرد اڑ رہی ہے ہوسکتا ہے وہی اجنبی شخص آرہا ہو۔ چند ہی لمحے بعد جب گرد صاف ہوئی تو دیکھا گیا کہ ایک نحیف ولاغر انسان پسینے میں شرابور ہانپتے، کانپتے چلا آرہا ہے سارا مجمع اس اجنبی شخص کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑا۔ بڑی مشکل سے اسے میدان تک پہونچایا گیا۔ ظاہری شکل وصورت دیکھ کر لوگوں کو سخت حیرت تھی کہ ضعف وناتوانی سے زمین پر جس کے قدم سیدھے نہیں پڑتے وہ جنید جیسے کوہ پیکر پہلوان سے کیا مقابلہ کرسکتا ہے۔

دنگل کا وقت ہو چکا تھا، اعلان ہوتے ہی حضرت جنید تیار ہو کر اکھاڑے میں اتر گئے۔ وہ اجنبی شخص بھی کمر کس کر اکھاڑے میں کھڑا ہو گیا۔ لاکھوں تماشائیوں کے لئے بڑا ہی حیرت انگیز منظر تھا۔ حضرت جنید نے خم ٹھونک کر زور آزمائی کے لئے پنجہ بڑھایا۔ اس اجنبی شخص نے دبی زبان سے کہا۔

اے جنید! کان قریب لایئے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ نہ جانے اس آواز میں کیا سحر تھا کہ سنتے ہی حضرت جنید پر ایک سکتہ طاری ہو گیا۔ اچانک پھیلے ہوئے ہاتھ سمٹ گئے۔ کان قریب کرتے ہوئے کہا فرمایئے۔

اجنبی شخص کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ بڑی مشکل سے اتنی بات منہ سے نکل سکی۔

جنید میں کوئی پہلوان نہیں ہوں۔ زمانے کا ستایا ہوا ایک آل رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) ہوں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک چھوٹا سا کنبہ کئی ہفتہ سے جنگل میں پڑا ہوا فاقوں سے نیم جاں ہے۔ سیدانیوں کے بدن پر کپڑے بھی سلامت نہیں ہیں کہ وہ گھنی جھاڑیوں سے باہر نکل سکیں۔ چھوٹے بچے بھوک کی شدت سے بے حال ہو گئے ہیں ہر روز صبح کو یہ کہہ کر شہر آتا ہوں کہ شام تک کوئی انتظام کر کے واپس لوٹوں گا لیکن خاندانی غیرت کسی کے سامنے منہ نہیں کھولنے دیتی۔ گرتے پڑتے بڑی مشکل سے آج یہاں پہونچا ہوں۔ فاتح خیبر کا خون ہاشمی رگوں میں سوکھتا جا رہا ہے۔ چلنے کی سکت باقی نہیں ہے۔ شرم سے بھیک مانگنے کے لئے ہاتھ نہیں اُٹھتے۔ میں نے تمہیں صرف اسی امید پر چیلنج دیا تھا کہ آل رسول کی جو عقیدت تمہارے دل میں ہے آج اس کی آبرو رکھ لو۔

وعدہ کرتا ہوں کہ کل میدان قیامت میں نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کہہ کر تمہارے سر پر فتح کی دستار بندھواؤں گا۔ فاطمی چمن کی مُرجھائی کلیوں کی اُداسی اب دیکھی نہیں جاتی۔ جنید! عالمگیر شہرت واعزاز کی صرف ایک قربانی سوکھے چہروں کی شادابی کے لئے کافی ہے۔ یقین رکھو آل رسول کے خانہ بدوش قافلہ کی حرمت وآسودگی کے لئے تمہاری عزت وناموس کا ایثار کبھی رائیگاں نہیں جائے گا۔ ہمارے خاندان کی یہ ریت تمہیں معلوم ہے کہ کسی کے احسان کا بدلہ ہم زیادہ دیر تک قرض نہیں رکھتے۔

اجنبی شخص یعنی ایک سید کے یہ چند جملے نشتر کی طرح حضرت جنید کے جگر میں پیوست ہو گئے۔ پلکیں آنسوؤں کے طوفان سے بوجھل ہو گئیں۔ عشق وایمان کا ساغر موجوں کے تلاطم سے زیر وزبر ہونے لگا۔ آج کونین کا سرمدی اعزاز سر پر چڑھ کر جنید کو آواز دے رہا تھا۔ عالمگیر شہرت وناموس کی پامالی کے لئے دل کی پیش کش میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ بڑی مشکل سے حضرت جنید نے جذبات کی طغیانی پر قابو حاصل کرتے ہوئے کہا۔

کشور عقیدت کے تاجدار! میری عزت اور ناموس کا اس سے بہترین مصرف اور کیا ہو سکتا ہے کہ اے

تمہارے قدموں کی اُڑتی ہوئی خاک پر نثار کردوں۔ چمنستان قدس کی پژمردہ کلیوں کی شادابی کے لئے اگر میرے
بلکہ کا خون کام آسکے تو اس کا آخری قطرہ بھی تمہارے نقش پا میں جذب کرنے کے لئے تیار ہوں۔
اے خوشا نصیب کہ کل میدان حشر میں سرکار اپنے نواسوں کے زرخرید غلاموں کی قطار میں کھڑے ہونے کی
اجازت مجھے مرحمت فرمائیں۔

اتنا کہنے کے بعد حضرت جنید خم ٹھونک کر للکارتے ہوئے آگے بڑھے اور اجنبی شخص سے پنجہ ملا کر گتھ گئے۔
بیچ کشتی لڑنے کے انداز میں تھوڑی دیر پینترا بدلتے رہے۔ سارا مجمع نتیجے کے انتظار میں ساکت خاموش نظر
جمائے دیکھتا رہا۔ چند ہی لمحے کے بعد حضرت جنید نے بجلی کی تیزی کے ساتھ ایک داؤ چلایا۔ آنکھیں کھلی تو جنید کے
حامیوں کے نعرہائے تحسین سے میدان گونج اٹھا۔ بہت سے دیکھنے والوں کی پلکیں جھپک گئیں۔ لیکن دوسرے ہی لمحے
میں حضرت جنید چاروں شانے چت تھے۔ سینے پر سیدہ فاطمہ کا ایک نحیف و ناتواں شہزادہ فتح کا پرچم لہرارہا تھا۔ حضرت
جنید کی فاتحانہ زندگی کا نقشہ دیکھنے والی آنکھیں اس حیرت انگیز نظارے کی تاب نہ لاسکیں۔ ایک لمحے کے لئے سارے مجمع
پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ حیرت کا طلسم ٹوٹتے ہی مجمع نے نحیف و ناتواں سید کو گود
میں اٹھالیا۔ میدان کا فاتح اب سروں سے گزر رہا تھا اور ہر طرف سے انعام و اکرام کی بارش ہو رہی تھی۔ رات ہونے سے
پہلے پہلے ایک گمنام سید خلعت و انعامات کا بیش بہا ذخیرہ لے کر جنگل میں اپنے قافلہ کی طرف لوٹ چکا تھا۔

حضرت جنید اکھاڑے میں اسی شان سے چت لیٹے ہوئے تھے۔ اب کسی کو کوئی ہمدردی ان کی ذات سے
نہیں رہ گئی تھی۔ ہر شخص انہیں پائے حقارت سے ٹھکراتا اور ملامت کرتا ہوا گزر رہا تھا۔ عمر بھر مدح و ستائش کا خراج
وصول کرنے والا آج زہر میں بجھے ہوئے طعنوں اور توہین آمیز کلمات سے مسرور و شاد کام ہو رہا تھا۔ ہجوم ختم
ہو جانے کے بعد خود ہی اٹھے اور اپنے دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔

رات کی زلف سیاہ کمر کے نیچے ڈھل چکی تھی۔ بغداد کا سارا شہر تاروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں محوِ خواب تھا۔ عشاء
کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت جنید جب اپنے بستر پر لیٹے تو بار بار کان میں یہ الفاظ گونج رہے تھے۔
وعدہ کرتا ہوں کہ کل میدان قیامت میں نانا جان سے کہہ کر تمہارے سر پر فتح کی دستار بندھاؤں گا۔

حضرت جنید سوچتے ہیں۔ کیا سچ مچ ایسا ہو سکتا ہے؟ کیا میری قسمت کا ستارہ یک بیک اتنی بلندی پر پہونچ
جائے گا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نورانی ہاتھوں کی برکتیں میری پیشانی کو چھولیں۔ اپنی طرف دیکھتا ہوں تو
کسی طرح اپنے آپ کو اس اعزاز کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لاڈلوں کی ضد بھی تو کوئی چیز ہے۔ اگر میدان حشر میں

شہزادے مچل گئے تو رحمت تمام کو کیوں کر گوارہ ہو سکے گا کہ ان کے دل کے نازک آب گینے پر کوئی آنچ آجائے۔ سارے زمانے میں آل رسول کی زبان کا بھرم مشہور ہے۔ گردن کٹ سکتی ہے۔ دی ہوئی زبان نہیں کٹ سکتی۔ آخر کربلا کے لالہ زار کی سرخی زبان ہی کے بھرم سے تو آج تک قائم ہے۔ نبی زادوں کا وعدہ غلط نہیں ہو سکتا۔ قیامت کے دن وہ ضرور اپنے نانا جان تک میری بات پہونچائیں گے اے کاش۔

آج قیامت آجاتی، آج ہی محشر کا وہ روح پرور نظارہ نگاہوں کے سامنے ہوتا۔

آہ ! اب جب تک زندہ رہوں گا قیامت کے لئے ایک ایک دن گننا پڑے گا۔ حساب وشمار کی گرفت میں نہ آنے والی یہ طویل مدت کیسے کٹے گی؟

یہ سوچتے سوچتے حضرت جنید کی پُرنم آنکھوں پر نیند کا ایک ہلکا سا جھونکا آیا اور وہ خاکدان گیتی سے بہت دور ایک دوسری دنیا میں پہونچ گئے۔

اب بغداد سے گنبد خضریٰ کا کلس صاف دکھائی دے رہا تھا۔ بغداد کی زمین جھومنے لگی۔ بہاروں نے پھول برسائے، صبا نے خوشبو اڑائی۔ سحر نے اجالا کیا۔ رحمتوں نے فرش بچھائے اور درخشاں کرنوں سے حضرت جنید کے صحن کا چپہ چپہ معمور ہو گیا۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کے نغموں سے فضا گونج اٹھی۔

عالم بے خودی میں حضرت جنید سلطان کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قدموں سے لپٹ گئے۔ سرکار نے رحمتوں کے ہجوم میں مسکراتے ہوئے فرمایا۔

جنید اُٹھو! قیامت سے پہلے اپنے نصیبے کی سرفرازیوں کا نظارہ کرلو۔ نبی زادوں کے ناموس کے لئے شکست کی ذلتوں کا انعام قیامت تک قرض نہیں رکھا جائے گا۔

سر اُٹھاؤ ! تمہارے لئے فتح و کرامت کی دستار لے کر آیا ہوں۔ آج سے تمہیں عرفان وتقرب کی سب سے اونچی بساط پر فائز کیا گیا۔ تجلیات کی بارش میں اپنی ننگی پیٹھ پر لگے غبار اور چہرے کی گرد کا نشان دھوڈالو۔ اب تمہارے رُخ تاباں میں خاکدان گیتی ہی کے نہیں عالم قدس کے رہنے والے بھی اپنا منہ دیکھیں گے۔ بارگاہ یزداں سے گروہ اولیاء کی سروری تمہیں مبارک ہو۔

ان کلمات سے سرفراز فرمانے کے بعد سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت جنید کو سینے سے لگا لیا۔ اس عالم کیف بار میں اپنے شہزادوں کے جاں نثار پروانے کو کیا کیا عطا فرمایا۔ کس کو معلوم۔ جاننے والے بس اتنا ہی

جان سکے کہ صبح کو جب حضرت جنید کی آنکھ کھلی تو پیشانی کی موجوں میں نور کی کرن لہرا رہی تھی۔ آنکھوں سے عشق وعرفان کی شراب کے پیانے چھلک رہے تھے۔

کل کی شام جو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا گیا تھا، آج صبح کو اس کی راہ گزر میں پلکیں بچھی جا رہی تھیں، کل کی شکست کی ذلتوں سے بوجھل ہو کر جو اکیلا اپنے گھر تک آیا تھا۔ آج اس کے جلو میں کونین کی امیدوں کے کارواں چل رہے تھے۔ ایک ہی رات میں سارا عالم زیروزبر ہو گیا تھا۔

خواب کی بات باد صبا نے گھر گھر پہونچا دی تھی۔ طلوع سحر سے پہلے ہی حضرت جنید کے دروازے پر درویشوں کی بھیڑ جمع ہو گئی تھی۔ جونہی باہر تشریف لائے خراج عقیدت کے لئے ہزاروں گردنیں جھک گئیں۔ خلیفہ بغداد نے اپنے سر کا تاج اتار کر قدموں میں ڈال دیا۔ سارا شہر حیرت وپشیمانی کے عالم میں سر جھکائے کھڑا تھا۔ مسکراتے ہوئے ایک جلوہ بار نظر اٹھی اور ہیبت سے لرزتے ہوئے دلوں کو سکون بخش دیا۔ اتنے میں آواز آئی کہ گروہ اولیاء کی سروری کا اعزاز مبارک ہو۔ منہ پھیر کر دیکھا تو وہی نحیف وناتواں آل رسول فرط مسرت سے مسکرا رہا تھا۔ ساری فضا، سید الطائفہ کی مبارکباد سے گونج اٹھی تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاھم عنا ملخصا۔ (لالہ زار ص ۱۹۷)

اے ایمان والو! ہوش سنبھالو۔ اور سمجھو کہ کسی سید اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خاطر چند ساعت کی بے عزتی اور شرمندگی کو اگر آپ نے گوارا کر لیا اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عزت وخدمت آپ بجالائے تو اس کا صلہ اور بدلہ دنیا وآخرت میں بہترین سرفرازی اور شاندار کامیابی ہے کہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بادشاہ کے درباری پہلوان تھے مگر آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا صلہ تھا کہ سید الطائفہ اور امام الاولیاء بنا دیئے گئے۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

درود شریف:

(۱۳) عشق آل رسول سے لبریز امام احمد رضا کا ایمان افروز واقعہ

امام اہلسنت کی سواری کے لئے پالکی دروازے پر لگا دی گئی تھی۔ سینکڑوں مشتاقان دید انتظار میں کھڑے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر کپڑے زیب تن فرمائے، عمامہ باندھا اور عالمانہ وقار کے ساتھ باہر تشریف لائے۔

چہرۂ انور سے فضل وتقویٰ کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا تقدس برس رہا تھا۔ طلعت جمال کی دل کشی سے مجمع پر ایک رقت انگیز بے خودی کا عالم طاری تھا۔ گویا پروانوں کے ہجوم میں ایک شمع فروزاں مسکرا رہی تھی اور رندلیہان شوق کی انجمن میں ایک گل رعنا کھلا ہوا تھا۔

بڑی مشکل سے سواری تک پہونچنے کا موقعہ ملا۔

پابوسی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہاروں نے پالکی اُٹھائی، آگے پیچھے داہنے بائیں نیاز مندوں کی بھیڑ ہمراہ چل رہی تھی۔ کہار پالکی لے کر تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ امام اہلسنت نے آواز دی، پالکی روک دو۔

حکم کے مطابق پالکی رکھ دی گئی۔ ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہیں رُک گیا۔

اضطراب کی حالت میں باہر تشریف لائے، کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔ آپ لوگوں میں کوئی آل رسول تو نہیں؟

اپنے جد اعلیٰ کا واسطہ سچ بتایئے، میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔ اس سوال پر اچانک ان میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ پیشانی پر غیرت وپشیمانی کی لکیریں اُبھر آئیں۔ بے نوائی آشفتہ حالی اور گردش ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔

کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظریں جھکائے دبی زبان سے کہا۔

مزدور سے کام لیا جاتا ہے ذات، پات نہیں پوچھی جاتی۔

آہ! آپ نے میرے جد اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا۔

سمجھ لیجئے کہ میں اسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی مشام جان معطر ہے۔ رگوں کا خون نہیں بدل سکتا۔

اس لئے آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہونے سے انکار نہیں ہے۔ لیکن اپنی خواہ مخواہ برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔

چند مہینے سے آپ کے اس شہر میں آیا ہوں کوئی ہنر نہیں جانتا کہ اسے اپنا ذریعہ معاش بناؤں پالکی اٹھانے والوں سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ ہر روز سویرے ان کے جھنڈ میں آکر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنے حصے کی مزدوری لے کر اپنے بال بچوں میں لوٹ جاتا ہوں۔

ابھی اس کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ عالم اسلام

کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ، پھوٹ کر التجا کر رہا تھا۔

معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دو، لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہو گئی ہے۔ ہائے غضب ہو گیا جن کے کفش پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔ ان کے کاندھے پر میں نے سواری کی۔

قیامت کے دن اگر کہیں سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) نے پوچھ لیا کہ احمد رضا! کیا میرے فرزندوں کا دوش ناز نین اسی لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائیں تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس وقت بھرے میدان حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی؟

آہ! اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جا رہا ہے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے۔ بالکل اسی انداز میں وقت کا ایک عظیم المرتبت امام اس کی منت وسماجت کر تا رہا اور لوگ پھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز تماشا دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کرا لینے کے بعد امام اہلسنت نے پھر اپنی ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔

چونکہ راہ عشق میں خون جگر سے زیادہ وجاہت وناموس کی قربانی عزیز ہے۔ اس لئے لاشعوری کی اس تقصیر کا کفارہ جب ہی ادا ہو گا کہ اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاندھے پر اٹھاؤں۔ اس التجا پر جذبات کے تلاطم سے لوگوں کے دل ہل گئے۔ دفور اثر سے فضا میں چیخیں بلند ہو گئیں۔

ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادہ کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی پڑی۔

آہ! وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا۔ جب اہلسنت کا جلیل القدر امام کہاروں کی قطار سے لگ کر اپنے علم و فضل جبہ ودستار اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا تھا۔

شوکت عشق کا یہ ایمان افروز نظارہ دیکھ کر پتھروں کے دل پگھل گئے۔ کدورتوں کا غبار چھٹ گیا۔ غفلتوں کی آنکھ کھل گئی اور دشمنوں کو بھی ماننا پڑا کہ آل رسول کے ساتھ جس کے دل کی عقیدت واخلاص کا یہ عالم ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ اس کی وارفتگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ اہل انصاف کو اس حقیقت کے

اعتراف میں اب کوئی تامل نہیں ہوسکتا کہ نجد سے لے کر سہارنپور تک رسول کے گستاخوں کے خلاف احمد رضا کی برہمی قطعاً حق بجانب ہے۔

صحرائے عشق کے اس روٹھے ہوئے دیوانے کو اب کوئی نہیں منا سکتا۔ وفا پیشہ دل کا یہ غیظ، ایمان کا بخشا ہوا ہے۔ نفسانی ہیجان کی پیداوار نہیں۔ (لالہ زار۔ ص ۱۵۰)

ہے ان کے عطر بوئے گریباں سے مست گل
گل سے چمن چمن سے صبا اور صبا سے ہم

اسی لئے تو امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دیگی وہ آگ لگائی ہے

ورق تمام ہوا، اور مدح باقی ہے
ایک سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

﴿ ۱ ﴾

محرم الحرام

دوسرا جمعہ...پہلا بیان

مولیٰ علی شیر خدا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ O اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط (پ۲۵ آیت ۲۳)
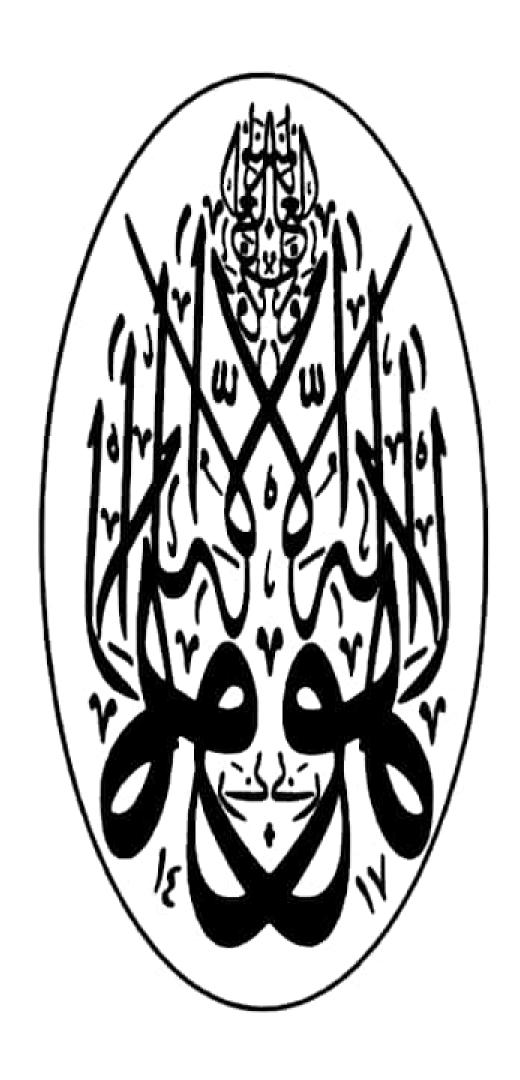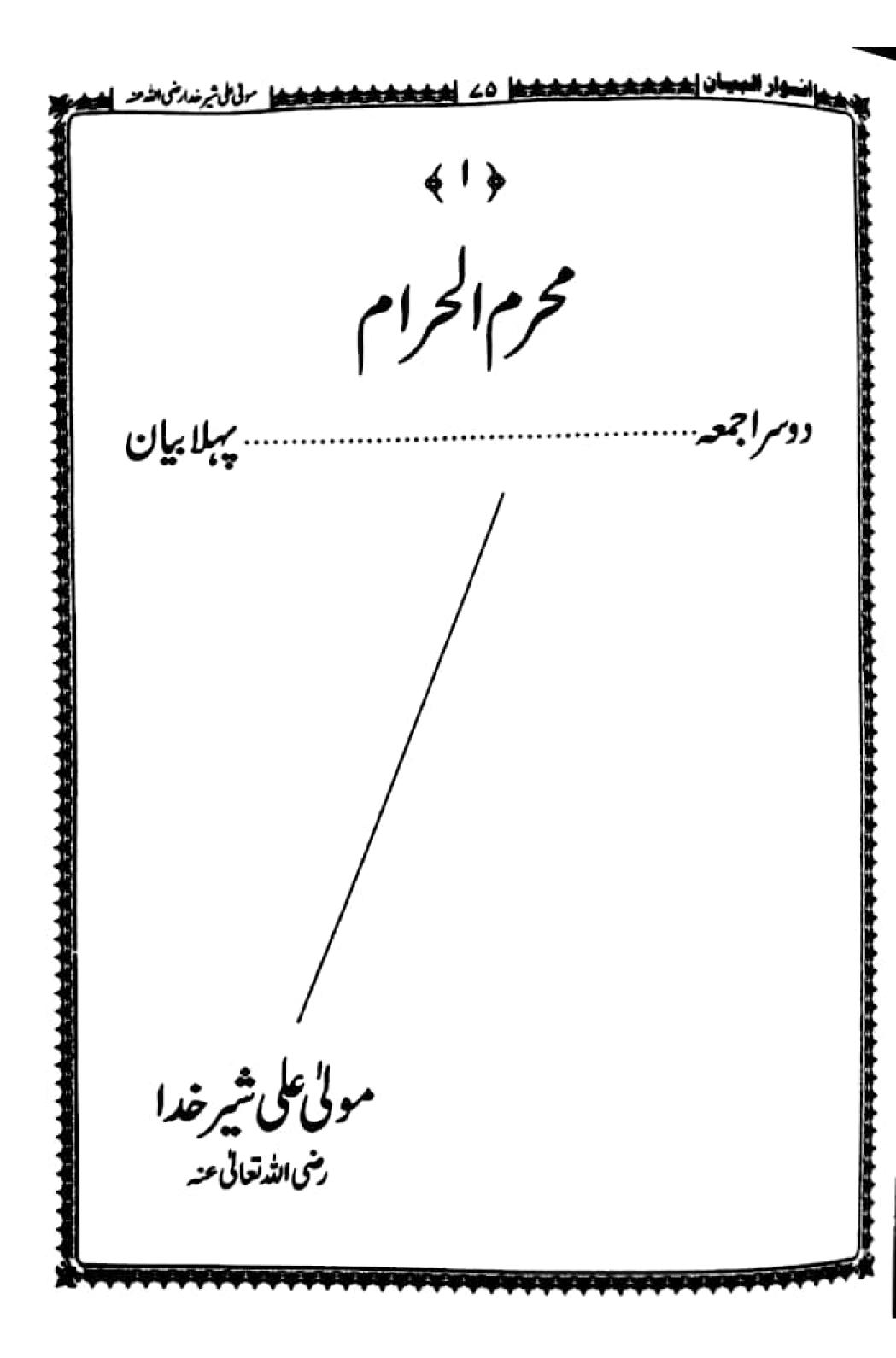
ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (کنز الایمان)

درود شریف:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم۔

مَنْ قَرَابَتُکَ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ وَجَبَتْ عَلَیْنَا مَوَدَّتُهُمْ قَالَ عَلِیٌّ وَفَاطِمَةُ وَوَلَدَاهُمَا۔

(زرقانی علی المواہب، ج ۷، ص ۳۰، صواعق محرقہ ۱۶۸)

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم وہ آپ کے قرابت دار کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ تو فرمایا علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔ یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

اے ایمان والو! اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قرابت داروں میں ہیں اور ان کی محبت تمام مومنین پر فرض ہے۔

عاشق رسول وفدائے اہلبیت اطہار امام اہلسنت امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین
ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

اور فرماتے ہیں:

صدق و عدل و کرم و ہمت میں
چار سو شہرے ہیں ان چاروں کے

بہر تسلیم علی میداں میں
سر جھکے رہتے ہیں تلواروں کے

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میری سرکاروں کے

اے ایمان والو! ہم لوگ اہلسنت و جماعت ہیں۔ ہم تمام صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار کی محبت والفت کو عین ایمان اور ان کی اتباع کو رضائے خدائے تعالیٰ اور خوشنودی مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذریعہ جانتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومحامد بے شمار ہیں جو اس وقت بیان کرنا ممکن نہیں مگر کچھ فضائل ومناقب بیان کرتا ہوں۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں جن کے لئے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

سیدۃ نساء العالمین خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد بزرگوار ہیں۔

سادات کرام اور اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جاری فرمایا۔ سلسلۂ ولایت وخلافت کے معدن ومخزن بھی آپ ہی ہیں۔ جملہ اولیاء، اغواث، اقطاب، ابدال، آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہیں۔

زمین سے آسمانوں تک، عرب وعجم، بحر وبر میں آپ کے فضل وکمال اور آپ کی شجاعت وبہادری کا شہرہ عام ہے۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

ولادت: حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اعلان نبوت سے دس گیارہ سال قبل خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ اعلان نبوت سے سات آٹھ سال پہلے پیدا ہوئے (تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۲)

نام ونسب: آپ کا اسم گرامی علی بن ابی طالب، اور کنیت ابوالحسن وابوتراب ہے۔ اور لقب حیدر ومرتضیٰ ہے۔ آپ کے والد ابوطالب بن عبدالمطلب ہیں۔ جو ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں، اس طرح حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں۔ آپ کی ماں کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔ اور یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۲)

پرورش: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوش نصیبی کا باب اس طرح کھلا کہ قحط سالی کی وجہ سے قریش بہت پریشان حال تھے۔ انہیں میں مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوطالب بھی تھے جو اپنی کبرسنی اور کثیر العیالی کی وجہ سے سخت معاشی دشواریوں سے دوچار تھے۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا اور دونوں نے ابوطالب کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے یہ تدبیر اپنائی کہ جعفر بن ابی طالب کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کفالت میں لے لیا اور فیروز بخت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سایہ عاطفت میں آگئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفالت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمائی۔ آپ ہی کے سایہ کرم میں پروان چڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہوش کی آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو آغوش مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں پایا۔

یہ عز وشرف مشیت ربانی نے مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مقدر کر دیا تھا۔ (ابن ہشام ج ۱، ص ۱۸۱)

قبول اسلام: عاشق اہلبیت حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام لائے اس وقت آپ کی عمر شریف آٹھ۔ دس سال کی تھی۔ (تنزیہ المکانۃ الحیدریہ)

بڑوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لائیں۔ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۴)

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آغوش رسالت میں پرورش پائی تھی اس لئے ان کی نگاہیں اسلام کی نورانیت سے منور تھیں۔ بعثت کے ابتدائی ایام میں آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مصروف عبادت نماز پڑھتے دیکھا تو حیرت سے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم آپ دونوں کیا کر رہے تھے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے

جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند فرمایا ہے اور اسی کے لئے انبیاء کو مبعوث فرمایا، میں تم کو بھی اللہ واحد کی طرف بلاتا ہوں جو تنہا معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

مصاحبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فطرت سلیم کو نکھار دیا تھا ایک شب توقف کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور دولت اسلام سے بہرہ مند ہو گئے۔ اسلام سے قبل آپ کا دامن عرب کی جاہلی رسوم اور اوثان پرستی سے کبھی بھی داغدار نہ ہوا۔

قرابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

(۱) حدیث شریف: ہمارے پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَامِنْکَ (بخاری شریف ج ۱۔ ص ۵۲۵)

تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اَلنَّاسُ عَنْ شَجَرَۃٍ شَتّٰی وَاَنَاوَعَلِیٌّ مِّنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ۔ یعنی لوگ الگ الگ درختوں سے ہیں مگر میں اور علی ایک ہی درخت سے ہوں۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۵، ص ۸۹)

(۳) حدیث شریف: اِنَّ عَلِیًّا مِّنِّیْ وَاَنَامِنْہُ وَھُوَوَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ (ترمذی شریف)

بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور علی ہر مومن کے ولی ہیں۔ (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر مومن کے مددگار ہیں)

(۴) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ خَیْرُ اِخْوَتِیْ عَلِیٌّ وَخَیْرُ اَعْمَامِیْ حَمْزَۃُ۔

میرے بہترین بھائی علی ہیں اور بہترین چچا حمزہ ہیں۔

میں جس کا مولا ہوں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے مولا ہیں

(۱) عَنْ زَیْدِبْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۶۴)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔

(۲) حضرت رباح بن حرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رحبط کے مقام پر آئی تو ان لوگوں نے کہا اے ہمارے مولا آپ پر سلام ہو۔ تو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں کیسے تمہارا مولا ہوں جب کہ تم لوگ عرب قوم ہو انہوں نے کہا کہ ہم نے غدیر خم کے مقام پر آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَاِنَّ ھٰذَا مَوْلَاہ۔
جس کا مولا میں ہوں یہ یعنی علی اس کے مولا ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل ج۔۵ ص۔۴۱۹)

(۱) اخوت رسول: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جب مدینہ منورہ میں عقد مواخاۃ یعنی بھائی چارہ قائم فرمایا کہ دو۔ دو صحابہ کو بھائی بھائی بنادیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم آپ نے تمام صحابہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا بھائی بنایا مگر مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا، میں اکیلا رہ گیا ہوں تو آقائے کائنات رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (یعنی اے علی) تم دنیا اور آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی مشکوۃ، ص ۵۶۴)

(۲) اے ایمان والو! حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور مدینہ منورہ میں عقد مواخواۃ کے وقت بھی آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم کو اپنا بھائی نہ کہا بلکہ جب بھی پیارے آقا مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یاد کیا تو بھائی کہہ کر یاد نہ کیا بلکہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کہہ کر یاد کیا مگر آج کل کے وہابی، دیوبندی، تبلیغی پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بڑا بھائی، اپنے جیسا بشر کہتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے گمراہ بے دین فرقوں سے محفوظ رکھے اور ہم جب بھی اپنے آقا رحمت والے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یاد کریں تو یارسول اللہ، یا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کہہ کر یاد کریں۔ یہی طریقہ حضرت علی اور تمام صحابہ عظام اور اولیائے کرام علیہم الرضوان کا ہے۔ یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول عظمت والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنے جیسا بشر اور بھائی کہنے والا مومن نہیں رہ سکتا کافر و منافق کے زمرے میں شمار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولا علی اور تمام صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے طریقے پر چلائے اور محبوب

خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ کا باادب بنا کر موت نصیب فرمائے۔

خوب فرمایا عاشق مدینہ پیارے رضا، اچھے رضا، امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بھٹک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

درود شریف:

حضرت علی شرک سے پاک تھے: ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گود میں ہوش سنبھالا۔ آنکھ کھلتے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دیدار کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی باتیں سنیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عادتیں سیکھیں۔ اس لئے بتوں کی نجاست اور شرک کی گندگی سے آپ کا دامن ہمیشہ پاک وصاف رہا آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی اس لئے آپ کا لقب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہے۔ (تحزیہ الکلمۃ الحیدریہ)

حضرت فاطمہ بنت اسد: حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں فاطمہ بنت اسد معزز وشریف خاتون تھیں ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پرورش وتربیت میں آپ نے بڑی دل چسپی لی۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنی اولاد پر ترجیح دیتیں۔ حقیقی ماں کی طرح سلوک فرماتیں۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری حقیقی ماں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد یہی یعنی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری ماں تھیں۔ (مستدرک، ص ۱۵۰)

حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال: حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا۔ آقائے کائنات مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آپ کے کفن کے لئے اپنا پیراہن مبارک عطا فرمایا اور وہ اسی میں ملبوس کی گئیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کھود کر تیار کی گئی تو ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قبر میں اترے اور لیٹ گئے۔ اس طرح آپ کی قبر کو متبرک فرمایا اور پھر آپ کو قبر میں دفن کیا گیا۔ یہ سب کچھ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت اسد کی خدمات کے اعتراف میں تھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۸۷)

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام

(۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت (یعنی نسل) اس کی صلب (یعنی اولاد) سے جاری فرمائی اور میری ذریت یعنی نسل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلب (یعنی اولاد) سے چلے گی۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ج۔۳ص۔۱۳۳، کنز العمال ص۔۴۰۰)

اے ایمان والو! آج جو پوری دنیا میں آل نبی موجود ہیں وہ اولاد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کی اولاد ہیں جنہیں آل نبی کہا جاتا ہے۔

خوب فرمایا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے، عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

درود شریف:

(۲) حدیث شریف: حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں سے بعض کے گھروں کے دروازے مسجد نبوی (کے صحن) کی طرف کھلتے تھے۔ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ان تمام دروازوں کو بند کردو سوائے باب علی کے۔ راوی کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے چہ می گوئیاں کیں اس پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، حمد وثنا کے بعد فرمایا مجھے باب علی کے سوا ان تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس تم میں سے کسی نے اس بات پر اعتراض کیا ہے۔ خدا کی قسم نہ میں کسی چیز کو کھولتا ہوں اور نہ بند کرتا ہوں مگر یہ کہ مجھے اس چیز کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے پس میں اس (حکم خداوندی) کی اتباع کرتا ہوں۔ (المستدرک للحاکم، ج۳، ص۱۲۵)

اے ایمان والو! اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی پر غسل واجب ہو جائے اور وہ غسل کے لئے گھر سے نکلے گا تو مسجد نبوی میں قدم رکھے گا جس سے مسجد کا ادب باقی نہیں رہ پائے گا۔ غسل واجب ہو تو صرف دو ذات ہی ہیں جو مسجد میں قدم رکھ سکتی ہیں ایک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور دوسرے مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث شریف: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّجْنِبَ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے علی میرے اور تمہارے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس مسجد (نبوی) میں حالت جنابت میں جائے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، ص ۵۶۴، مسند ابی یعلی، ج ۲، ص ۳۱۱)

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے آقا رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوہ تبوک میں اپنا خلیفہ بنایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بنایا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اس چیز پر راضی نہیں کہ آپ میرے لئے اس طرح بن جائیں جس طرح کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

(بخاری شریف ج ۱، ص ۱۳۵، مسلم شریف ص ۱۸۷)

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی کثرت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کو دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی تعالیٰ عنہا نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۷۷)

(۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(المستدرک حاکم ص ۱۴۶، الریاض النضرہ ص ۱۹۱، کنز العمال ص ۱۵۸)

اے ایمان والو! ہمارے سرکار امت کے غم خوار رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کے چہرہ کو محبت سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو حج مبرور کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

ماں باپ کے ذریعہ ووسیلہ سے ہم اس دنیا میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو اولاد کے حق میں عظیم مقام عطا فرمایا اور ان کے چہرہ کو دیکھنا حج مبرور کا درجہ دیا اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے مقبول ومحبوب بارگاہ خدائے تعالیٰ ودربار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں جن کے گھر سے ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ملے ہیں اور خدائے تعالیٰ ملا ہے یقیناً ماں باپ سے بیشار درجہ فضیلت حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے تو ان کے چہرہ کو دیکھنا بے شک ثواب ہے۔ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے جس سے آپ حضرات کو معلوم ہو جائیگا کہ حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں اور ان کی شان کتنی بلند وبالا ہے۔

(۶) حدیث شریف: عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّہٗ قَالَ ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (کنز العمال ج۔۶ص۔۱۵۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا (حضرت) علی کا ذکر عبادت ہے۔ اللہ اکبر!

اے ایمان والو! آقائے کائنات مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنا اور جتنا سنا اس میں کم وبیش کئے بغیر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے بیان کر دیا۔ اگر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف کوئی بغض وعناد کی بات ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتیں، رہی بات جنگ جمل کی تو اس کے اسباب وعلل کچھ اور تھے، امت کو اس میں پڑنے کی حاجت نہیں ورنہ گمراہی کا اندیشہ ہے، ہم اہل سنت ہیں تمام صحابہ کرام وجملہ ازواج مطہرات سے محبت، مودّت فرض ہے اور ان کی تعظیم وتوقیر ایمان کے لئے لازم وضروری ہے۔

خوب فرمایا عاشق رسول، فدائے اہل بیت امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

ان کے مولا کی ان پر کروڑوں درود
ان کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام

جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی
ان سب اہل محبت پہ لاکھوں سلام

درود شریف:

حضرت علی باب علم و حکمت ہیں

(۱) حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ عَلٰی صَدْرِہٖ فَقَالَ اَنَا الْمُنْذِرُ ثُمَّ اَوْمَاَ اِلٰی مَنْکِبِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَقَالَ اَنْتَ الْھَادِیْ الْمُھْتَدِیْ مِنْ بَعْدِیْ (کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۷، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۹۰)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے سینہ پر دست مبارک رکھا اور فرمایا کہ میں منذر ہوں اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے علی تو ہادی ہے اور میرے بعد راہ پانے والے تجھ سے راہ پائیں گے۔

یعنی ولایت کے سلسلے تجھ سے جاری ہوں گے اور امت کے اولیاء و علماء تجھ سے فیض حاصل کریں گے اور قیامت تک فیض پہونچاتے رہیں گے۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ۔ (المعجم الکبیر طبرانی، المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے سرکار امت کے غمخوار نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں پس جو کوئی علم کا ارادہ کرے، وہ دروازے کے پاس آئے یعنی علی کے پاس آئے۔

اے ایمان والو! خوب غور سے سنو کہ حدیث شریف کا دوسرا حصہ جو کوئی علم کا ارادہ کرے وہ دروازے کے پاس آئے یعنی جس شخص کو مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا علم چاہئے وہ علی کے دروازے پر آئے یعنی حضرت علی کے پاس آئے اور جو شخص حضرت علی کو چھوڑ کر علم حاصل کرنا چاہے تو وہ شخص نہ علم کی دولت پا سکتا ہے اور نہ ہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے غلامی کی نعمت سے سرفراز ہو سکتا ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔

(۳) عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ (ترمذی، ج ۵، ص ۶۳۷، کنز العمال، ص ۱۵۳)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے علم (بھید) کا خزانہ ہے۔ (کنز العمال، ص ۱۵۳)

(۵) حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے قاضی بنا کر یمن کی طرف بھیجا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم میں کم عمر، نا تجربہ کار اور قضا جانتا نہیں ہوں تو فیصلے کیسے کروں گا؟

تو ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا دست مبارک مار کر فرمایا: **یا اللہ تعالیٰ تو علی کے دل کو ہدایت کے نور سے روشن کر اور علی کی زبان کو استقلال عطا فرما۔** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اس دن سے کسی معاملہ کے فیصلے کرنے میں مجھے ذرہ برابر بھی شبہ نہ رہا۔ (مستدرک، حاکم، ج ۳، ص ۱۳۵، تاریخ الخلفاء، ص ۶۶)

اے ایمان والو! اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دعا اور دست کرم کا فیض ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ علم و حکمت کا گنجینہ بن گیا۔ خوب فرمایا عاشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پیارے رضا، اچھے رضا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ہم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے تھے۔

(۶) حضرت سعید بن مسیب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ۔

لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ يَقُوْلُ سَلُوْنِيْ اِلَّا عَلِيًّا ۔

صحابہ میں سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی یہ کہنے والا نہ تھا کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔

(کنز العمال، ص ۷، ۳۹۰، الصواعق المحرقہ، ص ۱۲۵)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے جب حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ مسائل شرعیہ جاننے والا کوئی اور نہیں ہے۔

(الریاض النضرۃ، ص ۱۵۵)

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم کو خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ ہم میں بڑے قاضی علی ہیں۔ (استیعاب، ص ۵، ۴۷، الصواعق المحرقہ، ص ۶۵)

(۸) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی کی موجودگی میں کوئی شخص مسجد میں فتویٰ نہ دیا کرے۔ (استیعاب، ص ۴۷۵)

(۹) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کوئی مشکل مقدمہ پیش ہوتا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ ہوتے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ مقدمے کا فیصلہ کہیں غلط نہ ہو جائے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۶۶)

(۱۰) حضرت علی باب مدینۃ العلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: سَلُوْنِیْ فَوَاللّٰہِ لَاتَسْأَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ یَکُوْنُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اِلَّا حَدَّثْتُکُمْ بِہٖ (خالص الاعتقاد، ص ۳۳)

یعنی مجھ سے پوچھو خدا کی قسم قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے متعلق مگر میں تمہیں بتاؤں گا۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب قیامت تک کا علم عطا فرمایا ہے تو اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو کتنا علم عطا فرمایا ہوگا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کا یہ عالم ہے تو پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے علم کا عالم کیا ہوگا۔ مگر مانے گا وہی جو مومن ہوگا۔

نگاہ ولایت: ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے حضرت علی یہ بتاؤ کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمانوں کی طرف دیکھا اور فرمایا اس وقت جبرئیل آسمانوں میں نہیں ہیں۔ پھر زمین کی جانب نظر ڈال کر مغرب کی طرف دیکھا۔ مشرق کی جانب دیکھا، شمال و جنوب کی طرف نظر ڈالی اور فرمایا اس وقت زمین و آسمان کے کسی حصے میں جبرئیل کو نہیں پاتا ہوں پس جو اس وقت میرے سامنے بیٹھا ہے وہی جبرئیل ہے۔ (نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۵۱)

اے ایمان والو! نگاہ علی کی طاقت کا عالم ملاحظہ کرو کہ پل بھر میں ساری زمین اور آسمان کو دیکھ لیا اور فرمایا کہ جو علی کے سامنے ہیں وہی جبریل ہیں۔ گویا فرشتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ سے چھپ نہیں سکتا ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نگاہ کی شان ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نگاہ کرم کا عالم کیا ہوگا؟ کیا کوئی امتی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نگاہ سے چھپ سکتا ہے؟ ہم مسجد میں ہیں تو نگاہ نبوت دیکھ رہی ہے، ہم گھر میں ہیں تو نگاہ نبوت دیکھ رہی ہے، ہم سفر و حضر میں ہیں تو نگاہ نبوت دیکھ رہی ہے، تنہا ہیں یا مجمع میں تو نگاہ نبوت دیکھ رہی ہے، معصیت کے عالم میں ہوں یا عبادت و بندگی کر رہے ہوں تو نگاہ نبوت دیکھ رہی ہے۔ بہر حال ہم کسی بھی عالم میں ہوں اور عالم کی کوئی بھی چیز ہو نگاہ نبوت اور نظر نبوت تمام عالم کی تمام چیزیں دیکھ رہی ہیں۔

خوب فرمایا عاشق مدینہ پیارے رضا، اچھے رضا، امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

ہجرت: شمع نور خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بجھانے کی بے حد کوششیں کی گئیں لیکن ظلمت کدہ دہر میں نور رحمٰن چمکتا اور دمکتا ہی رہا۔ ہزار بندشوں کے باوجود اسلام پھیلتا ہی چلا گیا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کفار و مشرکین نے شمع نبوت اور چراغ اسلام کو گل کر دینے کا قطعی فیصلہ کر لیا۔ مکہ کے منتخب شمشیر زن نوجوانوں کی ایک بڑی جماعت نے رات کی تاریکی میں کاشانہ نبوت کا محاصرہ کر لیا۔ شمشیریں بے نیام ہیں کہ آج محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا خاتمہ کر دینگے۔ یہ فیصلہ خاموشی کے ساتھ لیا گیا تھا مگر خدائے علیم و خبیر پر کون سا راز مخفی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو کفار و مشرکین کے ناپاک ارادوں پر آگاہ کر دیا اور مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جانے کا حکم دے دیا اور ہمارے آقا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کا ارادہ فرما لیا۔ جب ہمارے سرکار امت کے غم خوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہجرت کا مصمم ارادہ فرما لیا تو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں آج مدینہ منورہ جا رہا ہوں اور تم اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے بستر پر میری جگہ میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو جاؤ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ قریش کی یہ امانتیں جو میرے پاس رکھی ہیں ان کے مالکوں کو دے دینا اور تم بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ چلے آنا۔

یہ موقعہ بڑا ہی خطرناک اور بہت ہی خوفناک تھا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان کتنا مضبوط اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر کس قدر اعتماد و بھروسہ تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم بھی تھا کہ کفار و مشرکین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عداوت و مخالفت میں ننگی تلواریں لئے ہوئے کاشانہ اقدس کو گھیرے ہوئے ہیں اور ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قتل کے درپے ہیں ایسی حالت میں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ بستر خطرے سے خالی نہیں ہے، آج آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا بستر قتل و موت کا بستر بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ ساری باتیں جانتے ہوئے بھی حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت آرام سے بستر نبوت پر

سوئے، اس لئے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میری چادر اوڑھ لو اور سو جاؤ۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی، امانتیں دیکر تم بھی مدینہ منورہ آجانا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان ویقین کہہ رہا تھا کہ اگر چہ دشمن ننگی تلواریں لئے کھڑے ہیں بستر نبوت پر حملہ ہوسکتا ہے لیکن ہمارے سرکار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آرام سے سو جاؤ، تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

تو کون ہے جو میرے سونے میں خلل ڈال سکتا ہے اور مجھے قتل کرسکتا ہے اس لئے میں آرام سے سوتا رہا اور کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ اور زبان دل سے حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اعلان فرما رہے تھے کہ دشمنان اسلام کا مجھے قتل کرنا تو بہت بعید امر ہے، حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام بھی موت کا پروانہ نہیں لا سکتے، جب تک میں امانتیں واپس کر کے مدینہ منورہ نہ پہنچ جاؤں۔ اس لئے کہ میرے آقا مختار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امانتیں دیکر تم بھی مدینہ منورہ آجانا۔ اس لئے میرا ایمان ویقین ہے کہ مجھے موت بھی نہیں آسکتی جب تک میں مدینہ منورہ نہ پہنچ جاؤں بے شک وشبہ میرے حضور آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان پورا ہو کر رہے گا۔ آسمان پھٹ سکتا ہے، زمین دھنس سکتی ہے، چاند وسورج کا نکلنا، ڈوبنا بند ہوسکتا ہے، نظام عالم بدل سکتا ہے لیکن ہمارے سرکار صاحب اختیار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان نہیں بدل سکتا۔

اس لئے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زبان پر حق تعالیٰ بولتا ہے۔

عاشق رسول، امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بستر مبارک پر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات بھر آرام سے سوتے رہے صبح اٹھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کیا اور تین دن مکہ شریف میں رہے، امانتوں کو ادا کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی مدینہ منورہ چلا آیا۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے میں بھی اسی مکان میں ٹھہر گیا۔

محبت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) **علی کی محبت نبی کی محبت ہے:** اے ایمان والو! ہمارے سرکار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ انور کا دیکھنا عبادت، حضرت علی کا ذکر بھی عبادت، آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہیں، میں جس کا مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں۔ جو شخص مقام علی کو نہیں پہچانتا وہ شخص مقام نبی کو نہیں پہچان سکتا۔ جس شخص کو فیض علی نہ ملے وہ شخص فیض نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نہیں پا سکتا، جس شخص کو نسبت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاصل نہ ہوئی وہ شخص نسبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حاصل نہیں کر سکتا۔ جو شخص قربت علی نہ پا سکا وہ شخص قربت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نہیں پا سکتا۔ جو شخص حبّ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغی ہے وہ شخص حبّ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا باغی ہے۔ اور جو شخص حبّ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دشمن ہے وہ شخص حبّ خدائے تعالیٰ کا دشمن ہے۔

حدیث (۱) ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یوم غدیر خم کے موقع پر خطبہ فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں علی اس کے ولی ہیں۔ اور ارشاد فرمایا

اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاعِنْ مَنْ اَعَانَہٗ۔

یعنی اے اللہ تعالیٰ تو اس سے محبت فرما جس نے علی سے محبت کیا اور اس سے عداوت فرما جس نے علی سے عداوت کی، اور تو اس کی مدد کر جس نے علی کی مدد کی اور تو اس کی اعانت فرما جس نے علی کی اعانت کی (المعجم الکبیر للطبرانی ج۔۴ص۔۱۷)

حدیث (۲) حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے سرکار کل عالم کے مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خطبہ پڑھا جس کو وہاں کھڑے ہوئے تیس آدمیوں نے سنا اور ابو نعیم بیان فرماتے ہیں کہ کثیر تعداد میں لوگ جمع تھے اور سب نے گواہی دی کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے نہیں کہ میں مومنین کی جانوں کا مالک ہوں اور ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ ان لوگوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کا ولی علی ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِمَنْ عَادَاہُ۔

اے اللہ! تو اس سے محبت فرما جو علی سے محبت رکھتا ہے اور تو اس کو دشمن جان جو علی سے دشمنی رکھے۔

(مسند احمد بن حنبل ج۔۴ص۔۳۷۰)

حدیث (۳) حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ علی کی ولایت کو مانے، جس نے علی کی ولایت کو مانا، اس نے میری ولایت کو مانا اور فرمایا۔ **وَمَنْ تَوَلَّانِیْ فَقَدْ تَوَلَّی اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَنْ اَحَبَّهٗ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ** ۔ اور جس نے میری ولایت کو مانا اس نے اللہ تعالیٰ کی ولایت کو مانا، جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۱۱۹)

حدیث (۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ اور ارشاد فرمایا اے علی تو دنیا میں بھی سید ہے اور آخرت میں بھی سید ہے جو تیرا دوست ہے وہ میرا دوست ہے اور جو میرا دوست ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اور جو تیرا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو میرا دشمن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ اور فرمایا: **وَالْوَیْلُ لِمَنْ اَبْغَضَکَ بَعْدِیْ**۔ اور بربادی ہے اس شخص کے لئے جو میرے بعد تجھ سے بغض رکھے۔ (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۲۸)

حدیث (۵) ہمارے حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: **فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّکُمْ بَعْدِیْ**۔ بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور میرے بعد علی تمہارا ولی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۵۶)

حدیث (۶) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ عرب کے سردار کو میرے پاس بلاؤ (یعنی حضرت علی کو) حضرت عائشہ صدیقہ رضی تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: **اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْعَرَبِ** میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں۔ (مستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۲۴، کنز العمال ج ۱۱، ص ۶۱۹)

حدیث (۷) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ کُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِیْنَ بِبُغْضِهِمْ عَلِیًّا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم منافقین کو پہچان لیتے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض کی وجہ سے۔ (ترمذی شریف)

حدیث (۸) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اپنے محبوب، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا : **مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ**۔ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھ کو گالی دی۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۲۳، حاکم)

حدیث (۹) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: مُحِبُّکَ مُحِبِّیْ مُبْغِضُکَ مُبْغِضِیْ۔ علی تجھ سے محبت کرنے والا میرا محب ہے اور تجھ سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۶، ص ۲۳۹)

حدیث (۱۰) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا میرے بہترین بھائی علی ہیں اور بہترین چچا حمزہ ہیں (دیلمی)

حدیث (۱۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہمارے سرکار امت کے غمخوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض وعداوت نہیں رکھتا۔ (ترمذی شریف)

حدیث (۱۲) اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ بیشک ہمارے حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف وحی کی گئی اس حال میں کہ آپ کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں تھا (یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے) پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر ادا نہ فرمائی یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے علی! کیا تم نے نماز ادا نہیں کی؟ عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! بیشک علی تیری اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اطاعت میں تھا پس سورج کو اس پر لوٹا دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھا پھر میں نے سورج کو غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتے ہوئے دیکھا۔ (مشکل الآثار ج ۴، ص ۳۸۸)

سورج کو پلٹایا: حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے سورج پلٹ آیا یہ واقعہ بہت مشہور ہے جو عصر کے وقت مدینہ منورہ کے قریب مقام صہبا میں رونما ہوا۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نماز عصر ادا فرمائی تھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زانوے پاک پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنا سر انور رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔

زمیں پر عرش اعظم کے نشاں معلوم ہوتے ہیں
علی کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے ہیں۔

سورج غروب ہوتا جا رہا تھا۔ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھتے تھے اور کبھی اپنے آقا جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چہرۂ والضحیٰ کی جانب دیکھتے تھے۔ کبھی خیال فرماتے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بیدار کر کے نماز عصر ادا کرلوں پھر خیال آتا کہ محبوب خدا جان ایمان کے آرام میں خلل آجائے گا۔ کیا کروں اگر جگاتا

ہوں تو اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا آرام جاتا ہے اور اگر نہیں جگاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کا فرض جاتا ہے اور نماز بھی عصر کی ہے جس کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد پاک ہے۔

حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ ق (پ۲، رکوع ۱۵)

محافظت کرو تمام نمازوں کو خاص کر بیچ والی نماز (یعنی عصر کی نماز) کبھی ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھتے ہیں اور کبھی چہرۂ والضحیٰ کی طرف۔ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فیصلے پر پہونچتے ہیں کہ نمازیں قضا ہوں گی تو ادا ہو جائیں اور محبت قضا ہو تو کب ادا ہو۔

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

سورج غروب ہو گیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر باقی ہے۔ اپنے پیارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت کی خاطر جان بوجھ کر نماز کو قضا ہونے دیا، لیکن نماز کے قضا ہونے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے، آنکھ سے آنسوؤں کے قطرے چہرۂ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر موتی بن کر گرے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیدار ہوئے دیکھا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو رہے ہیں۔ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ما یبکیک یا علیُّ، اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجھے کس چیز نے رُلایا ہے؟ عرض کیا میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نماز عصر پڑھ لی تھی اور میں نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی۔ سورج غروب ہو گیا ہے اور میری نماز عصر قضا ہو گئی ہے۔ تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دعا کی۔ اے اللہ تعالیٰ علی تیرے اور تیرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی فرمانبرداری میں تھے۔ اے اللہ تعالیٰ علی کے لئے سورج کو لوٹا دے۔ دست مبارک اٹھا اور ڈوبے ہوئے سورج کی طرف انگلی کا اشارہ فرمایا۔ تو ڈوبا ہوا سورج واپس نکل آیا۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر ادا فرمائی اس کے بعد سورج غروب ہوا۔

اے ایمان والو! حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جیسی اعلیٰ و افضل عبادت کو اپنے آقا محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آرام پر قربان کر کے قیامت تک کے لوگوں کو یہ درس دیا ہے کہ ایک جانب پیارے

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت نماز ہو تو نماز کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو نہیں چھوڑا جاسکتا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خاطر نماز کو چھوڑا جاسکتا ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر نماز کو قربان کیا جاسکتا ہے اور حضرت علی سرچشمہ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نماز عصر کو اپنے پیارے نبی پر قربان کر دیا اور دنیا کو بتادیا کہ

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز
وہ بھی نماز عصر جو اعلیٰ خطر کی ہے

حضرات! دوسری بات یہ بتاتا ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم محتاج و مجبور نہیں ہیں بلکہ ان کے مولا نے ان کو بے حساب اختیارات اور تصرفات کا مالک بنایا ہے اور رہی بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مالک و مختار ماننے اور نہ ماننے کی تو ایمان والے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو مالک و مختار مانتے ہیں اور جو لوگ بے ایمان ہیں وہ نہیں مانتے۔

عاشق مصطفیٰ پیارے رضا اچھے رضا امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

حدیث ۱۲: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے علی تمہاری حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ یہودیوں نے ان سے یہاں تک دشمنی کی کہ ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اس قدر حد سے بڑھ گئے کہ ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! یاد رکھو؟ میرے بارے میں بھی دو جماعت گمراہ ہو کر ہلاک ہوگی ایک میری محبت میں حد سے تجاوز کرے گی اور میری ذات میں ان باتوں کو منسوب کرے گی جو مجھ میں نہیں ہیں اور دوسرا گروہ اس قدر بغض و عناد رکھے گا کہ مجھ پر بہتان لگائے گا۔ (مسند احمد بن حنبل، ج۱، ص۱۶۰، تاریخ الخلفاء)

بیشک دونوں گروہ گمراہ ہو کر ہلاک ہوئے ایک کو خارجی اور دوسرے کو رافضی کہتے ہیں۔

رافضی اور خارجی: یہ دونوں فرقے جہنمی ہیں۔ خارجی فرقہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض و عناد کی وجہ سے ایمان سے خارج ہو کر جہنم کا ایندھن بنا۔

اور رافضی (شیعہ) فرقہ نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں اتنا آگے چلا گیا (جو جھوٹی محبت ہے) ہمارے سرکار پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر الزام لگایا اور حضرت ابو بکر صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان میں تبرا بکنا یعنی ان کو گالیاں دینا۔ ان پر طرح طرح کے بہتان لگانا یہی مذہب ہے رافضی اور شیعہ کا۔ اس وجہ سے رافضی، شیعہ حضرات بھی ایمان سے نکل گئے اور اسلام سے خارج ہو گئے اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔

رافضیوں کا الزام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر

حدیث شریف: ہمارے آقا پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! جس کا میں مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں۔ اے اللہ اس سے محبت فرما جو علی سے محبت کرے اور اس کو دشمن جان۔ جو علی کو دشمن جانے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت علی، حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے ملے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابن ابی طالب تم صبح وشام خوش ہو اور تمہیں ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کا مولا و مددگار ہونا مبارک ہو۔ (احمد، مشکوۃ، ص ۵۶۵)

رافضی حضرات اس حدیث اور اس طرح کی دوسری حدیثوں سے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنا چاہتے ہیں اور عجیب وغریب گمراہی و بے ایمانی کی باتیں کرتے ہیں، یہاں تک کہتے ہیں کہ جبرئیل فرشتے نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت وولایت کا اعلان کیجئے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ڈرتے تھے۔ اس وجہ سے اعلان نہیں کرتے تھے اور دوسرا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ لوگ منافق ہیں وہ مانیں گے نہیں (معاذ اللہ تعالیٰ یہ جہنمی فرقہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جانب اشارہ کررہا ہے کہ وہ دونوں منافق تھے۔ معاذ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منافق کہنا قرآن کا انکار ہے اور قرآن کا انکار صریح کفر ہے۔ لہٰذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منافق کہنے والا بلا شک وشبہ کافر ہے اور یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کو منافق کہا یہ سراسر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر الزام ہے، تہمت ہے اور پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر بہتان لگانے والا ہرگز مومن نہیں ہو سکتا یقیناً وہ شخص کافر و مرتد ہے اسی لئے رافضی، شیعہ کافر و مرتد ہیں اور

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے صحابہ تمہارے ایمان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور میرے ابوبکر کے ایمان کو ایک پلڑے میں تو ابوبکر صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ایمان کا پلڑا وزن دار ہوگا اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے کہ عمر سے شیطان دور بھاگتا ہے۔ عمر کی زبان پر حق بولتا ہے۔ عمر کے راستے پر شیطان نہیں آتا۔ (بخاری و مسلم)

اور دوسری حدیث کی مستند کتابوں میں بے شمار حدیثیں موجود ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت عائشہ صدیقہ کی شان کا خطبہ دے رہی ہیں۔

اور ان کی شان و عظمت کو سمجھنے اور پہچاننے کے لئے یہ کافی ہے کہ ہر جمعہ کے خطبہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام کے بعد ان دونوں مبارک، ہستیوں کا نام لیا جاتا ہے۔ کیا ان کی شان و عظمت کو سمجھنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔ اور بعد وصال بھی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان دونوں ہستیوں کو اپنے پہلو میں سُلا رکھا ہے، جب خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو چاہا ہے تو ہر مسلمان کو انہیں چاہنا چاہئے اور ان پر اپنا دل و جان قربان کرنا چاہیے۔

خوب فرمایا سرکار اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

سایۂ مصطفےٰ مایۂ اصطفاء
عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

وہ عمر جن کے اعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

حضرات! رافضیوں کی بکواس کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے غدیر خم کے موقع پر اعلان فرمایا، "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ" والی حدیث تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا اعلان تھا کہ میرے بعد علی خلیفہ ہوں گے۔ کتنا کھلا جھوٹ اور فریب ہے۔ اور جھوٹی بات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی جانب منسوب کرنا منافق و کافر کی پہچان ہے۔

قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ابن عساکر نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بصرہ تشریف لائے تو دو صحابی نے آپ سے پوچھا کہ ہمیں بتلایئے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہوگے تو یہ بات کہاں تک سچ ہے۔ اس لئے کہ آپ سے زیادہ اس معاملہ میں صحیح بات اور کون بتا سکتا ہے۔ تو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ بات غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے خلافت کے معاملہ میں وعدہ فرمایا تھا۔ جب میں نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی تو اب میں غلط بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کرسکتا۔ اگر ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے خلافت کا وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہونے نہیں دیتا۔ یہ تو سب لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اچانک کسی نے قتل نہیں کیا اور نہ آپ کا یکایک وصال ہوگیا بلکہ کئی دن تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیمار رہے اور جب آپ کی بیماری نے زور پکڑا اور مؤذن نے آپ کو نماز کے لئے بلایا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ پر نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور مشاہدہ فرماتے رہے۔ اسی طرح تین بار فرمایا کہ میری جگہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سمجھ گئے تھے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا اپنی جگہ پر نماز کی امامت کا حکم دینے کا مطلب تھا کہ میرے بعد میری جگہ پر مسلمانوں کے خلیفہ اور امام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ جب ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا وصال ہوگیا تو ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور ان کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سچی بات یہی ہے کہ وہ اس کے اہل بھی تھے۔ اسی لئے کسی نے بھی آپ کی خلافت سے انکار نہیں کیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور کسی نے بھی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں ذرہ برابر بھی روگردانی نہیں کی۔ اور میں نے بھی آپ کی اطاعت قبول کرلی۔ اور جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ خوف ہوا کہ وہ ایسے شخص کو نہ خلیفہ بنادیں جس کا جواب قیامت کے دن ان کو دینا پڑے۔ اس لئے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد کو بھی خلافت کے لئے نامزد نہیں فرمایا بلکہ آپ نے خلافت کا معاملہ صحابہ کے سپرد کردیا اور سب نے مشورہ کرنے

کے بعد حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ میں نے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت قبول کر لی۔ ان کے حقوق ادا کئے ان کے ساتھ جنگیں لڑیں اور انہوں نے جو دیا اس کو خوشی خوشی قبول کیا۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۱)

اے ایمان والو! سرچشمۂ ولایت امیر المومنین حضرت سیدنا مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واضح بیان سے ظاہر ہو گیا کہ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی ایسا وعدہ نہیں فرمایا تھا جو خلافت سے تعلق رکھتا ہو۔ لہٰذا رافضی حضرات یا جو لوگ بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل کے بارے میں جو حدیثیں پیش کرتے ہیں وہ سب من گڑھت ہیں اور اس طرح کی بات کر کے وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب جھوٹی باتوں کو منسوب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے گمراہ فرقہ یعنی رافضیوں کے شر و فساد سے محفوظ رکھے۔ اور چاروں خلفائے کرام سے سچی محبت اور ان کی غلامی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

صدیق و عمر کی محبت علی کے ساتھ: طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہمارے آقا رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں سیدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح (سید السادات) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ کر دوں۔

پیارے ایمان والے بھائیو! بہت غور سے سنیے ایک دن کی بات ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ تشریف رکھتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ چلو ہم سب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلتے ہیں اور ان کو مشورہ دیں گے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں عرض کریں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کر دیں۔ اگر شادی کے اخراجات کا مسئلہ آئے گا تو ہمارے مال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حاضر ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اے ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اچھے کاموں کی توفیق عنایت فرماتا ہے۔ اٹھو اللہ تعالیٰ کے کرم و برکت پر توکل کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تینوں حضرات، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں مسجد سے باہر نکلے، گھر میں معلوم کیا تو وہاں نہ پایا۔ آپ اپنے اونٹ کے ذریعہ پانی نکال کر ایک انصاری کا باغ سیراب

کرنے گئے ہوئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اس باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان حضرات کو آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ آپ حضرات کیسے تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، خیر و خوبی کی کوئی خصلت نہیں جس میں آپ کو سبقت و فضیلت حاصل نہ ہو۔ سرداران قریش نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ طلب کیا لیکن کامیاب نہیں ہوئے آپ اس سعادت کے حصول کے لئے کوشش کریں مجھے پوری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا پیارا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس رشتہ کو آپ کے لئے روکے ہوئے ہیں یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ فرمایا:

اے ابوبکر! آپ نے میرے پُر سکون جذبات میں ہیجان برپا کر دیا ہے اور ایک خوابیدہ تمنا کو بیدار کر دیا ہے۔ میں تہ دل سے اس سعادت کے حصول کا متمنی ہوں، لیکن مفلسی اور تنگدستی کے باعث اس خواہش کے اظہار کی جرأت نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے علی ایسا مت کہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نزدیک دنیا اور مافیہا کی قدر و منزلت ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں۔

چنانچہ ان حضرات کے مشورے اور حوصلہ افزائی سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور اپنا پیغام پیش کیا اور شرف قبولیت سے باریاب ہوئے۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

جلدی سے باہر آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتظر پایا، انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے جب یہ خوش خبری انہیں سنائی تو ان کو بے پناہ مسرور و خوش پایا اور سب مسجد میں آگئے۔ (کشف الغمہ، ج ۱، ص ۳۶۷)

اے ایمان والو! اس واقعہ کو سننے کے بعد یقیناً آپ حضرات اس نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دل میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کس قدر محبت تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ طے ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مرضی کے ساتھ ان دونوں بزرگوں کی شادی کا نیک مشورہ بھی شامل تھا۔ اچھے کام کا مشورہ دوست ہی اپنے دوست کو دیتا ہے۔

محبت سے لبریز واقعہ: امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالقصہ جانے کے لئے پابہ رکاب تھے جس میں کافی خطرہ تھا۔ امیر المومنین کی جان کے نقصان کا ڈر تھا۔ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ جب

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالقصہ جانے کے لئے تیار ہوئے اور اپنی سواری پر بیٹھ گئے تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی سواری کا مہار پکڑ لیا اور کہا اے خلیفہ رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کہاں جارہے ہیں، میں آپ سے وہی کہتا ہوں جو جنگ احد کے موقع پر ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اپنی تلوار نیام میں رکھو اور ہم سب کو اپنی دائمی جدائی کا صدمہ نہ دو اور مدینہ واپس جاؤ، اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچا تو اسلام کا شیرازہ ہمیشہ کے لئے بکھر جائے گا۔ چنانچہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس ہو گئے۔ (ابن کثیر ج ٦ ص ٣١٤)

اے ایمان والو! محبت سے لبریز اس واقعہ کو بغور سنئے کہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبوب مصطفیٰ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کس قدر محبت و الفت تھی کہ خطرہ کی جگہ جہاں جان جانے کا اندیشہ تھا حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سواری کا لگام پکڑ لیا کہ آپ ہرگز اس خطرہ کی جگہ نہ جائیں، اس لئے کہ آپ کی ذات سے اسلام کی ساری بہاریں وابستہ ہیں مگر رافضیوں کا برا ہو جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گالیاں بکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جہنمی فرقہ یعنی رافضی مذہب سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب جنت پر ہوں گے

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد پیش کی۔ کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو مبارک ہو، تو حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے کس بات پر مجھے مبارک بادی دی ہے، تو حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پیارے نبی مالک جنت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنت کے دروازہ پر ہوں گے اور وہ جس کو اجازت دیں گے وہی جنت میں داخل ہوگا۔ تو حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابو بکر صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کو بھی مبارک ہو، تو حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ مجھے کس بات کی وجہ سے مبارک باد دے رہے ہیں؟ تو حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم جس کو اجازت دو گے وہی جنت میں

داخل ہوگا اور اس کو جنت میں نہ جانے دینا جو ابو بکر صدیق اکبر سے عداوت رکھتا ہو۔ لیکن اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم اس کو جنت میں جانے کی اجازت دینا جو شخص میرے رفیق ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہو تو اس بات پر میں نے آپ کو مبارک باد پیش کیا ہے۔ (نزہۃ المجالس، ج ۲)

گویا حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں داخلے کے لئے پروف کارڈ کے طور پر حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت دیکھیں گے تو اب رافضیوں کا کیا حشر ہوگا جن کے پاس جنت میں داخلہ کا پروف کارڈ یعنی دامن ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہیں ہے اور ہم اہل سنت بد ہیں، گنہگار ہیں لیکن دامن صدیق و عمر اور عثمان و حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر نازاں ہیں۔ خوب فرمایا میرے آقا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)

درود شریف:

محبت عمر، علی کے ساتھ رضی اللہ عنہما

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں دو دیہاتی لڑتے ہوئے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، آپ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ کر دیا تو ان میں سے ایک دیہاتی نے کہا کہ یہ یعنی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمارے درمیاں کیا فیصلہ کرے گا۔ یعنی اس شخص نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی تو یہ سنکر امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آگئے اور اس پر ٹوٹ پڑے اور اس گستاخ کا گریبان پکڑ کر فرمایا تو جانتا ہے یہ کون ہیں؟ یہ تیرے اور ہر مومن کے مولیٰ و مددگار ہیں اور جس کے یہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مولیٰ نہیں وہ مومن نہیں۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۷۷)

حضرت علی پر حضرت عمر کا اعتماد

حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مراد مصطفیٰ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتماد کا یہ عالم تھا

کہ جب ملک شام کا سفر آپ کے لئے ضروری ہو گیا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور واپسی تک تمام امور خلافت حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انجام دیتے رہے۔ (ابن خلدون ج ۳، ص ۲۱۴)

حضرت علی و حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی آپس میں محبت

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو عام صحابہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پورے عہد عثمانی میں اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ فتنہ وشورش کے ایام میں جب مصریوں کا ایک وفد آپ سے ملا اور اس نے یہ کہا کہ ہم عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی امارت سے بیزار ہیں آپ ہم سے بیعت لے لیجئے۔ تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ سے کانپ اٹھے اور فرمایا: لشکر ذومروہ وذوخشب واعوص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ملعون ہے۔ (ابن خلدون ج ۳، ص ۲۱۴)

ان پر آشوب حالات میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھر پور حمایت کرتے اور پر خلوص مشورے دیتے رہے جب بلوائیوں کی شدت بڑھ گئی اور امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں بیٹے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوائیوں کی مدافعت کے لئے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے دروازے پر کھڑا کر دیا تھا تا کہ کوئی بلوائی گھر کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ (ابن خلدون ج ۳، ص ۲۹۶)

اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت

امیر المومنین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شہید کر دیئے گئے اور یہ جانکاہ خبر جب مدینہ پہنچی تو کوچہ و بازار میں کہرام مچ گیا، ہر آنکھ اشکبار تھی، بہت سے صحابہ کرام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ دیکھیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر ان کا کیا حال ہے۔ حضرت زید بیان کرتے ہیں کہ سب لوگ ہجوم کی شکل میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر پہنچے تو وہاں حادثہ کی خبر پہلے سے پہنچ چکی تھی اور ام المومنین غم سے نڈھال آنسوؤں سے تر بتر بیٹھی ہیں، لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو خاموشی سے لوٹ آئے۔ حضرت زید بیان فرماتے ہیں کہ دوسرے دن مشہور ہوا کہ ام المومنین رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی قبر پر جا رہی ہیں، مسجد میں جتنے بھی انصار و مہاجرین تھے سب استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کرنے لگے مگر ام المومنین خاموش تھیں، نہ زبان بولتی تھی، شدت گریہ سے زبان بند تھی، دل تنگ تھا، چادر تک نہ سنبھلتی تھی، بار بار پاؤں میں الجھتی تھیں اور آپ لڑکھڑا لڑکھڑا جاتیں، لوگ پیچھے پیچھے چلے آرہے تھے، حجرۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں داخل ہوئیں تو دروازہ پکڑ کر کھڑی ہو گئیں اور ڈوبے ہوئے دل کے ساتھ ٹوٹی ہوئی آواز میں کہنے لگیں اے نبی ہدایت تم پر سلام، اے ابوالقاسم آپ پر سلام اور آپ کے دونوں عزیز ساتھیوں پر سلام اور آپ کے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپ کو سنانے آئی ہوں، اللہ تعالیٰ کی قسم آپ کا پیارا بھائی آپ کا چنا ہوا دوست آپ کی محبوب ترین بیٹی کا شوہر قتل ہو گیا واللہ تعالیٰ وہ قتل ہو گیا۔ جس کی بیوی افضل ترین عورت تھیں واللہ تعالیٰ وہ قتل ہو گیا جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اترا، میں رونے والی غمزدہ ہوں میرا آنسو رکتا نہیں، دل بیٹھا جا رہا ہے، اگر قبر کھل جاتی تو آپ کی زبان بھی یہی کہتی کہ تیرا عزیز ترین اور معزز ترین وجود قتل ہو گیا۔ اس طرح رو رو کر ام المومنین فریاد کرتی رہیں اور کہا کہ اب عرب جو چاہیں کریں کوئی ان کو روکنے والا باقی نہیں رہا۔ (ابن خلدون ج ۲ ص ۳۴۷)

درود شریف:

اے ایما والو! ان سچے واقعات کی روشنی میں آپ کے دل میں اس کے سوا کیا تاثر پیدا ہو سکتا ہے کہ چاروں خلفائے کرام برحق تھے اور ان چاروں یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان کوئی مغایرت و دوری اور بغض و عداوت نہیں تھی بلکہ ایک دوسرے میں بڑی محبت اور بھائی چارگی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مابین اختلافات میں جانا ایمان کو کمزور کرنا ہے۔ سارے صحابہ آپس میں بھائی بھائی تھے، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدرد و مونس و غمخوار تھے۔ صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق اکبر پھر حضرت عمر فاروق اعظم پھر حضرت عثمان غنی ذوالنورین ان کے بعد حضرت مولیٰ علی شیر خدا تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام مومنین کی ماں ہیں اور مومن کبھی بھی اپنی ماں سے عداوت و بغض نہیں رکھتا۔ ہم اہل سنت ہیں ہم پر سب کی محبت حسب مدارج فرض ہے۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت

اے ایمان والو! امیر المومنین حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و بہادری کی شہرت عام

ہے۔ آپ شیر خدا ہیں آپ سوائے غزوۂ تبوک کے باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے اور بے شمار کافروں کو واصل جہنم کیا ۹ھ میں غزوۂ تبوک پیش آیا تو آقائے کائنات صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے محمد بن مسلمہ انصاری کو مدینہ کا محافظ اور اہل بیت اطہار کی خبر گیری کے لئے حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ کو مقرر فرمایا۔ (بخاری باب غزوۂ تبوک)

اسلام کی پہلی جنگ: جنگ بدر میں لشکر کفار کے سردار عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لیکر سب سے پہلے میدان میں آیا اور مقابلہ کے لئے پکارا، لشکر اسلام میں سے حضرت عون، حضرت معاذ اور حضرت عبد اللہ رواحہ ان کے مقابلے کے لئے نکلے، عتبہ نے نام و نسب پوچھا، جب اس کو معلوم ہوا کہ انصار ہیں، تو عتبہ نے پکارا کہ اے محمد صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم یہ لوگ ہمارے برابر کے نہیں۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے انصار کو واپس بلا لیا اور حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالی عنہم کو بھیجا۔ عتبہ حضرت حمزہ اور ولید حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہما کے مقابل ہوا، دونوں مارے گئے لیکن شیبہ کافر نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالی عنہ کو زخمی کر دیا تو حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے بڑھ کر شیبہ کو بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد معرکہ جنگ بہت گرم ہو گیا۔ حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے بہت سے کفار کو قتل کیا۔

حضرت ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ بدر کے دن آسمان سے ایک فرشتہ نے جس کا نام رضوان ہے پکارا۔ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارِ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ (البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۲۲۴، الریاض النضرہ ج ۲، ص ۱۵۱)

جنگ احد میں لشکر اسلام کامیاب ہو گئے تھے اور لشکر کفار میدان چھوڑ کر بھاگے اور اپنا مال و اسباب میدان میں چھوڑ گئے تو مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں کافر میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے ہیں تو مسلمان مال غنیمت کے حصول میں لگ گئے اور ادھر کافروں کا منتشر لشکر یکجا ہو کر لشکر اسلام پر حملہ کر دیا۔ مسلمان کافروں کے محاصرے میں آ گئے اور بہت سے صحابہ شہید کر دیئے گئے۔ اس وقت آقائے کائنات صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم بھی کافروں کے بیچ میں تھے۔ کافروں نے اعلان کر دیا کہ اے مسلمانوں تمہارے نبی (صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم) شہید کر دیئے گئے۔ اس اعلان کو سن کر مسلمان بہت پریشان ہو گئے یہاں تک کہ بہت سے لوگ میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کا خیال تھا کہ جب حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ہی نہ رہے تو جنگ کس کے لئے لڑیں گے۔ ایسے سخت اور مشکل وقت میں حضرت مولی علی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب کافروں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم بھی نظر نہیں آ رہے ہیں تو پہلے میں نے اپنے آقا صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو زندوں میں تلاش کیا مگر نہیں پایا، پھر شہیدوں میں تلاش کیا وہاں بھی نہیں پایا تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ایسا ہرگز

نہیں ہوسکتا کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میدان جنگ سے بھاگ جائیں۔لہذا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو آسمان پر اٹھالیا ہو۔اس لئے اب بہتر یہی ہے کہ میں تلوار لے کر کافروں میں گھس جاؤں یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں۔مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے تلوار سنبھالی اور کافروں میں گھس کر ایسا سخت حملہ کیا کہ کفار کا لشکر ادھر ادھر ہو گیا یہاں تک کہ میں نے آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھ لیا، قلب مطمئن ہو گیا اور خوشی کی انتہا نہ رہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حفاظت فرمائی، میں دوڑا اور اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔کفار کا لشکر آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھنے لگا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کافروں کو روکو،تو میں نے تنہا ان سب کا مقابلہ کیا اور ان کو اپنے پیارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے دور کر دیا اور کئی کافروں کو قتل بھی کیا۔اس کے بعد کافروں کا ایک گروہ پھر آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر حملہ کرنے کی نیت سے بڑھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پھر میری جانب اشارہ فرمایا تو میں نے پھر اس گروہ کا اکیلے مقابلہ کیا،حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے میری شجاعت و بہادری کی تعریف کی تو ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اِنَّهُ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ یعنی علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔اس ارشاد پاک کو سن کر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: فَاَنَا مِنْكُمَا یعنی میں تم دونوں سے ہوں۔

اور محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے روز عمرو بن عبدود (جس کے بہادری کا یہ عالم تھا کہ اکیلا ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا) میدان جنگ میں اس طرح نکلا کہ پورے جسم پر لوہے کی زرہیں پہنے ہوئے تھا،میدان میں آتے ہی اس نے بلند آواز سے پکارا۔ ہے کوئی جو میرے مقابلہ کے لئے آئے۔عمرو بن عبدود کی آواز سن کر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور اس کے مقابلے کے لئے آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اجازت طلب کی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جاؤ، یہ عمرو بن عبدود ہے۔ دوسری بار عمرو ابن عبدود نے پھر آواز دی کہ میرے مقابلے کے لئے کون آتا ہے؟ دوسری مرتبہ پھر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت طلب کی مگر آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت نہیں دی۔ تیسری بار پھر عمرو بن عبدود نے مقابلہ کی دعوت دی اور کچھ اشعار پڑھے تو حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکمال ادب اپنے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عمرو بن عبدود سے مقابلہ کے لئے اجازت طلب کی تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اجازت عطا فرمادی اور عمامہ مبارک اپنے دست مبارک سے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

سر پر باندھا اور اپنی زرہ اتار کر پہنا دی اور اپنی ذوالفقار ان کو عطا کی اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی عبیدہ بن حارث کو تو نے بروز بدر اور حمزہ بن عبدالمطلب کو تو نے بروز احد اپنے پاس بلا لیا اب یہ علی تیرا بندہ میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے میں اس کو تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ الٰہی تو علی کی مدد فرما اور صحیح و سالم، مظفر و منصور پھر مجھ سے ملا۔

شاہ مرداں، شیر یزداں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے سامنے پہنچے عمرو کا قول تھا کہ اگر کوئی شخص مجھ سے تین باتوں کی درخواست کرے تو اس میں سے ایک بات ضرور قبول کروں گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا واقعی یہ تیرا قول ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو اسلام قبول کر؟ اس نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ نے فرمایا تو لڑائی سے واپس گھر چلا جا؟ اس نے کہا کہ میں قریش کی عورتوں کے طعنے نہیں سن سکتا۔ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پھر لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ عمرو ہنسا اور کہا کہ مجھ کو یہ امید نہ تھی کہ کوئی بھی مجھ سے بھی کہے گا کہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل تھے اس لئے اس کی غیرت نے گوارہ نہ کیا کہ سوار ہو کر مقابلہ کرے۔ گھوڑے سے اتر آیا اور اس نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے نام بتایا۔ اس نے کہا ابھی تم کمسن نوجوان ہو میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا اور تمہارے باپ میرے دوست تھے، مجھ کو پسند نہیں کہ اپنی تلوار سے تمہارا خون بہاؤں۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لیکن مجھ کو تمہارا خون بہانا پسند ہے۔ عمرو اب غصہ سے بیتاب تھا، تلوار میان سے نکالی اور ایک دم آپ کے سر پر وار کر دیا۔ آپ نے اس وار کو سپر پر روکا لیکن تلوار ڈھال کو کاٹتی ہوئی پیشانی پر لگی جس سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہلکا سا پیشانی پر زخم آ گیا۔ پھر شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھل کر اپنی ذوالفقار کا ایسا زبردست وار کیا جس سے اس کا شانہ کٹ گیا اور تلوار نیچے اتر گئی گویا اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور آپ نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نعرۂ تکبیر کی صدا کو سنا۔ عمرو بن عبدِ وُد زمین پر خاک و خون میں پڑا ہوا تھا اور میدان کا ذرہ ذرہ زبان حال سے پکار رہا تھا۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیْ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَارْ

فاتح خیبر: غزوۂ خیبر بھی ایک اہم معرکہ تھا خیبر کا قلعہ بڑا مضبوط تھا جسے فتح کرنا آسان نہ تھا، خیبر کے قلعہ کو فتح کرنے کے لئے ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا، دوسرے دن حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عنایت فرمایا لیکن خیبر کا قلعہ فتح نہ ہوا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمایا کہ کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دونگا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح نصیب کرے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اسے محبوب رکھتے ہیں۔ چنانچہ لوگ انتظار کرتے رہے، آرزو مندوں کی رات گزارنی مشکل ہوگئی، مجاہدین کی نیندیں اڑ گئیں، ہر ایک کی یہی تمنا و آرزو تھی کہ یہ نعمت اس کے نصیب میں آئے۔ لیکن جب صبح ہوئی تو آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ۔ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا، ان کو تکلیف ہے۔ وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ نے فرمایا انہیں بلا لو! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر کئے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کے شفا بخش لعاب کو ان کی آنکھوں میں ڈالا اور دعا فرمائی۔ اسی وقت ایسا آرام ہوگیا گویا آپ کو کبھی تکلیف ہی نہ تھی۔ (بخاری، ج ۱، ص ۵۲۵، مسلم شریف، مشکوٰۃ ص ۵۶۳)

اے ایمان والو! اللہ اکبر، اللہ اکبر، ہمارے حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مبارک لعاب دہن کھاری کوئیں میں پڑ جائیں تو پانی ہمیشہ کے لئے میٹھا ہو جائے اور دکھتی ہوئے آنکھ میں ڈال دیا جائے تو آنکھ کا درد اسی وقت ختم ہو جائے۔ یہ شان ہے ہمارے سرکار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لعاب دہن شریف کی۔ اب ان لوگوں کا حال معلوم کریں جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنے جیسا بشر اور بڑا بھائی کہتے ہیں ان سے سوال کیا جائے کہ جناب آپ کے ناپاک تھوک کا کیا حال ہے؟ اگر پانی میں پڑ جائے تو کوئی پینے کے لئے تیار نہ ہو اور بیشمار بیماریوں کی جڑ ثابت ہو۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنا بڑا بھائی اور اپنے جیسا بشر جانتے ہو۔ توبہ کرلو، ایمان لے آؤ۔ کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لعاب شریف کی یہ شان اور یہ برکت ہے تو میرے سرکار رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان وشوکت کا عالم کیا ہوگا۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

درود شریف:

چنانچہ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم کیا میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ نرمی سے کام لو، پہلے

انہیں اسلام کی طرف بلاؤ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر کیا حقوق ہیں۔ خدا کی قسم اگر تمہاری کوشش سے ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگا۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۶۳)

اس کے بعد حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈا لے کر یہودیوں کے قلعہ کی طرف بڑھے، آپ جب قلعہ کے قریب پہنچے تو قلعہ کے اوپر ایک یہودی کھڑا تھا، اس نے پوچھا اے صاحب علم! تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے اس سے فرمایا میں علی ابن ابی طالب ہوں، اس یہودی نے اپنی قوم سے کہا، قسم ہے توریت کی تم اس شخص سے مغلوب ہوگے۔ یہ فتح حاصل کئے بغیر نہ لوٹے گا۔ وہ یہودی مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات و اوصاف اپنی کتابوں میں پڑھ چکا تھا۔ آپ کے مقابلہ کے لئے حارث یہودی نکلا، آپ نے اس کو قتل کیا۔ پھر اس کا بھائی مرحب مقابلہ کے لئے نکلا، یہ بڑا بہادر اور جنگجو تھا، تمام یہودیوں میں اس جیسا کوئی بہادر نہ تھا۔ یہ کہتے ہوئے مقابلہ کے لئے آیا کہ میں مرحب ہوں، زبردست طریقہ سے ہتھیار چلانے والا بہادر ہوں۔ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرْ یعنی میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا یعنی شیر۔ یہ فرمایا اور پھر اس ملعون کو اس زور سے تلوار ذوالفقار ماری کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ پھر آپ نے قلعہ خیبر کے دروازے کو اکھاڑنے کے لئے ہاتھ ڈالا تو سارا قلعہ تھرتھرانے لگا۔ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ کے آہنی اور مضبوط دروازہ کو اکھاڑ دیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کا دروازہ اپنی پیٹھ پر اٹھالیا تھا اور اس پر مسلمانوں نے چڑھ کر قلعہ کو فتح کر لیا تھا، اس کے بعد آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا، جب لوگوں نے اسے گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالنا چاہا تو چالیس آدمیوں سے کم اسے اٹھا نہ سکے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴)

اور ابن عساکر نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ خیبر میں قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر ہاتھ میں لے کر اس کو ڈھال بنالیا وہ پھاٹک ان کے ہاتھ میں ڈھال کے طور پر برابر رہا اور وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں خیبر کو فتح فرمایا، اس کے بعد دروازہ کو آپ نے پھینک دیا تو کئی آدمیوں نے مل کر اسے پلٹنا چاہا مگر وہ نہیں پلٹا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴)

اور ایک روایت میں ہے کہ ستر آدمی مل کر اس دروازہ کو ہلا تک نہ سکے۔ علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل فرمایا کہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا میں نے قلعہ خیبر کا دروازہ قوت جسمانی سے نہیں بلکہ قوت ربانی سے اٹھالیا تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۵، ص ۴۶۷)

قلعہ کا دروازہ جب اکھاڑ دیا گیا تو اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہو گیا اور فتح حاصل ہو گئی۔ فتح کے بعد آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے خیمہ کے باہر تشریف لائے اور فاتح خیبر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استقبال کیا۔ اور ان کو اپنی آغوش میں لے کر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے جب بھی کوئی اہم مسئلہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا جاتا تو وہ بہت بہتر جواب دیا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۸۳)

مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قرآن کی ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ یہ آیت کس کے بارے میں اور کہاں نازل ہوئی ہے اور ہر آیت کے متعلق یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو اس تفسیر کی کتابیں ستر اونٹوں پر لادی جائیں گی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۳)

بسم اللہ کی ''ب'' کا نقطہ

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ سارے علوم قرآن میں اور قرآن کے سارے علوم سورہ فاتحہ میں ہیں اور سورہ فاتحہ کے سارے علوم بسم اللہ میں ہیں اور بسم اللہ کے سارے علوم بسم اللہ کی ''ب'' میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو باب مدینۃ العلم ہیں فرماتے ہیں اَنَا النُّقْطَۃُ تَحْتَ الْبَاءِ (ب) کے نیچے کا نقطہ میں ہوں۔ (روح البیان ج ۱، ص ۶۰۳)

گویا قرآن کے علوم کا خزانہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پُرنور سینہ ہے۔

اے ایمان والو! کتاب اللہ کی تفسیر، احادیث کریمہ کی روایت و توضیح اور پیچیدہ فقہی مقالات کے

لطیف حل، عجیب النوع مقدمات کے نایاب فیصلے، اخلاق واوصاف کے متعلق وقعت آمیز بیشمار واقعات، تصوف و سلوک کے اسرار، دقیق علمی نکات، فصاحت و بلاغت سے لبریز خطبات، کتب احادیث و تاریخ میں بکثرت ملتے ہیں، جن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باب مدینۃ العلم حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرنور سینہ کو علوم قرآن ومعارف احادیث کا گنجینہ بنایا تھا، اس لئے اہل علم ونظر کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین و دنیا کے مسائل میں جو بھی فیصلے فرمائے وہ بے نظیر اور حق ہیں۔

حضرت ابی حزن بن اسود فرماتے ہیں کہ ایک مجنونہ عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا، لوگوں نے اس عورت پر زنا کا الزام لگایا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کے رجم کا ارادہ فرمایا، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم کی روشنی میں فرمایا کہ چھ ماہ کے بعد بھی بچہ ہوسکتا ہے۔ **فَتَرَکَ عُمَرُ رَجْمَهَا وَقَالَ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ۔** تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے رجم کا ارادہ ترک کردیا اور فرمایا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا یعنی ایک بے گناہ عورت کا سنگسار ہونا میری ہلاکت کا باعث بن جاتا۔ (استیعاب ج ۲ ص ۴۷۴)

(۱) ایک یہودی کا واقعہ: حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی مبارک گھنی اور بھری ہوئی تھی، چنانچہ ایک دن ایک یہودی جس کی داڑھی کے بال بہت مختصر اور کم تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ فرماتے ہیں کہ قرآن میں ہر شئے کا بیان ہے تو بتایئے کہ قرآن میں میری مختصر اور آپ کی گھنی داڑھی کا ذکر کہاں ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ سورہ اعراف میں ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ط

یعنی جو اچھی زمین ہے اس کی ہریالی اللہ کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس میں سے نہیں نکلتی مگر تھوڑی بمشکل۔ (پارہ ۸ ع ۱۴)

لہٰذا وہ اچھی زمین میری ہے اور وہ خراب زمین تیری تھوڑی ہے۔

(۲) ایک عورت جس نے زنا کا فعل قبیح کیا اور حاملہ ہوگئی اس زانیہ عورت کا مقدمہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار عدالت میں پیش کیا گیا شرعی ثبوت کے بعد آپ نے اس زانیہ عورت کو سنگسار کا حکم فرمایا۔ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پیارے آقا رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنگسار کیا جائے اس لئے کہ زنا کا گناہ عورت نے کیا ہے۔ مگر اس عورت کے پیٹ کا بچہ بے گناہ ہے۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے بعد امیر المومنین حضرت عمر

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فیصلے سے رجوع کرلیا اور فرمایا۔ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ۔ یعنی اگر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوتے تو عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہلاک ہو جاتا۔

(۳) ایک شخص نے دو عورتوں سے نکاح کیا، اتفاق سے ایک ہی رات اور ایک ہی جگہ دونوں نے بچے جنے ایک کے لڑکی اور ایک کے لڑکا پیدا ہوا رات اندھیری تھی اس لئے ان دونوں عورتوں میں اختلاف ہو گیا کہ لڑکی کس کی ہے اور لڑکا کس کا ہے۔ دونوں عورتوں کا مطالبہ تھا کہ لڑکا میرا ہے۔ یہ مقدمہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے دونوں عورتوں کے دودھ کا وزن کیا جس کا دودھ وزنی تھا اس کو لڑکا دیکر فرمایا یہ بچہ اس کا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ مسئلہ آپ نے کہاں سے نکالا ہے تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قرآن سے۔ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے مرد کو ہر چیز میں فضیلت دی ہے یہاں تک کہ غذا میں بھی۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۱۶۲)

(۴) حضرت حنش بن معتمر فرماتے ہیں کہ ایک عورت کے پاس دو قریشی آدمی آئے اور سو دینار بطور امانت رکھ گئے اور دونوں نے اس عورت سے کہا کہ جب تک ہم دونوں ایک ساتھ تیرے پاس نہ آئیں کسی کو روپیہ نہ دینا۔ ایک سال گزرنے کے بعد ان میں سے ایک نے آکر کہا کہ میرا دوسرا ساتھی مر گیا ہے لہٰذا وہ سو دینار مجھے دے دے۔ اس شخص نے دیدیا۔ وہ سال گزرنے کے بعد وہ دوسرا ساتھی بھی آگیا۔ اور اس نے سو دینار کا مطالبہ کیا۔ اس عورت نے کہا کہ تمہارا ساتھی میرے پاس ایک سال پہلے آیا تھا اور یہ کہہ کر کہ میرا ساتھی مر گیا ہے۔ مجھ سے وہ سو دینار لے گیا ہے۔ اس شخص نے کہا کیا تمہارے ساتھ یہ عہد نہ تھا کہ جب ہم دونوں ساتھی ایک ساتھ نہ آئیں یہ امانت کا روپیہ کسی ایک کو نہ دینا؟ پس اس عورت اور اس مرد میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ اور مقدمہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پہنچا اور آپ نے دونوں کے بیانات سنے اور سمجھ گئے کہ یہ مرد اس عورت سے دھوکہ کر رہا ہے۔ فرمایا کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جب تک ہم دونوں ایک ساتھ نہ آئیں تم یہ روپیہ کسی ایک کو نہ دینا؟ کہا ہاں۔ تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تیرا مال ہمارے پاس ہے جا اپنے ساتھی کو لے آ اور دونوں ایک ساتھ آکر اپنا مال لے جاؤ۔ (الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۶۷، تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۷۷)

(۵) ہمارے پیارے آقا رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے صحابہ علیہم الرضوان کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو آدمی لڑائی جھگڑا کرتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم میرا ایک گدھا تھا اس شخص کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا ہے۔ مجھے فیصلہ چاہئے۔ حاضرین میں سے ایک

شخص نے کہا کہ جانوروں کے فعل کا کوئی کیا ذمہ دار ہوسکتا ہے؟ تو ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا ان کے درمیان فیصلہ کرو؟ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ وہ دونوں جانور بندھے تھے یا کھلے تھے؟ یا ان میں سے ایک بندھا تھا اور دوسرا کھلا تھا ؟ گدھے کے مالک نے کہا کہ میرا گدھا بندھا تھا اور اس شخص کی گائے کھلی تھی اور یہ شخص اس گائے کے ساتھ تھا۔ گائے کے مالک نے اس بات کی تصدیق کی۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ گائے کا مالک گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے جب یہ فیصلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ حق اور صحیح ہے۔ چنانچہ وہی فیصلہ جاری کیا گیا۔ (نور الابصار، ص ۸۸)

(۶) حضرت زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے، ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے آدمی کے پاس تین روٹیاں تھیں کہ اتنے میں ایک تیسرا شخص آ گیا ان دونوں نے اس کو بھی کھانے کی دعوت دی، وہ شخص بھی کھانے میں شریک ہوگیا، وہ تینوں شخص آٹھوں روٹیاں کھا چکے تو وہ تیسرا شخص اٹھا اور اس نے ان کو آٹھ درہم دے کر کہا کہ یہ عوض ہے۔ اس کھانے کا جو میں نے تمہارے ساتھ کھایا ہے۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تیری تین۔ لہٰذا تین درہم تیرے ہوئے اور پانچ درہم میرے ہوئے تین روٹیوں والے شخص نے کہا کہ میں تین درہم نہیں لوں گا بلکہ آدھے کا حقدار میں بھی ہوں۔ چار درہم تو لے لے اور چار درہم میں لے لوں، بات بڑھ گئی جھگڑے کی نوبت آ گئی۔ مقدمہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ تمام قصہ سن کر آپ نے تین روٹیوں والے شخص سے فرمایا جو کچھ تیرا ساتھی تجھے دے رہا ہے خوشی سے لے لے اس میں تجھے فائدہ ہے۔ اس شخص نے کہا جب تک مجھے میرا حق نہ ملے میں خوش نہیں ہوں گا۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تیرا حق تو ایک درہم ہی ہے۔ اس شخص نے کہا، امیر المومنین! میرا حق ایک درہم کیوں ہے؟ تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں پندرہ تیرے ساتھی پانچ روٹی والے کی اور نو تیری اور تم نے برابر کھایا ہے۔ پس تو نے آٹھ تہائیاں کھائیں اور تیری نو میں سے ایک تہائی بچی اور تیرے دوست کی پندرہ تہائیاں تھیں آٹھ اس نے کھائیں اور اس کی سات بچیں ایک تہائی تیری اور سات تیرے دوست کی آٹھ وہ کھا گیا، آٹھ تہائیاں کھا کر اس نے آٹھ درہم دیئے لہٰذا فی تہائی ایک درہم تیرا اور سات درہم تیرے دوست کے، تو اس شخص نے عرض کیا: اب میں ایک ہی پر راضی ہوں، حق سمجھ میں آ گیا۔ (استیعاب ص ۴۷۵، کنز العمال ج ۵، ص ۲۹۸، الصواعق المحرقہ ص ۱۲۷)

(۷) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتیں ایک لڑکے کے متعلق لڑتی

جھگڑتی دربار مولائے کائنات میں حاضر آئیں، دونوں عورتوں کا کہنا تھا کہ یہ لڑکا میرا ہے۔ پہلے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں عورتوں کو سمجھایا مگر سمجھ میں نہیں آئی، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا، آرہ لاؤ، انہوں نے پوچھا آرہ کس لئے منگار ہے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس لڑکے کے دوٹکڑے کرکے دونوں کو آدھا آدھا دوں گا۔ سچ میں جو ماں تھی یہ سن کر کہ میرے بیٹے کو دوٹکڑے کر دیا جائیگا، تڑپ اٹھی بیقرار ہو کر کہنے لگی امیر المومنین میں اس لڑکے کو نہیں لینا چاہتی یہ لڑکا اسی عورت کا ہے آپ اسی کو دیدیجئے مگر خدا کے واسطے اس کو قتل نہ کیجئے۔ آپ نے وہ لڑکا اسی بیقرار اور بے چین عورت کو دے دیا اور جو عورت خاموش کھڑی رہی آپ نے اس کو ڈانٹا کہ شرم کرنی چاہئے کہ تم نے میرے دربار میں جھوٹ بولا ہے۔ یہاں تک کہ اس عورت نے اپنے جرم کو قبول کرلیا۔ (عشرہ مبشرہ)

(۸) دربار مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تین شخص حاضر ہوئے ان کے پاس سترہ اونٹ تھے، ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ان اونٹوں کو ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ ہم میں ایک شخص آدھے کا حقدار ہے، دوسرا شخص تہائی کا حقدار ہے اور تیسرا شخص نویں حصہ کا حقدار ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہر شخص کو پورے اور صحیح و سالم اونٹ ملیں، کاٹ کر تقسیم نہ کریں اور نہ کسی شخص کو کسی سے روپیہ دلائیں۔

عظیم الشان علم والے آپ کی بارگاہ میں تشریف رکھتے تھے، سب حیران تھے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ ہر شخص کو پورے صحیح و سالم اونٹ ملیں اور کاٹا نہ جائے اور روپیہ بھی نہ دلایا جائے۔ ایک شخص کا آدھا حصہ ہے جو ساڑھے سات ہوئے اور دوسرے شخص کا حق تہائی ہے وہ بھی بغیر کاٹے حل نہ ہوگا اور ایک شخص کا نواں حصہ ہے وہ بھی بغیر اونٹوں کو کاٹے حل نہیں ہوسکتا۔ بغیر ذبح کیے اونٹوں کا مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔

لاکھوں سلام ہوں حضرت علی کی عقل و دانش پر، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹوں کو ایک لائن میں کھڑے کردئے اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ میرا ایک اونٹ لاؤ اور اس لائن میں کھڑا کردو۔ جب آپ کے اونٹ کو ملا کر کل اٹھارہ اونٹ ہو گئے تو جس شخص کا آدھا حصہ تھا اس کو آپ نے نو اونٹ دیا اور جس شخص کا تہائی حصہ تھا اس کو چھ اونٹ دیا اور جس شخص کا نواں حصہ تھا اٹھارہ اونٹوں میں سے اس کو دو اونٹ دے ئے اور اپنے اونٹ کو پھر اپنی جگہ بھجوا دیا۔

کیا شاندار فیصلہ فرمایا کہ نہ تو کوئی اونٹ کاٹا اور نہ ہی کسی کو کچھ روپیہ دیا اور سترہ اونٹوں کو ان لوگوں کی شرائط کے مطابق تقسیم فرمادئے جس پر ہر شخص مطمئن ہوگیا اور اپنا حصہ لے کر چلا گیا

اس فیصلے کو دیکھ کر ارباب محفل حیران و ششدر رہ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ کو علم و دانش کا خزینہ، حکمت وعدالت کا سفینہ اور علم نبوت کا مدینہ بنایا ہے۔

(۹) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مرتے وقت اپنے دوست کو دس ہزار درہم دیے اور وصیت کی کہ جب تم سے اور میرے لڑکے سے ملاقات ہو تو اس میں سے جو چاہو اس کو دیدینا، اتفاق سے کچھ روز بعد اس شخص کا لڑکا آ گیا، اس موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کہ بتاؤ کہ تم مرحوم کے لڑکے کو کتنا دو گے؟ اس شخص نے کہا ایک ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا، اب تم اس شخص کو نو ہزار درہم دو اس لئے کہ جو تم نے چاہا وہ نو ہزار ہیں اور مرحوم نے یہ وصیت کی تھی کہ جو تم چاہو وہ اس کو دیدینا۔ (عشرہ مبشرہ)

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتیں

(۱) اے ایمان والو! حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرچشمہ ولایت اور کان کرامت ہیں۔

حضرت ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد ایک آدمی سے فرمایا کہ فلاں محلے میں ایک مسجد ہے اور اس مسجد کے قریب ایک مکان ہے اس مکان میں تجھے ایک عورت اور ایک مرد کے آپس میں تکرار کرنے کی آواز سنائی دے گی، تم ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ وہ شخص گیا اور ان دونوں کو لے کر حاضر خدمت ہوا، آپ نے ان دونوں سے پوچھا کہ تم رات بھر آپس میں لڑتے کیوں رہے۔ اس نوجوان نے عرض کیا، یا امیر المومنین میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے۔ جب خلوت کا وقت آیا تو مجھے اس عورت سے قدرتی طور پر نفرت ہوگئی۔ اور میں نے اس سے صحبت نہیں کی، اس وجہ سے میری اور اس عورت کی تکرار ہو رہی تھی کہ آپ کا خادم پہونچا اور ہم دونوں آپ کی خدمت میں چلے آئے ہیں۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا تم لوگ باہر چلے جاؤ، کچھ باتیں راز کی کرنی ہیں۔ تمام حاضرین چلے گئے، صرف وہ مرد اور عورت رہ گئے۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا کیا تو جانتی ہے کہ یہ نوجوان کون ہے؟ اس عورت نے عرض کیا نہیں! فرمایا اگر میں تجھ پر تیری مخفی بات ظاہر کر دوں تو تو انکار تو نہیں کرے گی؟ اس عورت نے کہا نہیں!

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تو فلانی اور فلاں کی بیٹی نہیں ہے؟ کہا ہاں، فرمایا کیا تیرا چچازاد بھائی نہیں تھا اور تم دونوں میں محبت نہیں تھی؟ اس عورت نے کہا ٹھیک ہے۔ فرمایا تیرا باپ تیرا نکاح اس سے نہیں کرنا چاہتا تھا اور اپنے پڑوس سے اس کو نکال دیا تھا؟ عرض کیا بالکل ٹھیک ہے۔ فرمایا تو ایک رات قضائے حاجت کے بہانے گھر سے باہر نکلی اور اس سے جا کر ملی تو اس نے تجھ سے صحبت کی اور تو اس سے حاملہ ہوگئی اور تو نے اپنے حمل کو اپنے باپ سے چھپا کر رکھا اور تیری ماں کو یہ بات معلوم ہوگئی۔ وضع حمل کے وقت وہ رات کو تجھے لے گئی اور گھر کے

باہر جا کر تجھے لڑکا پیدا ہوا اور تم نے کپڑے میں لپیٹ کر وہیں رکھ دیا اور وہاں سے چلیں کہ ایک کتا آیا اور اسے سونگھنے لگا۔ تجھے خوف ہوا کہ کہیں اسے کھا نہ جائے۔ تو تو نے ایک پتھر اٹھا کر اس کو زور سے مارا اور وہ پتھر اس بچے کے سر پر لگا اور اس کا سر زخمی ہو گیا۔ تو نے اور تیری ماں نے وہاں جا کر اس بچے کے سر پر پٹی باندھی اور اس بچے کو وہیں چھوڑ دیا اور دونوں گھر چلی آئیں۔ پھر تمہیں اس بچے کا حال معلوم نہیں۔ وہ عورت یہ سن کر حیران وخاموش تھی۔ فرمایا سچ بول! عرض کرنے لگی یا امیر المومنین سچ ہے۔ میری ماں کے علاوہ اس بات کی خبر کسی کو معلوم نہیں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے بتادیا ہے، پھر فرمایا کچھ لوگ صبح وہاں سے گزرے اور اس بچے کو اٹھا کر لے گئے پالا۔ وہ بچہ جوان ہو گیا اور ان کے ساتھ کوفے آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا۔ یہ شخص تیرا وہی بیٹا ہے، پھر آپ نے اس نوجوان کو فرمایا کہ اپنا سر کھول دے، اس نے سر کھولا اور زخم کا نشان نظر آیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ شخص تیرا بیٹا ہے اللہ تعالیٰ نے اس امر سے جو کہ اس نوجوان پر حرام تھا اس کو بچایا ہے۔ اپنے بیٹے کو لے اور گھر جا۔ تم دونوں کے درمیان نکاح نہیں ہے۔ (شمس التواریخ)

(۲) پانی کا چشمہ: جنگ صفین کے وقت آپ کے ساتھیوں کو سخت پیاس لگی، پانی دستیاب نہ تھا۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پانی کی تلاش میں ایک گرجا گھر کے قریب پہونچے۔ راہب سے معلوم کیا کہ پانی کہاں دستیاب ہوگا۔ تو راہب نے بتایا کہ یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سواری کو پچھم کی طرف موڑا اور ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ زمین کھودو، یہاں پانی موجود ہے۔ تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تھی کہ اس کے نیچے ایک بڑا پتھر ظاہر ہوا۔ جسے ہٹانا آسان نہ تھا، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ پتھر پانی پر واقع ہے اس پتھر کو ہٹاؤ گے تو پانی کا چشمہ مل جائے گا کسی طرح اس پتھر کو ہٹاؤ۔ آپ کے ساتھیوں نے پوری طاقت لگادی مگر پتھر کو ہلا نہ سکے۔ لیکن حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آستین چڑھا کر انگلیاں اس پتھر کے نیچے رکھ کر زور دیا تو وہ پتھر ہٹ گیا اور اس کے نیچے ٹھنڈا اور میٹھا صاف وشفاف پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا۔ جس کا پانی اتنا ٹھنڈا اور میٹھا تھا کہ پورے سفر میں اتنا اچھا پانی نہ پیا تھا۔ سارے لوگوں نے اس پانی کو خوب پیا اور اپنے برتنوں کو بھر لیا۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر پانی کے اس چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا اس پر مٹی ڈال دو جب گرجا گھر کے راہب نے یہ دیکھا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت ادب سے پوچھا کیا آپ پیغمبر ہیں؟ فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا کیا آپ فرشتہ مقرب ہیں؟ فرمایا نہیں۔ تو اس نے پوچھا تو پھر آپ کون ہیں؟ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا داماد

اور ان کا خلیفہ ہوں۔ راہب نے کہا ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں، آپ نے ہاتھ بڑھایا تو راہب نے کلمۂ طیب پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راہب سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تم مدت سے اپنے دین پر قائم رہے اور آج میرے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تو راہب نے جواب دیا۔ اے حضرت یہ گرجا اسی کے ہاتھ پر فتح ہونا تھا جو اس چٹان کو ہٹا دے اور پانی کا چشمہ ظاہر کر دے اور ہماری کتابوں میں لکھا ہے۔ اس بھاری چٹان کو ہٹانے والا یا تو پیغمبر ہوگا اور یا تو پیغمبر کا داماد۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ نے اس بھاری وزن دار پتھر کو ہٹا دیا تو میری مراد پوری ہو گئی اور مجھے جس چیز کا انتظار تھا وہ مل گئی۔ راہب سے اس کی گفتگو سن کر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی بھیگ گئی پھر آپ نے فرمایا سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ میں اس کی بارگاہ میں بھولا نہیں ہوں بلکہ میرا ذکر اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ (شواہد النبوۃ)

اے ایمان والو! ان دونوں واقعات کو بار بار سننے کو جی چاہتا ہے اور ہمارا ایمان بھی مضبوط ہوتا ہے اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم غیب کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا علم غیب عطا فرمایا ہے تو جو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی آقا و مولیٰ ہیں یعنی ہمارے سرکار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تو اللہ تعالیٰ نے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو کیسا علم غیب عطا فرمایا ہوگا۔

(۳) حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک حبشی غلام نے چوری کی اس کو آپ کے پاس لایا گیا آپ نے اس سے فرمایا تم نے چوری کی ہے؟ اس نے اقرار کرتے ہوئے کہا، جی ہاں! میں نے چوری کی ہے۔ آپ نے اس شخص کا ہاتھ کاٹ دیا جب وہ ہاتھ کٹوا کے چلا تو راستے میں اس شخص کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن الکراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور اس شخص سے پوچھا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا امیر المومنین امام المسلمین دامادِ رسول شوہر بتول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن الکراء نے کہا۔ انہوں نے تو تیرا ہاتھ کاٹ دیا اور تو ان کی تعریف کر رہا ہے تو اس شخص نے کہا، میں ان کی تعریف کیوں نہ کروں انہوں نے عدل کیا ہے اور حق یہی تھا کہ میرا ہاتھ کاٹا جاتا انہوں نے از روئے حق میرا ہاتھ کاٹ کر مجھے جہنم سے بچا لیا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا یہ جواب سن کر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے اس حبشی غلام کو بلایا اور اس کا ہاتھ اس کے نیچے رکھ کر رومال سے ڈھانپ دیا اور دعا فرمائی تو ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ رومال کو ہاتھ سے اٹھا دو تو جونہی ہم نے رومال اٹھایا اس کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی قدرت سے درست ہو گیا تھا۔ (تفسیر کبیر، ج۵، ص۴۷۹)

(۴) علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا دایاں ہاتھ سوکھا ہوا اور بیکار تھا۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کیا معاملہ ہے؟

اس شخص نے عرض کیا حضور میں وہ شخص ہوں جو گناہوں میں زندگی گزارتا تھا اور میرے والد مجھے نصیحت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کی گرفت بہت مضبوط ہے۔ اس کی سزا بہت سخت ہے۔ ایک دن میرے والد نے مجھے سختی سے نصیحت کی، مجھے برا لگا اور میں اپنے والد کو مار بیٹھا، انہوں نے قسم کھائی کہ میں اللہ تعالیٰ کے گھر مکہ مکرمہ میں جا کر تیرے لئے بددعا کروں گا۔ اور وہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور بیت اللہ میں میرے لئے بددعا کی، بس اسی وقت سے میرا یہ دایاں ہاتھ خشک اور بیکار ہو گیا۔ میں اپنے کئے پر بہت نادم اور شرمسار ہوں۔ میں نے اپنے والد سے معافی مانگ لی، یہاں تک کہ ان کو راضی کر لیا۔ میرے والد نے کہا میں اللہ تعالیٰ کے گھر مکہ مکرمہ میں جا کر پھر اسی جگہ تیرے لئے دُعا کروں گا جس جگہ میں نے بددعا کی تھی۔ میں ان کو لے کر مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تیرے والد تجھ سے راضی ہو کر اس دنیا سے گئے ہیں تو تو یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے راضی ہو گیا ہے۔ حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی اور آہستہ آہستہ دعاء کی اسی وقت اس شخص کا ہاتھ درست ہو گیا اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تیرے والد تجھ سے خوش نہ ہوئے ہوتے تو میں تیرے لئے دُعا نہ کرتا۔ (جمال الاولیاء، ج ا، ص ۴۸)

اے ایمان والو! اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ماں باپ کو مارنا کتنا بڑا عذاب ہے اور ماں باپ کو مارنے والا دنیا ہی میں مصیبت و تکلیف کا حقدار قرار پاتا ہے اور دنیا ہی میں سزا پا کر رہتا ہے۔ اس لئے ماں باپ کی نافرمانی سے ہمیں بچنا چاہئے بلکہ ماں باپ کی خدمت کر کے ڈھیروں ثواب و رحمت حاصل کرنا چاہئے اور دوسری بات یہ ہے کہ ماں باپ جس شخص سے ناراض ہوں اس کے لئے مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دعاء نہیں کرتے۔ اب خود ہی بتاؤ کہ ولی کی دعا ہو یا استاذ و پیر و مرشد کی دعاء ہو، کیسے مقبول ہو گی۔ جب ہم سے ہمارے ماں باپ ناراض و ناخوش ہوں۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سارے اولیاء کے بادشاہ اور پیروں، فقیروں کے امام ہیں۔ جب وہ اس شخص کے لئے دعاء نہیں کرتے جس سے اس کے ماں باپ ناراض و ناخوش ہوں۔ اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کو راضی رکھیں تا کہ استاذ و شیخ اور اولیاء اللہ کی دعائیں ہمیں نصیب ہوں اور ہم دین و دنیا میں کامیاب و کامران بن سکیں۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ایک سفر میں ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم میں کون شخص ہے؟ جو فلاں کنویں سے پانی بھر کر لے آئے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس شخص کو جنت میں جانے کی ضمانت دیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص گیا، پھر دوسرا شخص گیا، پھر تیسرا شخص گیا مگر کوئی بھی اس کنویں سے پانی نہ لا سکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کنویں کے پاس بہت سے درخت تھے۔ جب کوئی شخص اس کے پاس جاتا تو درخت جلنے لگتے اور اس سے چیخنے کی آوازیں آنے لگتیں۔ درخت سے آگ کے شعلے گرتے۔ سر کٹے ہوئے گرتے۔ تو جانے والا ڈر کر واپس آ جاتا اور کوئی بھی شخص اس کنویں سے پانی نہ لا سکا۔

المختصر! شام کا وقت ہو گیا پیاس کی شدت بڑھنے لگی تو آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور اس کنویں سے پانی بھر لاؤ۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لئے اور مشکیزہ تانگا اور کنویں پر پہونچے درخت جلنے لگے اور اس سے پہلے سے بھی زیادہ بھیانک آوازیں آنی شروع ہوئیں مگر کچھ بھی پرواہ نہ کیا مشکیزہ ٹانک کر کمر میں پٹکا باندھ کر کنویں میں اتر گئے۔ کنویں سے ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے کسی کا گلا دبایا جا رہا ہو اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدائیں تھیں اور آپ کہہ رہے تھے کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا بھائی ہوں۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنویں سے پانی نکال کر دوسرے ساتھیوں کو دے رہے تھے اور صحابہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں پانی پیش کر رہے تھے۔ (شواہد النبوۃ، ص ۲۸۹)

ایمان والو! ایسے خطرناک کنویں میں کون جا سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا شیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور پانی بھر کر لائے۔ اس لئے کہ جنات بھی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ڈرتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔

یاعلی الغیاث۔ یاعلی المدد

حضرت مولیٰ علی نے اپنی شہادت کی خبر دی

۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کے وقت بیدار ہو کر اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا آج رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کی امت نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور سخت نزع برپا کر دیا ہے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم ظالموں کے لئے دعا کرو تو میں نے دعاء کی یا

اللہ تعالیٰ تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہونچادے اور میری جگہ ان لوگوں پر ایسا شخص مسلط کردے جو برا ہو۔

ابھی یہ بیان ہی فرمارہے تھے کہ ابن نباح مؤذن نے آواز دی۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھنے کے لئے گھر سے چلے راستے میں لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے دے کر آپ اٹھا رہے تھے۔

(الاستیعاب، ج۲، ص۴۶۳، ابن اثیر، ج۳، ص۱۲۸، البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۱۲)

حضرت حسن بن کثیر اپنے والد سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کے لئے گھر سے نکلنے لگے تو بطخیں آپ کے سامنے آگئیں اور زور زور سے چلانے لگیں، ہم ان کو ہٹانے لگے تو آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو یہ نوحہ کر رہی ہیں اور آپ تشریف لے گئے۔ مسجد میں وہ بدبخت ملعون، عبدالرحمٰن بن ملجم چھپا ہوا بیٹھا تھا۔ جب آپ اس کے قریب سے گزرے اور بقول بعض آپ مشغول بہ نماز ہوئے تو اس شقی نے اس زور سے آپ پر تلوار کا وار کیا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر ٹھہری۔ تلوار لگتے ہی آپ نے فرمایا: فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ یعنی رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ابن ملجم بدبخت قاتل پر چاروں طرف سے لوگ دوڑے اور اس کو گرفتار کر لیا۔ (تاریخ الخلفاء، الصواعق المحرقہ، ص۱۳۲)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ دو آدمی بڑے شقی اور بدبخت ہیں۔ ایک وہ شخص جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارا اور دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مارے گا اور تیری داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔

(الصواعق المحرقہ، ص۱۳۲، شمس التواریخ، ج۳، ص۲۸۰)

مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

امیر المومنین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بڑے صاحبزادے سے فرمایا اے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں اور میری وصیت تجھ کو کافی ہے اور یہ وہی وصیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ کو کی ہے۔

۱) پس جب حالات ایسے ویسے ہوں تو گھر میں رہ اور اپنے معاصی پر رو یا کرو۔

۲) اے فرزند میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ نماز وقت پر ادا کر۔

۳) جب تو زکوٰۃ دے تو اس کے مستحق کو دے۔

۴) خوشی اور غصہ کی حالت میں میانہ روی اور عدل اختیار کر۔

۵) پڑوسی کے ساتھ نیکی کر، مہمان کی توقیر و تکریم کر۔

۶) مسکینوں، غریبوں سے محبت کر اور ان کے پاس بیٹھا کر۔

۷) موت کو یاد کر اور تواضع اختیار کر کہ یہ افضل عبادت ہے۔

۸) خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈر۔

۹) ہر قول و فعل کو شریعت کے مطابق کر۔

۱۰) آخرت کے امور میں جلدی کر۔ اور دنیا کے کاموں میں تامل و تحقیق کر، یہاں تک کہ اس میں تیرے لئے بھلائی ہو۔

۱۱) ایسے مقامات پر نہ جا جہاں تہمت کا اندیشہ ہو۔

۱۲) ایسی صحبت میں نہ جا جہاں برائی کا اندیشہ ہو، جو خود برا ہے اپنے ہم صحبت کو بھی بگاڑ دیتا ہے۔

۱۳) اپنے تمام اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص اور خالص کر۔

۱۴) گناہ کرنے والے کو گناہ سے روک، اسے اچھی بات کا حکم کر اور بری باتوں سے منع کر۔

۱۵) نیک و صالح شخص سے دوستی رکھ بسبب اس کی نیکی کے۔

۱۶) فاسق و گنہگار شخص سے کنارہ کر اور دل میں اس کو برا سمجھ۔ اپنے ہر کام میں اس کو دور رکھ۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ تو بھی اس جیسا ہو جائے۔

۱۷) بازار میں نہ بیٹھا کر۔

۱۸) بیوقوفوں سے بحث و حجت نہ کر اور ان کو دوست بھی نہ بنا۔

۱۹) سکوت کو ہمیشہ اپنے اوپر لازم کر تاکہ غنیمت حاصل ہو۔

۲۰) اپنے ساتھی سے ہوشیار رہ اور دشمن سے اجتناب کر۔

۲۱) ایسی مجلسوں کو اختیار کر جن میں خدائے تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو اور دعا زیادہ کیا کر۔

اے میرے پیارے فرزند حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں نے تجھے نصیحت کرنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی۔ اب میرے اور تیرے درمیان جدائی ہوتی ہے۔ اپنے بھائی حسین اور دوسرے بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک اختیار کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ میرے بعد تمہارا نگہبان ہے میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ تمہارے کاموں کی اصلاح

کرے اور سرکشوں اور باغیوں کے شر سے تمہیں محفوظ رکھے۔ آمین۔ بیٹا صبر کرنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے۔ **لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم** (نورالابصار ص ۱۱۷)

اور حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں آپ کی وصیت کو اس طرح نقل کیا ہے۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہونے بعد اپنے بڑے بیٹے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کی۔ میرے فرزند حسن میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ

۱) سب سے بڑی تونگری عقل کی توانائی ہے۔

۲) بیوقوفی سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگدستی نہیں۔

۳) غرور و گھمنڈ سب سے سخت وحشت ہیں۔

۴) سب سے عظیم خلق کرم ہے۔

اور دوسری چار باتوں سے اجتناب کرنا ہے۔

۱) احمق کی صحبت سے بچو، اس لئے کہ نفع پہونچانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن نقصان پہونچاتا ہے۔

۲) جھوٹے سے پرہیز کرو اسلئے کہ وہ دور کو نزدیک اور نزدیک کو دور کردیتا ہے۔

۳) بخیل سے بچو دور رہو اس لئے کہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جن کی تمہیں ضرورت ہے۔

۴) گناہگار، فاسق سے کنارہ کش رہو۔ اس لئے کہ وہ تمہیں تھوڑی چیز کے بدلے میں بیچ ڈالے گا۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

سرچشمہ ولایت مولائے کائنات سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی حالت میں جمعہ و سنیچر تک بقید حیات رہے اور اتوار کی شب میں آپ کی روح پرواز کرگئی۔ اور ایک یہ بھی روایت ہے کہ ۱۸ رمضان شریف یا ۱۹ رمضان شریف، جمعہ کی شب میں آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور ۲۱ رمضان المبارک شب یکشنبہ ۴۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار سال ۸ یا ۹ ماہ اور نو دن مسند خلافت پر جلوہ افروز رہے اور ترسٹھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو غسل دیا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ابن جوزی کی روایت کے مطابق آپ کا مزار شریف نجف اشرف میں

ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے قاتل ابن ملجم ملعون کو قتل کیا اور اس کے ہاتھ، پیر کو کاٹ کر ایک ٹوکرے میں رکھ کر اس میں آگ لگادی جس سے اس کی لاش جل کر راکھ ہوگئی۔ (الصواعق المحرقہ، ص۱۳۲)

مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال مبارکہ

سرچشمہ ولایت مخزن کرامت کان علم وحکمت امیر المومنین سید السادات حضرت مولیٰ علی شیر خدا مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اقوال مبارکہ جو ہیرے جواہرات سے کہیں زیادہ قیمت رکھتے ہیں۔ رشد وہدایت کے لئے بیان کئے جارہے ہیں۔

۱) ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دوست وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتا ہے اور آپ کا دشمن وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔

۲) بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کو لازم کیا ہے تو انہیں ضائع نہ کرو۔

۳) بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ یہ ہے کہ گرے پڑے غمگین لوگوں کی مدد کی جائے اور مصیبت زدہ لوگوں کو خوش کیا جائے۔

۴) سخاوت یہ ہے کہ سائل کے سوال سے پہلے دیا جائے اور وہ عطا جو سوال کرنے پر ہو وہ سخاوت نہیں۔

۵) مال ودولت تمام خواہشات کی یعنی گناہوں کی بنیاد ہے۔

۶) عورت ایک ایسا بچھو ہے جس کا کاٹنا نہایت شیریں ہے۔

۷) تو اپنے بیوی بچوں میں مشغول ہونے کو اپنا سب سے بڑا شغل نہ بنانا کیوں کہ اگر تیرے بیوی بچے اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہیں تو تیرے لئے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا غم کھانا اور ان میں مشغول رہنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

۸) جب عقل کامل ہوجاتی ہے تو کلام کم ہوجاتا ہے۔

۹) کوئی دولت ادب کے برابر نہیں اور کوئی مددگار آپسی مشورہ کے برابر نہیں۔

۱۰) سب سے بڑی غربت اچھے ساتھی کا نہ ہونا۔

۱۱) صدقہ دینا ایک کامیاب دوا ہے۔

۱۲) لوگوں میں افضل وہ شخص ہے جو معاف کرنے والا ہے۔

۱۳) طمع یعنی لالچ انسان کو ذلیل کر دیتی ہے۔

۱۴) جو شخص اہلبیت کو محبوب رکھتا ہے اس کو فقر کا لباس پہننے کے لئے تیار ہونا چاہئے۔

۱۵) کوئی بزرگی تقویٰ و پرہیزگاری کے برابر نہیں۔

۱۶) کوئی تجارت نیک عمل کے برابر نہیں۔

۱۷) کوئی علم غور و فکر کے برابر نہیں۔

۱۸) دنیا کی مثال اس سانپ کی سی ہے جو چھونے سے تو ملائم و نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے۔

۱۹) علم دین کے بغیر اطاعت الٰہی نہیں حاصل کر سکتا۔

۲۰) ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو بغیر عمل کے آخرت میں بخشش کی امید رکھتے ہیں۔

۲۱) خاموشی اختیار کرنے سے ہیبت پیدا ہوتی ہے۔

۲۲) دنیا کی تلخی آخرت کی شیرینی ہے اور دنیا کی شیرینی آخرت کی تلخی ہے۔

۲۳) اپنے دوست کے ساتھ حد سے زیادہ دوستی نہ بڑھاؤ شاید وہ کسی دن تمہارا دشمن ہو جائے اور تمہارے سارے راز ظاہر کر دے۔

۲۴) وہ تھوڑا عمل جسے تو ہمیشہ کرتا ہے اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جو تو کبھی کبھی کرتا ہے۔

۲۵) سوال نہ کرنا فقیر کی زینت ہے اور شکر کرنا مالدار کی زینت ہے۔

۲۶) سخت ترین گناہ وہ ہے جسے گنہگار ہلکا و معمولی سمجھے۔

۲۷) جس شخص نے اپنے نفس کے عیب کی طرف نظر کی وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہا۔

۲۸) سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ تو دوسرے کے عیب کو دیکھے۔

۲۹) جو شخص مکان میں جا کر دروازہ بند کر لے اس شخص کو رزق کہاں سے حاصل ہوگا۔ فرمایا جہاں سے اجل یعنی موت آئے گی۔

۳۰) دو بھوکے ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے ایک طالب علم، دوسرا طالب دنیا۔

۳۱) انقلاب حالات میں مردوں کی اصلیت معلوم ہو جاتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطے سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسلام میں حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ افضل تھے جس طرح میرا یقین ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے سب سے زیادہ مخلص تھے۔ وہ خلیفہ حضرت صدیق اکبر اور خلیفہ کے خلیفہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے میری زندگی کی قسم اسلام میں ان دونوں کا خاص مرتبہ ہے اور ان دونوں کو نقصان پہونچانا اسلام میں بہت بڑا زخم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے اور جو وہ دونوں عمل کرتے رہے ان کی اچھی جزا عطا فرمائے۔ (نہج البلاغہ ص ۔)

ایک دوسرے موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں نے اپنے میں سے دو ایسے امیروں کو اپنا خلیفہ منتخب کیا جو صالح اور نیک کردار تھے یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دونوں نے سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو زندہ رکھا اور سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سر مو تجاوز نہ کیا۔ (تاریخ التواریخ، ج ۲، ص ۲۲۲)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں اس کے پیارے نبی اور محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی ذوالنورین و جملہ صحابہ کرام و ازواج مطہرات علیہم الرضوان سے سچی محبت اور الفت عطا فرمائے۔ اس لئے کہ امیر کشور ولایت باب مدینہ علم وحکمت سید السادات شیر خدا مشکل کشا امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان نفوس قدسیہ کے فضائل و مراتب بیان فرمائے اور ان سے محبت والفت فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مولائے کائنات حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال مبارکہ پر عمل کر کے دین و دنیا سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَخُلَفَآئِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ٥

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
ایک سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

﴿ ۱ ﴾

محرم الحرام

دوسرا جمعہ.................................دوسرا بیان

فضائل سیدہ فاطمۃ الزہرا

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۝ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط (پ۲۵ آیت ۲۳)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (کنزالایمان)

درود شریف:

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل بیشمار ہیں، ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نور نظر لخت جگر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنے اہلبیت میں سب سے پیاری ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ماں اور تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا نورانی سلسلہ آپ ہی سے جاری فرمایا۔

عاشق رسول، امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین و حسن پھول

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

اس بتول جگر پارۂ مصطفےٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ ، زاہرہ ، طیبہ طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

آپ کا نام فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ کے القاب سیدہ، زہرا، بتول، طیبہ، طاہرہ ہیں۔
رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:
اِنَّمَا سَمَّيْتُ اِبْنَتِیْ فَاطِمَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ فَطَمَهَا وَمُحِبِّيْهَا عَنِ النَّارِ ٥ (الصواعق المحرقہ، ص ۱۵۱)
یعنی میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے چاہنے والوں کو دوزخ سے آزاد کیا ہے۔
ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:
اِنَّ فَاطِمَةَ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَ اللّٰهُ ذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ ٥ (المستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۵۲)
بے شک فاطمہ پاک ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے۔

آپ کی ولادت

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف اکتالیس سال کی تھی آپ پیدا ہوئیں اور کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ اعلان نبوت سے ایک سال قبل آپ کی ولادت ہوئی اور علامہ جوزی نے لکھا ہے کہ اعلان نبوت سے پانچ سال قبل خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت آپ کی پیدائش ہوئی۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بیٹیوں میں سب سے چھوٹی بیٹی ہیں اور آپ کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔
آپ کا نکاح : مشہور عالم ربانی حضرت امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال اللہ تعالیٰ کے حکم سے

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا۔ بعض روایات کے مطابق سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح محرم میں ہوا اور رخصتی ذی الحجہ میں ہوئی۔ اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر پاک اکیس سال تھی۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے بعد آپ کی حیات ظاہری میں کسی اور سے نکاح نہیں کیا۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے رخصتی کی رات آپ کے لئے دعا فرمائی۔

اے اللہ! انہیں اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ (برکات آل رسول، ص ۱۴۴)

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۱۸ ر سال اور بعض روایتوں کے مطابق ساڑھے پندرہ سال کی ہوئی۔ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بڑی سادگی سے کر دیا۔ اس وقت حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف چوبیس سال کے قریب تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پانی پر دم کر کے دونوں پر اس کے چھینٹے مارے اور فرمایا میں تمہیں اور تمہاری اولاد کو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ (کنز العمال، ج ۷، ص ۱۱۳)

آپ کا مہر: سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر کہ جس پر عقد اقدس ہوا، چار سو مثقال چاندی تھی یعنی پورے ایک سو ساٹھ روپے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۳۶۵)

آپ کا جہیز: سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی نور نظر لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز میں بان کی ایک چارپائی اور چمڑے کا ایک گدا جس میں روئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے اور ایک چھاگل، ایک مشک دو چکیاں اور مٹی کے دو گھڑے تھے۔ (سیرت الصحابیات، ص ۱۰۰)

شادی سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس رحمت و برکت کے سائے میں رہتے تھے۔ شادی کے بعد گھر کی ضرورت ہوئی تو حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ایک مکان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیدیا۔ جب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نئے گھر میں گئیں تو ہمارے حضور اللہ تعالیٰ کے نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کے گھر پر تشریف لائے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر اجازت طلب کی پھر اندر تشریف لائے، ایک برتن میں پانی لیا اور اپنے دونوں ہاتھ اس میں ڈالا وہ پانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسم پر چھڑکا اور فرمایا میری پیاری بیٹی فاطمہ؟ میرے خاندان میں جو شخص سب سے بہتر ہے میں نے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کیا ہے۔ (زرقانی)

آپ کی سادگی: حضور رحمت عالم مختار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں مگر سادگی کا یہ عالم ہے کہ اپنے گھر کا سارا کام خود کرتی ہیں۔ جھاڑو اپنے ہاتھ سے دیتی ہیں۔ خود کھانا پکاتی ہیں۔ چکی چلا کر اپنے ہاتھ سے آٹا پیستی ہیں۔ مشک میں پانی بھر کر لاتی ہیں جس کی وجہ سے ہاتھ میں چھالے اور گھٹے پڑ گئے ہیں۔ (سیرت الصحابیات، ص ۱۰۲)

امام احمد جید سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا: پیارے نبی مالک رحمت و دولت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس بہت سے غلام آئے ہیں تم بھی خدمت کے لئے کوئی غلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مانگ لاؤ پھر دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم آٹا پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسعت عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا آپ ہمیں ایک خادم عطا فرمائیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بخدا اس طرح نہیں ہوسکتا کہ میں تمہیں خادم عطا کروں اور اہل صفہ بھوک کے سبب اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رہے ہوں۔ پھر فرمایا کیا میں تم دونوں کو تمہارے سوال سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں۔ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا کچھ کلمات مجھے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ بتلائے گئے ہیں جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھو پھر ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری شریف، برکات آل رسول، ص ۱۲۳)

ایک روایت میں آتا ہے کہ انہیں کلمات کو ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم ہوا اور فرمایا گیا کہ ان کلمات کی برکت سے اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کو دین و دنیا میں غنی کردے گا پھر کوئی حاجت ہی نہیں رہے گی اور ان تسبیحات کو تسبیح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات مبارکہ میں کسی اور سے نکاح حرام فرما دیا۔ (ابوداؤد شریف، بحوالہ برکات آل رسول، ص ۱۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبوب ترین ذات

حضرت جمیع بن عمیر تیمی روایت کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟

قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا (ترمذی، ج ۲، ص ۲۲۷، مشکوٰۃ، ص ۵۷۰)

تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: فاطمہ پھر میں نے عرض کیا کہ مردوں میں کون سب سے زیادہ محبوب تھا؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا ان کے شوہر (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اے ایمان والو! ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کی ہوئی اس حدیث شریف اور اس طرح کی بے شمار حدیثیں آپ سے روایت ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ تعصب وعناد سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہوئے انصاف سے غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیان کی ہوئی حدیثیں ان کے عدل وانصاف اور دیانت وصداقت کی بہت بڑی دلیل ہونے کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان گہری محبت کی علامت ہیں۔ اب وہ لوگ جو ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں بکواس کرتے ہیں اور ان کی شان میں گالیاں بکتے نظر آتے ہیں اور حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جھوٹی محبت کا دم بھرتے نظر آتے ہیں یقیناً ایسے لوگ اپنا حشر خراب کر رہے ہیں اور اپنا ٹھکانہ جہنم بنا رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امان کے طالب ہیں۔

دوسری حدیث: یوں روایت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، عائشہ صدیقہ تھیں۔ پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ان کے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۳۶۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے سرکار امت کے غمخوار مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب سفر کے لئے باہر تشریف لے جاتے۔

وَاِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ كَانَ اَوَّلَ النَّاسِ بِهٖ عَهْدًا فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا (المستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۶)

اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات فرماتے۔

اے ایمان والو! حدیث شریف میں صاف ظاہر ہے کہ بیٹی سے محبت کرنا سنت ہے۔ جو شخص بھی سفر سے آئے اور پہلے اپنی بیٹی سے ملاقات کرے گویا اس شخص نے سنت پر عمل کیا اور بیٹی کو تحفہ دینا بھی سنت ہے۔

فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ہمارے پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

نے وصال فرمانے کے پہلے آخری دنوں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کانوں میں کچھ راز کی باتیں کہیں جس کو سن کر آپ رونے لگیں پھر تھوڑی دیر بعد حضرت سیدہ مسکرا پڑیں، تو حضرت سیدہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے رونے کی کیا وجہ تھی تو آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر میں رونے لگی اور مسکرانے، ہنسنے کی وجہ معلوم کرنے پر سیدہ نے فرمایا کہ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا تَرْضِيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ (بخاری، ج۱، ص۵۱۲، مسلم، ج۲، ص۲۹۱)

اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمام جنتی عورتوں کی سردار تم ہو یا تمام مومن عورتوں کی سردار تم ہو۔

فاطمہ تمام جہاں کی عورتوں کی سردار ہیں: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے آقا پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا تَرْضِيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْنِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ (بخاری، ج۱، ص۵۱۲، مسلم، ج۲، ص۲۹۱)

اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمام جنتی عورتوں کی سردار تم ہو یا تمام جہاں کی عورتوں کی سردار تم ہو۔

تو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: يَا اَبَتِ فَاَيْنَ مَرْيَمُ اے ابا جان! حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کیا مقام ہے؟ تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِهَا ۔ وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (الشرف المؤید، ص۵۲، الاستیعاب، ج۲، ص۷۷۱)

ہمارے آقا پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اَرْبَعُ نِسْوَةٍ سَادَاتُ عَالَمِهِنَّ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمَ وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلَدَ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) وَاَفْضَلُهُنَّ فَاطِمَةُ (درمنثور، ج۲، ص۲۳، کنز العمال، ج۶، ص۲۲۷)

چار عورتیں اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں

حضرت مریم بنت عمران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں، حضرت آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی نیک بیوی) حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اور ان میں سب سے زیادہ افضل فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

ہر اعتبار سے یہ حقیقت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت مریم اور حضرت آسیہ سے افضل ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صرف ایک نسبت حاصل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہیں لیکن حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تین نسبتیں حاصل ہیں۔

پہلی نسبت: اولین وآخرین کے امام، سید المرسلین رحمۃ للعلمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نور نظر اور بیٹی ہیں۔

دوسری نسبت: تاجدار ولایت مولائے کائنات حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہیں۔

تیسری نسبت: نوجوانان جنت کے سردار، جماعت شہداء کے امام حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ماں ہیں۔

فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَبْغَضَهَا فَقَدْ اَغْبَضَنِیْ (بخاری، ج۲، ص۵۳۲، مسلم ج۲، ص۲۹۰)

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے۔ پس جس نے اُسے ناراض کیا بیشک اس نے مجھے ناراض کیا۔

عالم ربانی امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ بہت سے محققین جن میں علامہ تقی الدین سبکی، علامہ جلال الدین سیوطی علامہ بدرالدین زرکشی اور تقی الدین مقریزی شامل ہیں۔ تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ جہان کی تمام عوتوں کی حتیٰ کہ سیدہ مریم سے بھی افضل ہیں۔ علامہ سبکی سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم افضل ہیں۔ (برکات آل رسول، ص۲۶۶)

ایسا ہی سوال ابن ابوداؤد سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہیں میں کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پارۂ جسم کے برابر قرار نہیں دے سکتا۔ (برکات آل رسول، ص۱۲۲)

علامہ منادی اس کی شرح میں فرماتے ہیں (یعنی وہ حدیث شریف جو پہلے بیان کی گئی یعنی فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے) سلف وخلف کی ایک جماعت نے فرمایا ہم کسی کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی لخت جگر (یعنی حضرت فاطمہ) کے برابر قرار نہیں دیتے۔ (برکات آل رسول، ص۱۲۲)

حشر میں شان فاطمہ: بروز محشر اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول کی بیٹی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسی عزت وعظمت عطا فرمائے گا جو کسی بیٹی کو نصیب نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سیدہ نے دنیا میں اللہ

اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حکم پر عمل کیا اور مکمل حجاب و پردہ کا اہتمام رکھا۔ تو بروز حشر رب تعالیٰ کا انعام ملے گا اور ان کے حجاب و پردے کا انتظام اس صورت میں کیا جائے گا۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ يَا اَهْلَ الْجَمْعِ غُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ حَتّٰى تَمُرَّ (المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۵۳)

جب قیامت کا دن ہوگا تو (اچانک) پردوں کے پیچھے سے کوئی منادی اعلان کرے گا اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکالو، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (آرہی ہیں) حتیٰ کہ وہ گزر جائیں گی۔

بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کہ قیامت کے دن ندا کرنے والا باطن عرش سے ندا کرے گا۔

يَا اَهْلَ الْجَمْعِ نَكِّسُوْا رُءُوْسَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ حَتّٰى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ عَلَى الصِّرَاطِ۔ (الصواعق المحرقۃ، ص ۱۱۶، برکات آل رسول، ص ۲۶۷)

یعنی اے محشر والو! اپنے سروں کو جھکالو، اور اپنی آنکھوں کو بند کرلو تا کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پل صراط سے گزر جائیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ستر ہزار جنتی حوروں کے ہمراہ بجلی کے کوندنے کی طرح گزر جائیں گی۔

سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

جس کے آنچل کو نہ دیکھا مہ دمہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ ابْنَتِيْ فَاطِمَةَ حَوْرَاءُ اٰدَمِيَّةٌ لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمَثْ (نسائی بحوالہ برکات آل رسول، ص ۲۶۷)

یعنی میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے جسے کبھی حیض نہیں آیا۔

میرے آقا پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پیاری بیٹی، سیدہ، زاہرہ، طیبہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاص فضیلت ہے کہ انہیں کبھی حیض نہیں آتا تھا۔

جب ان کے گھر بچے کی ولادت ہوتی تو تھوڑی دیر بعد وہ پاک ہو جاتیں یہاں تک کہ ان کی نماز قضا نہ ہوتی۔ اس لئے ان کا نام زہراء رکھا گیا۔ جب انہیں بھوک لگتی تو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھ دیتے تو بھوک محسوس نہیں ہوتی۔ جب حضرت سیدہ طیبہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خود غسل کیا اور وصیت کی کہ کوئی انہیں منکشف نہ کرے۔ چنانچہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کے مطابق حضرت سیدہ کو اسی غسل کے ساتھ دفن کیا۔ (خصائص کبریٰ، برکات آل رسول، ص ۱۳۳)

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

سیدہ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

درود شریف

رضائے فاطمہ رضائے خدا ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَغْضِبُ لِغَضَبِكَ وَيَرْضىٰ لِرِضَاكَ (المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۵۴)

بیشک اللہ تعالیٰ (اے بیٹی) تیری ناراضگی سے ناراض ہوتا ہے اور تیری خوشی سے خوش ہو جاتا ہے۔

اے ایمان والو! رحمت والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو محبت ہے اس کی مثال دنیا میں موجود ہی نہیں۔ اب وہ لوگ جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا ان کی اولاد کی بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں۔ اس حدیث شریف کے بارے میں ان لوگوں کو غور و فکر کرنا چاہئے اور آخرت خراب ہو جائے اس سے پہلے توبہ کر کے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راضی کر لینا چاہئے۔

اس لئے کہ آل رسول کی خوشی میں سیدہ کی خوشی ہے اور سیدہ فاطمہ کی خوشنودی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی و رضا ہے۔ اللہ تعالیٰ سیدہ فاطمۃ الزہرا اور ان کی آل کے صدقے امان میں رکھے اور ایمان پر خاتمہ بالخیر عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

بزرگوں کے ہاتھ چومنا سنت ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بیٹھنے، اٹھنے، چلنے پھرنے حسن خلق اور گفتگو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہو۔

قَالَتْ وَكَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ رَحَّبَ بِهَا وَقَامَ اِلَيْهَا فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهٖ (ترمذی، المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۵۴)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خوش ہو جاتے اور ان کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ (محبت سے استقبال کے لئے) حضرت فاطمہ کا ہاتھ پکڑ لیتے اس کو بوسہ دیتے اور پھر اپنی نشست پر سیدہ فاطمہ کو بٹھاتے تھے۔

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَّجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا (ترمذی شریف، مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۵۴)

اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے جاتے تو سیدہ فاطمہ کھڑی ہو جاتیں اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

اے ایمان والو! اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر بڑا اپنے چھوٹے کے لئے از راہ محبت کھڑا ہو جائے اور اس کے ہاتھوں کو چوم لے تو جائز اور سنت ہے اور اگر چھوٹا اپنے بڑے کی تعظیم کے لئے اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہو جائے اور اپنی جگہ پر اپنے بزرگ کو بٹھائے اور اس کے ہاتھوں کو چوم لے تو یہ بھی ثواب و سنت ہے۔ جیسا کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کیا اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ابا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے تشریف لانے پر آپ کھڑی ہو گئیں اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اپنی جگہ پر بٹھایا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر چھوٹا اپنے بزرگ کے لئے تعظیماً کھڑا ہوتا ہے اور ان کے ہاتھوں کو چومتا ہے تو یہ عمل بھی سنت سے ثابت ہوا اور اگر اس طرح کوئی بزرگ محبت میں اپنے چھوٹے کے ساتھ سلوک کرتے ہیں تو یہ بھی جائز و درست ہے۔

اب ان گمراہ اور بے دین لوگوں کا کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا شرک و بدعت

ہے تو یہ سراسر غلط اور بے دینی ہے اور اسلام کی تعلیمات سے جاہل ہونے کا ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور آپ کی آل پاک واصحاب کی سنتوں کی پیروی کرتے ہوئے بزرگوں کی تعظیم اور چھوٹوں سے پیار کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سیدہ فاطمہ کی قناعت: ہمارے سرکار دونوں عالم کے مالک ومختار مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فقر وفاقہ پر قناعت پسند فرمایا اور دنیا کی نعمت و دولت، عیش وعشرت و راحت سے اجتناب اختیار کیا۔ چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خاص محبت تھی اس لئے جو کچھ آپ نے اپنے لئے پسند فرمایا انہیں چیزوں کو اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے پسند فرمایا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، میں بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گلے میں سے ایک سونے کی زنجیر اتاری اور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دکھایا اور عرض کی ،ابا جان یہ سونے کی زنجیر ابوالحسن (حضرت علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو تحفہ دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ! کیا تجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ لوگ کہیں کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہاتھوں میں جہنم کی زنجیر ہے؟ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے اور وہاں نہ بیٹھے (حضرت) فاطمہ نے اسی وقت اس سونے کی زنجیر کو بیچ دیا جو قیمت ملی اس سے ایک غلام خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیا۔

فَبَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰی فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ۔

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۵۲)

تو جب یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو پہونچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ،جس نے فاطمہ کو دوزخ سے نجات دی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم ہمارے پاس کوئی بستر نہیں ہے۔ ایک مینڈھے کی کھال کے علاوہ جس پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن میں اسی کھال پر اپنے اونٹ کو چارہ وغیرہ ڈالتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے میری بیٹی صبر کرو کہ (حضرت) موسیٰ بن عمران نے اپنی بیوی کے ساتھ دس برس اس طرح گزارے تھے کہ ان کے لئے کوئی بستر وغیرہ نہ تھا سوائے ایک چادر کے جو چھوٹی سی تھی۔ (زرقانی علی المواہب)

مشہور بزرگ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہمراہ صبح کے وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازے پر پہونچ کر اپنی بیٹی فاطمہ کو سلام کیا اور فرمایا کہ ایک شخص میرے ساتھ ہے، کیا ہم اندر آجائیں؟ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم میرے بدن پر ایک پرانی چادر کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں ہے اور اس سے سارا بدن نہیں چھپتا۔ آپ نے اپنی پرانی چادر ان کی طرف پھینک دی جس سے حضرت فاطمہ نے اپنا بدن چھپایا۔ پھر آپ گھر کے اندر تشریف لائے۔ فرمایا بیٹی کیا حال ہے؟ حضرت سیدہ نے عرض کیا ابا جان! کل سے میں نے کچھ کھایا نہیں ہے۔ فاقے سے ہوں بھوک نے بہت تنگ کر دیا ہے۔ یہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا اے میری پیاری بیٹی! تین دن ہو گئے ہیں میں نے بھی کچھ نہیں کھایا ہے اور اگر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کروں تو رب تعالیٰ مجھے ضرور کھلائے لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دے کر فقر و فاقہ کو پسند کیا ہے۔ (کیمیائے سعادت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے رحمت والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص بہ نیت اجر یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے بھوکا رہے گا وہ شخص قیامت کے دن کی سختی سے محفوظ رہے گا۔ (کنز العمال)

عالم ربانی حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ برابر جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہا کرو، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جنت کا دروازہ کس چیز سے کھٹکھٹائیں؟ فرمایا بھوک اور پیاس سے۔ (کیمیائے سعادت)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب نعمت و دولت سے نوازا ہے لیکن کبھی کبھی جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے بھوکے اور پیاسے بھی رہا کرو کہ بندے کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور بھوک سے بے شمار بیماریوں کا علاج بھی ہے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث شریف نقل فرماتے ہیں کہ حضرت جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے ڈکار آئی۔ آپ نے فرمایا اس ڈکار سے بچو اس لئے کہ جو شخص اس دنیا میں بہت سیر ہے وہ شخص قیامت کے دن بھوکا ہوگا۔ اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم بھوک اور پیاس سے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا کرو اس لئے کہ اس کا ثواب کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے برابر ہے۔ (کیمیائے سعادت)

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم افضل ترین شخص کون ہے؟ فرمایا جو تھوڑا کھائے، تھوڑا سوئے، تھوڑا ہنسے اور تھوڑے کپڑے پر قناعت کرے اور اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے تفکر کرے۔ (کیمیائے سعادت)

حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ہمارے پیارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خدا کی قسم میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں، فرمایا دیکھ کیا کہہ رہا ہے؟ کہا اس شخص نے کہ خدا کی قسم واقعی میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں اور اس طرح تین مرتبہ اس شخص نے کہا تو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اگر تو واقعی مجھ کو محبوب رکھتا ہے تو فقر وفاقہ کے لئے تیار ہو جاؤ کیوں کہ جو مجھ کو محبوب رکھتا ہے فقر وفاقہ بہت جلد اس کی طرف آتا ہے۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے گھر میں تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کسی نے نہیں کھائی۔ (ترمذی شریف)

جنتی جوانوں کے سردار، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم سب گھر والوں کو ایک دن کے بعد کھانا میسر آیا، میں اور میرے والد (حضرت علی) اور میرے بھائی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھانا کھا چکے تھے اور میری ماں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا کہ دروازے پر ایک سائل نے آواز دی، اے رسول اللہ کی بیٹی تم کو سلام ہو۔ میں دو دن سے بھوکا ہوں، مجھے کھانا دو یہ سن کر میری والدہ ماجدہ نے مجھ سے فرمایا بیٹا جاؤ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے اس سائل کو دے دیدو مجھے تو ایک دن کا فاقہ ہے اور اس شخص نے دو دن سے کھانا نہیں کھایا ہے۔ (سیرت فاطمہ)

مشہور محدث ابن جوزی فرماتے ہیں کہ آقائے کائنات مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک نئی قمیص دی تھی، کچھ دنوں کے بعد سیدہ کے دروازے پر ایک فقیر آیا اور اس نے آواز لگائی، اے نبی کے گھر والو میں محتاج ہوں، کوئی پھٹا پرانا کپڑا ہو تو مجھ کو دے دو۔ سیدہ کے پاس اس وقت ایک پرانی قمیص تھی، فرماتی ہیں جب اس پرانی قمیص کے دینے کا ارادہ کیا تو یہ آیت کریمہ یاد آئی۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۞ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھلائی کی اعلیٰ منزل کو نہیں پہونچ سکتے، جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیز نہ دو گے۔

فوراً حضرت سیدہ نے پرانی قمیص رکھ دی اور نئی قمیص نکال کر سائل کو پیش کر دی۔ (نزہۃ المجالس)

اے ایمان والو! حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی کا یہ نورانی واقعہ ہم سب کے لئے درس عبرت ہے۔

آج ہمارا حال بہت برا ہو چکا ہے۔ غریبوں، فقیروں کو کچھ دیتے بھی ہیں، گئی گزری چیزیں جس کو کوئی بھی نہ پوچھے۔ شادی بیاہ میں کھانا بچ گیا تو مدرسوں میں ان بچوں کے لئے بھیج دیتے ہیں جو مہمان رسول ہیں۔ وہ بھی بے وقت۔

اے مسلمان! تجھے کیا ہو گیا ہے جن کی شفاعت ہی سے تجھے جنت ملنے والی ہے انکے مہمانوں کے ساتھ تمہارا کیا سلوک ہے۔ خود کے مہمان کو دعوت دے کر بڑی عزت سے کھلایا اور جو کچھ بچا، کچا تھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مہمانوں کے لئے مدرسے میں بھیج دیا۔ ہوش سنبھال لو، اور قیامت کے دن سے ڈرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے امان میں رکھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص بنی سلیم میں سے تھا ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ لیکن ہمارے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پیاری گفتگو اور اچھے اخلاق کا اس پر یہ اثر ہوا کہ وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ صحابہ کرام نے اس شخص کو قرآن سکھایا۔ حضرت سعد بن عبادہ نے اپنے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اشارے پر اپنی اونٹنی اس کو دیدی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو اپنا عمامہ عطا فرما دیا۔

پھر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اس شخص کے کھانے کا انتظام کردے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور چند مکانوں پر گئے لیکن اتفاق سے کچھ نہ ملا۔

پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر کے اندر سے حضرت سیدہ نے فرمایا کون ہے؟ عرض کیا میں سلمان فارسی ہوں۔ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حکم سے ایک شخص کے لئے کھانا لینے آیا ہوں۔ یہ سب ماجرا سن کر سیدہ کے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہنے لگیں اے سلمان اس خدا کی قسم جس نے میرے باپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آج تیسرا دن ہے کہ ہم سب گھر والے فاقے سے ہیں۔ لیکن ہمارے گھر سے کوئی خالی واپس چلا جائے یہ بھی گوارہ نہیں، یہ ایک ہی میرے پاس چادر ہے جس کو اوڑھ کر میں نماز پڑھتی ہوں۔ اسی چادر کو لے جاؤ اور شمعون یہودی کے پاس جا کر کہو کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی یہ چادر ہے، اسے رکھ لو اور تھوڑا سا جو قرض دے دو۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چادر مبارک کو لے کر شمعون یہودی کے پاس گئے اور سارا حال بیان کیا۔ شمعون یہودی کچھ دیر تک اس چادر نور کو دیکھتا رہا اور اس پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اور کہنے لگا اے سلمان! اللہ تعالیٰ کی قسم یہی وہ نیک لوگ ہیں جن

کی خبر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو تورات میں دی ہے۔ میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں یہ کہہ کر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

اس کے بعد شمعون نے حضرت سلمان فارسی کو جَو دیئے اور بڑے ادب واحترام کے ساتھ سیدہ کی وہ چادر نور بھی واپس کر دی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جَو پیسا اور روٹیاں تیار کیں اور حضرت سلمان فارسی کو سب روٹیاں عطا کر دیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گزارش کی کہ کچھ روٹیاں بچوں کے لئے رکھ لیں۔ فرمایا یہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے اب اس میں سے کچھ لینا ہمارے لئے درست نہیں ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روٹیاں لے کر دربار نبوت ورسالت میں حاضر ہوئے اور تمام قصہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو سنایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وہ تمام روٹی اس شخص کو عطا فرمادی اور اپنی پیاری بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ بھوک سے سیدہ کا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور نقاہت وکمزوری کے آثار نمایاں ہیں۔ آپ نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ کو اپنے پاس بٹھا کر تسکین دی اور آسماں کی طرف چہرۂ مبارک کر کے دعاء کی۔ اے اللہ تعالیٰ فاطمہ تیری باندی ہے اس سے راضی رہنا۔ (سیرت فاطمہ)

اے ایمان والو! کیا شان ہے ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اور آپ کے گھر والوں کی کہ خود تو بھوکے ہیں تین دن کے فاقے سے ہیں لیکن کوئی فقیر واپس چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کا سائل خالی گھر سے لوٹ جائے یہ ان کو کب گوارہ ہے۔

اس لئے اے سنیو! غوث وخواجہ ورضا کے غلاموں ان سے مانگو اور انہیں سے مانگتے رہو ان کا خزانہ بھرا ہوا ہے۔ خود تو بھوکے رہتے ہیں لیکن سائل کو در سے خالی نہیں لوٹاتے۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

درود شریف:

حضرت فاطمہ کی عبادت: تاجدار ولایت حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا پکانے کی حالت میں بھی قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتی تھیں۔ (سیرت فاطمہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حکم سے حضرت

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سو رہے ہیں اور سیدہ فاطمہ ان کو پنکھا کر رہی ہیں اور زبان مبارک سے قرآن مجید کی تلاوت فرما رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایک خاص رقت کی حالت طاری ہوگئی۔ (کیمیائے سعادت)

نوجوانان جنت کے سردار امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ماں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا ہے کہ وہ گھر کی مسجد کے محراب میں رات۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی اور میں نے انہیں یعنی اپنی ماں کو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے حق میں بہت زیادہ دعاء کرتے سنا۔ انہوں نے یعنی میری ماں نے اپنی ذات کے لئے کوئی دعا نہ مانگی۔ میں نے عرض کیا اے مادر مہربان کیا سبب ہے کہ آپ اپنے لئے کوئی دعا نہیں مانگتیں؟ تو فرمایا اے بیٹے پہلے ہمسایہ ہیں پھر گھر ہے۔ (یعنی میرے ابا جان کی امت کی بخشش ہو جائے یہی فاطمہ کی دعا ہے۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۹۰۷)

اے ایمان والو! حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب رات رات بھر جاگ کر گنہگار امت کی بخشش ونجات کے حق میں دعا فرمائی ہے تو کیا ہم پر ان کا کچھ حق نہیں بنتا کہ ہم امتی بھی ان کی آل واولاد سے محبت کریں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوشی حاصل کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں بے شمار اجر وثواب کے حقدار بن جائیں۔

اے غلامان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور سیدہ فاطمہ کی کنیزاؤ اور باندیو! اگر تم کو اپنے اسلاف سے کچھ بھی پاس ولحاظ ہے اور ان سے تھوڑی سی بھی نسبت وتعلق قائم ہے تو نماز پڑھنے کی عادت ڈالو قرآن شریف کی تلاوت کرو۔

ایک آج کل کی ہماری مائیں اور بہنیں ہیں جو پنج وقتہ نماز کو بھی نہیں ادا کرتیں اور ایک وہ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ماں حضرت سیدہ فاطمہ تھیں جن کے شوہر تاجدار ولایت حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے والد مالک دوجہاں محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں اور جن کے بیٹے شہیدوں کے سردار، شوہر ولیوں کے سردار، اور جس کے والد گرامی کی شان وشوکت کا یہ عالم ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار بلکہ کل اولین وآخرین کے سردار ہیں۔ جن کے بیٹے اور شوہر اور باپ کا دونوں جہان میں کوئی جواب نہیں وہ سیدہ فاطمہ کھانا پکاتی ہیں تو قرآن مجید کی تلاوت فرماتی ہیں۔ بچوں کو سلاتی ہیں تو قرآن پاک کی تلاوت کرتی نظر آتی ہیں۔ رات رات بھر نماز میں مشغول ہیں۔ مشہور روایت ہے کہ شوہر کی خدمت سے فارغ ہو کر بچوں کو کھلا پلا کر اور انہیں سلا کر اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتی ہیں۔ نماز کی نیت باندھ کر اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں نماز

کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ پہلی رکعت کا پہلا سجدہ ہے۔ سجدہ کا کیف و سرور اور حالت سجدہ میں لذت بندگی میں ایسی کھو جاتی ہیں محو و گم ہو جاتی ہیں کہ پہلا سجدہ ختم نہیں ہو پاتا ہے اور سردی کے مہینے کی لمبی رات ختم ہو جاتی ہے۔ اذان کی صدا پردۂ سماعت سے ہمکنار ہوتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور اسی بے خودی کے عالم میں عرض کرتی ہیں کہ مولائے کریم تو نے کتنی چھوٹی چھوٹی راتیں بنائی ہیں کہ تیری رات ختم ہو جاتی ہے اور تیرے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پیاری بیٹی کا ایک سجدہ بھی پورا نہیں ہو پاتا ہے۔ اے رحمٰن ورحیم اللہ ایک رات اتنی لمبی بنا دے کہ تیرے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی لاڈلی بیٹی دل کھول کر تیری بارگاہ میں سجدہ کر لے۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر!! کیا شان بندگی ہے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کہ ساری رات جگی ہے سجدہ کرنے میں لیکن آرزو اور تمنا تو دیکھو کہ رات چھوٹی ہے۔ لمبی چاہئے کہ سجدہ کی لذت باقی رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں اور بہنوں کو حضرت سیدہ کی عبادت کے صدقے میں نماز کی عادت عطا فرمائے اور انہیں سجدہ سے محبت کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

ماں باپ قربان: ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس آتیں تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ چومتے۔ اسی طرح جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر آقائے کائنات تشریف لے جاتے تو تعظیماً حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ابا جان کی تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہاتھوں کو بوسہ دیتی تھیں۔ امام شوکانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَۃَ فِدَاکِ اَبِیْ وَاُمِّیْ (درالسحابہ ص ۲۷۹)

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا (میری بیٹی) فاطمہ تجھ پر میرے ماں، باپ قربان ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کرتے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم آپ پر میرے ماں، باپ قربان ہوں۔ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے پناہ شفقت و محبت فرماتے ہوئے آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ تجھ پر میرے ماں، باپ قربان ہوں، سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

سیدہ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حضرت فاطمہ کی چکی

حضرت ام ایمن فرماتی ہیں کہ رمضان شریف کا مہینہ دوپہر کا وقت تھا۔ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی اور میں حضرت فاطمہ کے مکان پر حاضر ہوئی۔ دروازہ بند تھا اور آٹا پیسنے کی چکی کے چلنے کی آواز آ رہی تھی، میں نے روشن دان سے جھانک کر دیکھا کہ سیدہ فاطمہ تو چکی کے پاس زمین پر سو رہی تھیں اور چکی خود بخود چل رہی تھی اور پاس ہی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا گہوارہ بھی خود بخود ہل رہا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران و متعجب ہوئی اور اسی وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا۔ اس شدت کی گرمی میں میری بیٹی فاطمہ روزے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی فاطمہ پر نیند غالب کر دی تاکہ اس کو گرمی کی شدت اور تشنگی محسوس نہ ہو وہ فرشتے تھے جو میری بیٹی فاطمہ کے کاموں کو انجام دے رہے تھے۔ (سیرت فاطمہ)

بے اجازت جن کے گھر جبرئیل بھی آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

سیدہ فاطمہ سے اسلام پھیلا: ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں قریش کی کچھ عورتیں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہمارے گھر بیٹی کی شادی ہے۔ ہم سب کی تمنا ہے کہ اگر آپ سیدہ فاطمہ کو اس شادی میں بھیج دیں گے تو ہماری عزت بڑھ جائے گی۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وعدہ فرما کر انہیں رخصت کر دیا اور گھر تشریف لا کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ قریش کے فلاں گھر میں شادی ہے۔ میری بیٹی تم اس شادی میں شریک ہو جاؤ۔ حضرت سیدہ نے عرض کیا: ابا جان! قریش کی عورتیں زرق برق لباس اور قیمتی زیورات میں ملبوس ہونگی اور میں پیوند لگے لباس میں جاؤں گی تو میرا مذاق اُڑائیں گی کہ مسلمانوں کے نبی کی بیٹی کے لباس کیسے ہیں؟ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور صلوٰۃ و سلام پیش کر کے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک و الک وسلم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ کی بیٹی فاطمہ کو قریش کی شادی میں آپ ضرور بھیجیں کہ وہاں تمہارے جانے سے قریش کی کچھ عورتیں مشرف باسلام ہوں گی۔ حضرت سیدہ فاطمہ نے چادر اوڑھی اور قریش کی شادی میں شریک ہونے کے لئے تشریف لے جاتی ہیں۔ وہاں قریش کی عورتیں بنی سنوری بیٹھی تھیں کہ ہمارے یہ لباس فاخرہ اور چمکدار زیورات کو دیکھ کر نبی کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی مسکینی و ناداری پر ضرور افسوس کریں گی اور اس محفل میں شرمندہ ہوں گی۔ مگر مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہوتا ہے۔ حضرت سیدہ

فاطمہ جنتی کپڑوں میں ملبوس نظر آتی ہیں اور ایک غیبی صدا آتی ہے کہ اے دنیا والو! ہوشیار ہو جاؤ کہ سلطنت النبی کی شہزادی تشریف لائی ہیں اور حوران بہشتی کی جھرمٹ میں جلوہ افروز، جن کے وجود پر نور سے درو دیوار منور ہو گئے ہیں۔ جن کی کنیزوں کے حسن و جمال اور لباس فاخرہ کے سامنے نازنینان قریش کا حسن ماند پڑ گیا ہے۔ تمام قریش کی عورتیں شرمندہ ہو کر ادب و تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں۔

حضرت سیدہ کو مسند پر بٹھایا آپ کے چہرے کا نور اور بہشتی لباس کا حسن دیکھ کر قریشی عورتیں کہنے لگیں کہ ایسا لباس تو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں اس لباس کو بنایا کس نے اور یہ لباس کہاں سے آیا ہے۔

عرض کرتی ہیں کہ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بیٹی کھانے پینے کے لئے کیا حاضر کریں، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میرے ابا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عادت ہے کہ دو روز فاقہ کریں اور ایک دن کچھ تھوڑا کھالیا کریں اور شکر ادا کریں۔ قریش کی عورتوں نے عرض کی جو مرضی ہو ارشاد فرمائیں، ہم سب آپ کی خوشی کی خاطر آپ کے حکم پر عمل کریں گے۔

سیدہ نے ارشاد فرمایا: ہماری خوشی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول میرے ابا جان کی خوشی میں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم سب کفر و شرک سے توبہ کرلو، بت پرستی سے بیزار ہو کر خدا پرستی میں لگ جاؤ۔ کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام قبول کرلو۔ پیارے نبی کی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ کی پیاری باتیں سن کر قسمت والی عورتوں نے کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پڑھا اور دولت ایمان سے مشرف ہو گئیں۔ (روضۃ الشہداء بحوالہ کرامات اہل بیت اطہار ص ۲۸)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر، امت کی شفاعت

حضرت عبدالرحمٰن صفوری شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جب اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا اور جب بات مہر کی آئی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ابا جان نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں درخواست کیا کہ میری مہر قیامت کے دن آپ کی گنہگار امت کی شفاعت و بخشش ہی مقرر کیا جائے۔ پس جب قیامت قائم ہوگی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا مہر طلب کریں گی۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے کرم کے طفیل آپ کی شفاعت سے امت کے مومن گنہگاروں کو بخش دے گا اور جنت میں داخل فرمادے گا۔ (نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۶)

سیدہ فاطمہ کا وصال: ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وصال شریف سے تمام صحابہ کرام

اور اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بہت صدمہ ہوا تھا مگر جس قدر صدمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہونچا وہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ اکثر رویا کرتی تھیں۔ آپ جب تک بقید حیات تھیں کبھی آپ کو ہنستے، مسکراتے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ نے صحابہ سے کہا کہ تمہارے ہاتھوں نے میرے ابا جان پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا؟

یہ سن کر تمام صحابہ رونے لگے اور فرمایا تقدیر الٰہی کے آگے کوئی چارہ نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وصال اور جدائی کے صدمہ میں دن رات اس قدر روتی تھیں کہ دوسرے لوگ بھی رونے لگتے تھے یہاں تک کہ چھ ماہ بعد ۳ ررمضان المبارک ۱۱ھ منگل کی رات میں آپ کا وصال ہوا۔ سیدہ کے کہنے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے لئے لکڑی کا ایک گہوارہ بنایا جس کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئیں اور اس گہوارہ پر ایک چادر ڈالی گئی جو آپ کی وصیت تھی۔ آج تک جو گہوارہ پر چادر ڈالی جاتی ہے اس کی ابتداء حضرت سیدہ فاطمہ کے حکم پر کیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت مولیٰ علی یا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پڑھائی اور ایک روایت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت تھی کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو مجھے رات میں دفن کرنا تا کہ نامحرم لوگوں کی نظریں میرے جنازہ پر نہ پڑیں۔ اسی لئے رات کے وقت آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (مدارج النبوۃ، ج۲، ۷۹۰)

آپ کی اولاد امجاد: شہزادی سلطنت الٰہیہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین بیٹے حضرت امام حسن۔ حضرت امام حسین اور حضرت محسن اور تین بیٹیاں حضرت ام کلثوم۔ حضرت زینب اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حضرت محسن اور حضرت رقیہ عہد طفولیت میں ہی وصال فرما گئے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ جن سے ایک بیٹے حضرت زید اور ایک بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئیں اور دونوں بچپن ہی میں وصال فرما گئے اور تیسری بیٹی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا نکاح حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ (مدارج النبوۃ، ج۲، ص ۷۸۸)

بے کس و بے نوا کی التجا: میرے کریم و مرشد اعظم حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو میرے قبر کے اُجالا

اور آخرت کے سہارا ہیں اور میرے مہربان خواجہ ہند کے راجہ حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کے رحم وکرم پر میں پلا اور بڑھا ہوں اور ان کے در کی خیرات ہمارے لئے دولت دارین ہے۔ ان کی جدۂ کریمہ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میری عقیدت ومحبت کا یہ عالم ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام نوری فاطمہ اور دونوں بیٹوں کا نام انوار حسن اور انوار حسین رکھا ہے۔ اے کاش! حضرت سیدہ دنیا سے حشر تک میری اس نسبت وتعلق کا بھرم رکھ لیں اور مجھے اور میرے بچوں کو اپنے منگتوں میں قبول فرمالیں۔ حضرت سیدہ کی قبولیت جنت کی ضمانت ہے۔

در سیدہ کا منگتا

انوار احمد قادری رضوی

ورق تمام ہوا، اور مدح باقی ہے
ایک سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

﴿۱﴾

محرم الحرام

تیسرا جمعہ .... پہلا بیان

فضائل سیدنا امام حسن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ۝ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ (پ۲۵ آیت ۲۳)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (کنزالایمان)

درود شریف:

عاشق رسول، محب اہل بیت پیارے رضا، اچھے رضا امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں فرماتے ہیں۔

حسن مجتبےٰ سید الاسخیا
راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام

اوج بحر ہدیٰ موج بحر ندیٰ
روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام

شہد خوار لعاب زبان نبی
چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

ولادت: پندرہ رمضان شریف ۳ھ کی شب مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اور آپ کے القاب، سید، سبط رسول، ریحانۃ الرسول اور آخرالخلفاء بالنص بھی کہتے ہیں (سوانح کربلا، ۵۶)

آپ کا نام: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا اور پیدائش کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا، بال منڈوائے اور حکم دیا کہ بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی جائے۔ (سوانح کربلا، ص ۵۶)

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکل وصورت میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ اور حسن یہ جنتی نام ہے آپ کے پہلے کسی کا نام حسن نہیں رکھا گیا ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے خدمت اقدس میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش کا مژدہ سنایا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت اسماء نے ایک کپڑے میں لے کر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم نے کیا نام رکھا ہے۔ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میری کیا مجال کہ آپ کے ہوتے ہوئے میں نام رکھوں۔ ویسے میرا خیال یہ ہے کہ حرب نام رکھا جائے، آپ نے فرمایا کہ ان کا نام میں نے حسن رکھا ہے۔ (بخاری شریف، بحوالہ سوانح کربلا، ص ۷۵)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے (اللہ تعالیٰ کے حکم) کا انتظار فرمایا، یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ آپ کے اس پیارے بیٹے کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹے شبر کے نام پر رکھا جائے اور شبر کا معنیٰ حسن ہے۔ تو ہمارے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے پیارے بیٹے کا نام حسن رکھا (ملخصا سوانح کربلا، ص ۷۵)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

ہمارے پیارے آقا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بہت پیارے نواسے اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اور سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لخت جگر اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر اکبر ہیں۔ آپ کی تربیت **نبی و علی و سیدہ فاطمہ** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی آغوش مبارک میں ہوئی۔ آپ کی پوری زندگی زہد و ورع، تقویٰ وطہارت کا حسین گلدستہ ہے۔ فیاضی وسخاوت میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے۔ کسی سائل کو کسی حال میں اپنے گھر سے واپس نہ کرتے تھے بلکہ فیاضی تو آپ کو وراثت میں ملی تھی۔ ایک ایک آدمی کو ایک، ایک لاکھ روپیہ عطا فرما دیتے تھے۔ ابن سعد نے علی بن زید جدعان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ اپنا کل مال راہ خدا میں دے ڈالا اور تین مرتبہ اپنا آدھا مال راہ خدا میں صدقہ کیا۔ ملخصا

(برکات آل رسول، ص ۱۲۸، سوانح کربلا، ص ۵۸)

اچھی سواری، اچھا سوار

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے۔ کسی صحابی نے عرض کیا : نِعْمَ الْمَرْکَبُ رَکِبْتَ یَا غُلَامُ ۔ اے صاحبزادے تیری سواری کتنی اچھی سواری ہے۔

یہ سن کر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا : وَنِعْمَ الرَّاکِبُ هُوَ یعنی اے صحابی اگر سواری اچھی ہے مگر یہ بھی تو دیکھ کہ سوار کتنا اچھا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۱)

دوش نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر سواری: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ یعنی اے اللہ تعالیٰ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

(بخاری، ص ۵۳۰، برکات آل رسول، ص ۱۳۶)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا بیٹا اور سید ہے

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منبر شریف پر جلوہ فرما ہیں اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کبھی صحابہ کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی اپنے بیٹے امام حسن کی طرف، اور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (بخاری، ج ۱، ص ۵۳۰، برکات آل رسول، ۱۳۶، سوانح کربلا، ص ۷۸)

میرا یہ بیٹا سید ہے یعنی سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کر دے گا۔

محبوب خدا کے محبوب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت میں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ اور بہت ہی محبوب تھے۔ میں نے دیکھا کہ ہمارے پیارے آقا نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سجدے میں ہیں اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے اور آپ کی گردن یا پشت انور پر سوار ہو جاتے تو آپ انہیں اتارتے نہیں تھے بلکہ وہ خود ہی اتر جاتے تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم رکوع کی حالت میں ہوتے تو آپ انہیں اتارتے نہیں تھے بلکہ وہ خود ہی اتر جاتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو اپنے دونوں پیروں کے بیچ اتنا فاصلہ کر لیتے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں سے دوسری طرف گزر جاتے۔ (برکات آل رسول، ص ۱۳۶)

جسم نور سے مشابہت: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکل وصورت میں اپنے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْحَسَنُ اَشْبَهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّاْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَاكَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔ (ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۱۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینہ سے لیکر سر تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مشابہ ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے نیچے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مشابہ ہیں۔

عاشق رسول، امام احمد رضا سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ایک سینہ تک مشابہ ایک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیا نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

اور فرماتے ہیں:

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے
آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

زبان نبوت آپ کے منہ میں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گود میں دیکھا کہ وہ اپنی انگلیاں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی داڑھی مبارک میں ڈالتے تھے۔ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُدْخِلُ لِسَانَهٗ فِيْ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالتے اور فرماتے اے اللہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ۔ (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۹)

حضرت ابوبکر کے کندھے پر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر باہر نکلے تو حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کھیلتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے انہیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمارہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شبیہ (یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر میرے باپ فدا ہوں یہ (یعنی امام حسن) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ نہیں ہیں اور یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرارہے تھے۔ (برکات آل رسول، ص ۱۳۷)

امام حسن کا اخلاص وادب: حاکم نے عبداللہ بن عبید عمر سے روایت کیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچیس حج پیدل کئے ہیں۔ جب کہ سواریاں آپ کے ساتھ موجود ہوتی تھیں مگر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور اخلاص وادب کا یہ حال تھا کہ آپ حج کے لئے پیدل سفر فرماتے تھے۔ آپ کا کلام بہت شیریں ہوتا تھا۔ اہل مجلس نہیں چاہتے کہ آپ گفتگو ختم فرمائیں۔ (تاریخ الخلفاء، سوانح کربلا، ص ۵۸)

امام حسن کی عظمت دشمن کی نظر میں: ابن عساکر نے روایت کیا کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلم وبردباری کا یہ حال تھا کہ آپ کے وصال کے بعد مروان (جو آپ کا سخت مخالف تھا) بہت رویا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج تو رو رہا ہے اور ان کی زندگی میں ان کے ساتھ کس کس طرح کی بدسلوکیاں کرتا تھا تو مروان پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا، میں اس پہاڑ سے زیادہ حلیم وبردبار کے ساتھ ایسا برا سلوک کرتا تھا۔ اللہ رے حلم، گویا مروان جیسے سنگ دل کو بھی اعتراف تھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلم وبردباری پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔ (سوانح کربلا، ص ۵۸)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

امیر المومنین حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے۔ لوگوں نے ایسے نیک شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین چنا تھا۔ جو شرف و بزرگی، تقویٰ و طہارت، علم و فضل، سیاست و شجاعت خیر خواہی امت، ہر لحاظ سے حکومت الٰہیہ کی امامت کے اہل تھے۔ آپ چھ ماہ تک مسند خلافت پر جلوہ افروز رہے، ناعاقبت اندیش عراقیوں نے نعمت الٰہیہ کی قدر نہیں کی اور سبط پیمبر کے ساتھ بے وفائی کا وہی برتاؤ کیا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کر چکے تھے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے امت کو فتنہ و فساد اور قتل و خون سے بچانے کے لئے چند شرطوں کے ساتھ خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر دیا اور انہوں نے شرطوں کے ساتھ قبول کر لیا۔ دونوں حضرات کی آپس میں صلح ہو گئی۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشاد گرامی کی صداقت ظاہر ہوئی جو آپ نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا (یعنی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

تفویض خلافت کا یہ واقعہ ربیع الاول شریف ۴۱ھ میں ہوا۔ اس طرح خلافت کے پورے تیس سال مکمل ہوئے اور ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اس ارشاد کی تکمیل ہوئی۔

اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مَلِكًا۔ (تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۵۹، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۶)

یعنی میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر بادشاہت قائم ہو جائے گی۔

قیام مدینہ منورہ: تفویض خلافت کے بعد میرے آقا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور جوار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں قیام پذیر ہوئے۔ حکومت و سیاست کے معاملات سے کنارہ کش ہو کر اپنے تمام اوقات ذکر الٰہی اور فکر آخرت میں بسر کرنے لگے لیکن اس صلح سے ان کے چاہنے والوں کو جو زخم پہونچا تھا اس کی وجہ سے جب آپ ان کے محلوں سے گزرتے تو وہ لوگ آپ کو یَا عَارَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ کہہ کر پکارتے۔ آپ حلم و بردباری کا پیکر بن کر جواب دیتے۔ اَلْعَارُ خَیْرٌ مِّنَ النَّارِ۔ یعنی یہ عار اس نار سے بہتر ہے جس کا اندیشہ قتل و غارت گری سے تھا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت

روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور ولی امت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک

غزوہ میں تشریف لے گئے تھے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابھی بچے ہی تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے نکلے اور کہیں دور چلے گئے کہ صالح بن رقعہ یہودی نے آپ کو تنہا اور حیرت زدہ دیکھ کر اپنے گھر لے گیا اور چھپا دیا، جب کافی دیر ہوگئی، نماز عصر کا وقت ہوگیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر نہیں پہونچے تو سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فکر لاحق ہوئی۔ آپ بار بار کاشانۂ اقدس سے باہر دروازہ پر آتیں اور واپس جاتیں، کوئی آدمی نظر نہیں آتا جس کو شہزادے کی تلاش میں بھیجتیں۔ بہت انتظار کے بعد آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اپنے بھائی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کر کے لاؤ۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے نکلے اور تلاش کرتے رہے مگر کہیں پتہ نہیں چلا۔ ایک ہرن دکھائی دیا آپ نے جوش محبت میں اُس ہرن سے فرمایا: يَا ظَبْيُ هَلْ رَأَيْتَ اَخِيْ حُسَيْنًا۔ اے ہرن میرے بھائی حسین کو کیا تم نے دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس ہرن نے انسان کی زبان میں عرض کیا:

اَخَذَهٗ صَالِحُ بْنُ رَقْعَةَ الْيَهُوْدِيُّ وَاَخْفٰى فِيْ بَيْتِهٖ ۔ یعنی حضور شہزادہ حسین کو صالح بن رقعہ یہودی نے پکڑ کر اپنے گھر میں چھپا دیا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس یہودی کے گھر تشریف لائے اور صالح یہودی کو آواز دی، وہ یہودی گھر سے باہر آیا۔ آپ نے فرمایا میرے بھائی حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لا کر میرے سپرد کر، ورنہ یاد رکھ اگر میری والدہ ماجدہ نے تیرے لئے دعائے ہلاکت فرمادی تو تیرے کنبہ قبیلہ کا پتہ نہ چلے گا اور اگر میرے والد مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوگیا تو ان کی تلوار ذوالفقار سے کوئی یہودی نہ بچے گا اور اگر میرے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک یہ بات پہونچ گئی اور نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تیری بربادی کے لئے لب ہائے مبارک ہلا دیئے تو سارے یہودی ہلاک و برباد ہوجائیں گے۔ صالح یہودی نے جب آپ کی گفتگو سنی تو بڑا حیران تھا کہ میرے گھر میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے چھپا رکھا ہے یہ بات ان کو کیسے معلوم ہوگئی۔

صالح یہودی نے کہا کہ آپ کی والدہ کون ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت سیدہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

تو صالح یہودی نے عرض کی، اے نواسۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سب سے پہلے آپ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کیجئے۔ آپ نے اس یہودی کو اسلام میں داخل کیا اور صالح صدق دل کے ساتھ مسلمان ہوا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر سے لا کر آپ کے سپرد کر دیا اور شاہزادوں پر زر سرخ و سپید نثار کئے۔

اور پھر ادب واحترام سے رخصت کیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیکر امی جان سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پہونچے تو سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں شہزادوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعویذ

میدان کربلا میں بہت سے اعوان وانصار جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔ حضرت امام قاسم بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی میدان کارزار میں جانے کی اجازت چاہی تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دینے سے انکار کردیا اور فرمایا۔ اے میرے پیارے بھتیجے قاسم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم میرے برادر اکبر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشانی ہو، میں تم کو میدان دغا میں بھیج کر اپنے بھائی کی نشانی کو ختا ہوا دیکھ کر کیسے برداشت کرسکتا ہوں، اس لئے تم کو میدان خاک وخون میں جانے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بھیگی پلکوں کے ساتھ سوچ وفکر میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ کونسی تدبیر اپنائی جائے جس سے عم محترم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت حاصل ہوجائے اور آپ کی محبت میں میدان کارزار میں جا کر جان کو قربان کرکے شہادت عظمیٰ کا درجہ نصیب ہوجائے۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے والد گرامی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک وصیت یاد آتی ہے کہ میرے والد گرامی نے ایک تعویذ میرے بازو پر باندھا تھا اور وصیت کی تھی کہ جس وقت تمہارے لئے سب سے مشکل وقت آئے اور چاروں طرف رنج وغم کا ماحول ہو تو اس وقت اس تعویذ کو کھول کر پڑھ لینا، تمہاری مشکل آسان ہوجائے گی۔ حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ اس وقت سے زیادہ مشکل وقت کبھی نہیں آئے گا۔ کہ پیارے نانا جان کا شہزادہ میرا پیارا چچا دشمنوں کے نرغے میں ہے اور میں اپنی جان بچا کر چلا جاؤں۔ یہ وقت میرے لئے بہت مشکل کی گھڑی ہے۔ حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تعویذ کو بازو سے اتارا اور اسے کھول کر پڑھا تو وہ تعویذ حقیقت میں وصیت نامہ تھا کہ اے قاسم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تمہارے چچا جان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنا کہ میدان کربلا میں شامی دغابازوں اور کوفی بے وفاؤں کے نرغے میں گھرے ہوئے ہیں تو ان کے قدموں پر اپنا سر قربان کرنے اور اپنی جان ان پر فدا کرنے سے ہرگز باز نہ رہنا۔ اگرچہ وہ تم کو میدان کارزار میں جانے سے روکیں مگر تم میدان جنگ میں جانے کی اجازت لینے میں خوب

مبالغہ کرنا اور منت وسماجت کرنا کیوں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جان قربان کرنا شہادت کے دروازہ کی کنجی ہے اور بزرگی ونیکی حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔

(کرامات اہل بیت اطہار، ص ۳۴)

اے ایمان والو! حضرت امام حسن بن علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرمان کے مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں قتل ہونا اور ان پر اپنی جان کو قربان کرنا شہادت عظمیٰ ہے اور حق پر ہوتے ہوئے جان دینا اور قتل ہونے سے اللہ تعالیٰ شہادت کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ اچھی طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے۔ اب وہ لوگ جو ہمارے پیارے آقا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں غلط نظریہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یزید حق پر تھا اور امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ناحق پر تھے۔ یہ نظریہ باطل اور سراسر جھوٹ ہے ایسے یزید کے حامیوں کا حشر بروز قیامت یزید کے ساتھ ہوگا اور ہم اہلسنت غلامان غوث وخواجہ ورضا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حشر وانجام ابن رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنادے اے حسن
یوں بیاں کرتے ہیں سنی داستان اہلبیت

درود شریف:

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برسوں کے بعد ہونے والا کربلا کا واقعہ معلوم تھا کہ میرے بھائی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کربلا کے بے آب ودانہ میدان میں قتل کردیا جائے گا یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے جب آل کے علم غیب کا یہ عالم ہے تو رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے علم غیب کا عالم کیا ہوگا۔

خوب فرمایا حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

درود شریف:

امام حسن کی دُعا کا اثر: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کے

ساتھ سفر فرما رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک باغ میں ہوا جو کھجوروں کا تھا۔ باغ کے سارے درخت سوکھے ہوئے تھے۔ آپ نے اسی باغ میں قیام فرمایا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اے کاش یہ درخت ہرے ہوتے اور اس میں تازہ کھجور لگے ہوتے تو ہم اسے کھاتے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تم تازہ کھجور کھانا چاہتے ہو؟ حضرت ابن زبیر نے عرض کی ہاں حضور۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور کچھ کہا جو کسی کو معلوم نہ ہوا۔ اسی وقت کھجور کا ایک درخت ہرا ہو گیا جو تازہ کھجوروں سے لدا ہوا تھا پھر لوگوں نے درخت سے کھجور توڑا اور سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ (شواہد النبوۃ، ص ۳۰۲، کرامات اہلبیت اطہار، ص ۳۶)

اے ایمان والو! بزرگوں کی دعاء کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جو بزرگوں کی دعائیں لیتا ہے۔ بزرگوں کی دعاؤں سے مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ بیمار شفا پا جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دعاؤں کو رد نہیں فرماتا ہے۔

نہ جانے کون دعاؤں میں یاد کرتا ہے
میں ڈوبتا ہوں دریا اُچھال دیتا ہے

حضرت امام حسن کے علمی کمالات: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گہوارۂ علم میں پرورش پائی تھی اور بزرگ و برتر اسلاف کے علوم کے وارث بنے تھے۔ آپ کی روایت کی ہوئی حدیثیں جو کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں ان کی تعداد کل تیرہ ہیں۔ جب کہ وصال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وقت آپ کی عمر شریف صرف ساڑھے سات سال کی تھی۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے اصحاب علم میں کیا جاتا تھا۔ آپ کے حکیمانہ اقوال، پند و موعظت سے لبریز ہیں۔

ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ زندگی بسر کرنے کے اعتبار سے اچھی زندگی کون شخص بسر کر سکتا ہے تو آپ نے جواب دیا! وہ شخص جو اپنی زندگی میں دوسروں کو بھی شریک کر لے۔

پھر اس شخص نے سوال کیا کہ سب سے بری زندگی کس شخص کی ہے؟

تو آپ نے جواب میں فرمایا! جس شخص کے ساتھ کوئی دوسرا زندگی نہ بسر کر سکے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کے لئے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے یعنی کسی نااہل کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی بھائی کی حاجت پوری کر دینا میرے

نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف کرنے سے بہتر ہے۔ (خلفائے راشدین،ص ۵۳۵)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابن سعد نے عمران بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ کسی نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ لکھی ہوئی ہے۔ آپ کے اہل بیت میں اس سے بہت خوشی ہوئی، لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کے چند ہی دن رہ گئے ہیں۔ یہ تعبیر صحیح ثابت ہوئی اور بہت قریب زمانے میں آپ کو زہر دیا گیا۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہد میں ملا کر زہر دیا گیا۔

دوسری مرتبہ آپ کو کھجوروں میں زہر کھلایا گیا۔

کھجوریں کھاتے ہی آپ کو سخت گھبراہٹ ہوئی، اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لائے اور رات بھر بیقرار رہے۔ صبح ہوتے ہی اپنے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضر ہوئے اور شفاء کی التجا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا عطا فرمائی۔ اسی طرح پانچ مرتبہ آپ کو زہر ہلاہل دیا گیا اور آپ اپنے نانا جان شافی، نافی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے اور زہر کا اثر ختم ہوجاتا تھا لیکن چھٹی بار ہیرے کی کنی پیسی ہوئی آپ کے پینے کے پانی کی صراحی میں ڈال دی گئی جس کا پانی پیتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ حلق سے ناف تک کٹ گیا اور قلب وجگر کے ٹکڑے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرنے لگے جب حالت زیادہ نازک ہوئی اور زندگی کی امید نہ رہی، وصال شریف کے قریب آپ کی خدمت میں آپ کے پیارے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا نام معلوم کرکے کیا کروگے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اس کو قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر حقیقت میں وہی زہر دینے والا ہے تو خدائے تعالیٰ بہتر بدلہ لینے والا ہے اور اس کی پکڑ بہت مضبوط ہے اور اگر میرا گمان غلط ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل کیا جائے۔

سبحان اللہ! حضرت امام کی کرامت اور منزلت کیسی بلند ہے کہ آپ سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ آنتیں کٹ کٹ کر نکل رہی ہیں۔ نزع کی حالت ہے مگر انصاف کا بادشاہ اس وقت بھی اپنی عدالت وانصاف کا نہ مٹنے والا نقش

صفحۂ تاریخ پر ثبت فرماتا ہے اس کی احتیاط اجازت نہیں دیتی کہ جس کی طرف گمان ہے اس کا نام بھی لیا جائے۔
وصال کے قریب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ برادر معظم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے چینی اور بے قراری بہت زیادہ ہے تو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا کہ اے برادر محترم یہ بے چینی اور بے قراری کیسی ہے؟ آپ تو اپنے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے بابا جان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نانی جان سیدہ خدیجہ اور امی جان سیدہ فاطمہ اور اپنے چچا حضرت حمزہ اور حضرت جعفر اور اپنے ماموں حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس جارہے ہیں اور ان سے ملاقات کریں گے۔
وقت وصال آپ کی عمر شریف پینتالیس سال، چھ ماہ چند روز کی تھی۔ آپ نے پانچ ربیع الاول شریف ۴۹ھ مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں مدفون ہوئے۔
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔۔۔ ملخصاً (تاریخ الخلفاء، سوانح کربلا، ص ۶۱ ـ ۶۲)

حضرت امام حسن ہر دل عزیز تھے

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر ہر دل عزیز اور امت کو پیارے تھے کہ آپ کے وصال پر صرف مدینہ منورہ ہی نہیں پورا عالم اسلام سوگوار ہو گیا تھا۔ مدینہ منورہ میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ بازار بند ہو گئے تھے، گلیوں میں سناٹا چھا گیا تھا، معمولات زندگی معطل ہو گئے تھے۔
آپ کی نماز جنازہ میں لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ثعلبہ بن مالک جو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ میں شریک تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے جنت البقیع میں اتنا عظیم ازدہام نہ دیکھا کہ اگر سوئی پھینکی جاتی تو زمین پر نہیں بلکہ کسی کے سر پر گرتی۔ (الاصابہ فی الصحابہ، ج ۱، ص ۳۳۱)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال شریف کا یہ اثر تھا کہ وہ مسجد میں نالہ وزاری کرتے تھے اور بآواز بلند پکار پکار کر کہتے تھے۔
یَآاَیُّهَا النَّاسُ مَاتَ الْیَوْمَ حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَابْکُوْا۔
(تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۲۶۹)

یعنی آج خوب رو لو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا محبوب دنیا سے چلا گیا۔
خوب فرمایا عاشق مصطفیٰ محب اہل بیت پیارے رضا اچھے رضا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

اے ایمان والو! پانچ ربیع الاول شریف میرے پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نواسے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر معظم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال مبارک یعنی عرس شریف کا دن ہے۔ اس عظیم تاریخ کو ہمیں یاد رکھنا چاہئے بلکہ اس عظیم تاریخ میں محفل ذکر پاک کا انعقاد کریں اور آقا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت عالیہ میں نذ ور نیاز کا نذرانہ پیش کریں اور آپ کی بارگاہ سے بیشمار برکت و رحمت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سچے غلاموں میں قبول فرمائے اور آپ کا صدقہ ہمیں اور ہمارے بچوں اور تمام گھر کو عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
ایک سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

﴿۱﴾

محرم الحرام

تیسرا جمعہ...دوسرا بیان

فضائل سیدنا امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۝ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط (پ۲۵ آیت ۲۳)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (کنزالایمان)

درود شریف:

مملکت شہادت کے تاجدار اور گلستان علی و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پھول۔ آل رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکل و صورت میں اپنے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن و جمال کا روشن آئینہ تھے اور سیرت میں سیرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مظہر اتم تھے۔ آپ کا خلق خلق رسول تھا۔
آپ کا کردار، کردار رسول تھا۔ آپ کی ہر ہر ادا سے ادائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو آتی تھی۔
الغرض! حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔
عاشق مصطفیٰ محب اہل بیت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

اور کسی عاشق نے کہا ہے۔

کونین میں بلند ہے رُتبہ حسین کا
فرش زمین سے عرش تک شہرہ حسین کا

بے مثل ہے جہاں میں کنبہ حسین کا
سلطان دو جہاں ہے نانا جان حسین کا

درود شریف:

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت

نواسہ رُسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) باغ رسالت کے پھول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پانچ شعبان المعظم ۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

ہمارے پیارے آقا مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان دی، آپ کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لئے دُعا کی۔ ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا۔

آپ کا پیارا لقب سبط رسول، اور ریحانۃ الرسول ہے اور آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبر و شبیر رکھا تھا اور انہیں کے نام شبر و شبیر پر جس کا معنی حسن و حسین ہے تو میں نے اپنے بیٹوں کا نام حسن و حسین رکھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

اور حدیث میں آتا ہے کہ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ ۔ یعنی حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔ اس سے پہلے کسی کا نام حسن اور حسین نہیں رکھا گیا۔ (الصواعق المحرقۃ، ص ۱۱۸، الشرف المؤبد، ص ۷۰)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

اے ایمان والو! نواسۂ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) باغ علی و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مہکتے ہوئے پھول ہمارے آقا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں؟ اور ان کی شان و شوکت کیا ہے؟ خوب غور سے سنئے۔

حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں

رسول اعظم نبی دو عالم اللہ کے حبیب ہم بیماروں کے طبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹، مشکوٰۃ ۵۷۱۔ برکات آل رسول ص ۱۴۳)

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی مرد ہیں

ہمارے پیارے آقا نبی رحمت شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

جسے یہ پسند ہو کہ کسی جنتی مرد کو دیکھے (ایک روایت میں ہے) جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے۔ وہ حسین بن علی کو دیکھے۔ (نور الابصار ص ۱۱۳، برکات آل رسول ص ۱۴۳)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دعا عاشق حسین کے لئے

ہمارے سرکار نعمت و دولت والے نبی شفاعت و بخشش والے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا میرا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ (اتنے میں دیکھا) کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور اپنے نانا جان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کردیں۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے منہ کا بوسہ لیا اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ (نور الابصار ص ۱۱۳، برکات آل رسول ص ۱۴۵)

یعنی اے اللہ تعالیٰ میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی حسین سے محبت فرما اور اس شخص سے بھی محبت کر جو شخص حسین سے محبت کرے۔

اے ایمان والو! وہ شخص (سنی مسلمان) کتنا خوش نصیب ہوتا ہے جو میرے آقا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہے اور ان کی محبت میں محفلیں منعقد کرتا ہے۔ کھچڑے پکاتا ہے۔ سبیلیں لگاتا ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا کتنا عظیم الشان بدلہ وصلہ پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس شخص سے محبت فرماتے ہیں۔

درود شریف:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زبان مبارک کا چوسنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم يَمَصُّ لُعَابَ الْحُسَيْنِ كَمَا يَمَصُّ الرَّجُلُ التَّمَرَ (نور الابصار، ص ۱۱۴، برکات آل رسول، ص ۱۳۵)

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لعاب دہن کو چوستے ہوئے دیکھا جس طرح آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے افضل ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کعبہ معظمہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا

هٰذَا اَحَبُّ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلٰى اَهْلِ السَّمَاءِ الْيَوْمَ ۔ (برکات آل رسول، ص ۱۳۵)

آج یہ یعنی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے بیٹے کو امام حسین پر قربان کر دیا

ہمارے پیارے رسول مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک دن اپنی گود میں دائیں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور بائیں اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھائے ہوئے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے پاس جمع نہ رہنے دے گا۔ ان میں سے ایک کو اپنے پاس بلا لے گا۔ اب ان دونوں میں سے جسے آپ چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ میرے آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اگر حسین رخصت ہو جائیں تو ان کی جدائی میں فاطمہ، علی کو تکلیف ہوگی اور مجھے بھی رنج ہوگا اور اگر ابراہیم کو رخصت کرتا ہوں تو زیادہ غم مجھے ہوگا۔ اس لئے مجھے اپنا غم پسند ہے۔ یعنی میرے نواسے حسین میرے پاس رہیں گے اور میرے بیٹے ابراہیم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس واقعہ کے تین دن کے بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد جب بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں آتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مرحبا فرماتے پھر ان کی پیشانی کو چومتے اور لوگوں سے فرماتے کہ میں نے حسین پر اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا ہے۔ (شواہد النبوۃ، ص ۳۰۵)

اے ایمان والو! میرے آقا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ نیک مرد اور صالح انسان ہیں جن پر ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قربان کیا۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور آپ کے دین کی خاطر اپنے آل واولاد حتیٰ کہ پورے گھر کا گھر قربان کر دیا۔

جس نے حق کربلا میں ادا کردیا
اپنے نانا کا وعدہ وفا کردیا
گھر کا گھر سب سُپردِ خدا کردیا
اُس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

حضرت امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ نواسہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیدل چل کر پچیس حج کئے۔ آپ بڑی فضیلت کے مالک تھے اور کثرت سے نماز، روزہ، حج، صدقہ اور دیگر امورِ خیر ادا فرماتے تھے۔ (ابن اثیر بحوالہ برکات آل رسول، ص ۱۴۵)

حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آغوش نبی میں

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ اس حالت میں باہر تشریف لائے کہ آپ کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔ اور اس میں کوئی چیز ابھری ہوئی تھی جس سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اس میں ضرور کوئی چیز ہے جسے میں نہیں جانتا تھا جب میں اپنی ضروریات سے فارغ ہوا۔ تو میں نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَاٰلِکَ وَسَلَّمْ فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ. آپ کی آغوش مبارک میں کیا چیز ہے؟ تو آپ نے کمبل مبارک کا گوشہ ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی مبارک گود میں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جلوہ فرما ہیں۔ اور پھر آپ نے یہ فرمایا۔ ھٰذَانِ اِبْنَایَ وَاَبْنَا اِبْنَتِیْ ۔ یہ دونوں میرے بیٹے اور

میری بیٹی کے بیٹے ہیں اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا (ترمذی، ج۲، ص۲۱۸، مشکوٰۃ، ص۵۷۰)

اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو شخص ان دونوں سے محبت کرے تو اس سے محبت فرما۔

حسنین جنتی جوانوں کے سردار ہیں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (ترمذی ج۲، ص۲۱۸، مشکوٰۃ ص۵۷۰)

حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

حسن و حسین جنتی پھول ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب عراق کے لوگوں نے حالت احرام میں مکھی یا مچھر مارنے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا ان اہل عراق کو دیکھو مجھ سے مکھی مارنے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، حالانکہ انہوں نے نواسہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو قتل کیا ہے اور پھر انہوں نے بیان کیا:

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا (بخاری، ج۱، ص۵۳۰)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے (حسن و حسین) یہ دونوں دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وقت امام حسن اور امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آپ کی پشت انور پر کھیل رہے تھے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم کیا آپ ان دونوں (یعنی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت رکھتے ہیں؟

فَقَالَ وَمَالِیْ لَا اُحِبُّهُمَا وَاِنَّهُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا (کنز العمال، ج۷، ص۱۱۰)

تو فرمایا کیوں نہ محبت رکھوں جب کہ یہ دونوں یعنی حسن و حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

اور ایک روایت اس طرح ہے۔

اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ هُمَا رَیْحَانَیَّ مِنَ الدُّنْیَا (مشکوٰۃ، ص۵۷۰)

بے شک حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ پیار و محبت کا یہ عالم تھا کہ فَیَشُمُّهُمَا وَیَضُمُّهُمَا (ترمذی، ج۲، ص۲۲۰)

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان دونوں شہزادوں کو سونگھتے تھے اور اپنے سینۂ مبارک سے چمٹایا کرتے تھے۔

سبحان اللہ۔ سبحان اللہ: حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقام و مرتبہ کتنا بلند و بالا ہے کہ دنیا میں سب لوگ اپنے بچوں کو پیار و محبت سے چومتے ہیں لیکن ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے دونوں نواسے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں دنیا کے میرے پھول ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے اور کھلی ہوئی ہے کہ پھول کو سونگھا جاتا ہے اس لئے میں اپنے ان دونوں پھولوں کو یعنی حسن و حسین کو سونگھا کرتا ہوں۔

خوب فرمایا آقائے نعمت پیارے رضا اچھے رضا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

درود شریف:

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما خطبہ کے وقت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ دوران خطبہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجد میں آگئے۔ بچپن کا زمانہ تھا اور ابھی پوری طرح چلنا نہیں آتا تھا دونوں شہزادوں نے سرخ رنگ کا دھاری دار قمیص زیب تن کئے ہوئے تھے۔ چلتے تھے اور گر جاتے تھے جب آپ نے یہ منظر ملاحظہ فرمایا تو خطبہ روک کر منبر سے نیچے اُترے اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی گود میں اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھایا پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں۔

نَظَرْتُ اِلٰی هٰذَیْنِ الصَّبِیَّیْنِ یَمْشِیَانِ وَیَعْثِرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰی قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ وَرَفَعْتُهُمَا

(ترمذی، ج ۲، ص ۲۳۱، مشکوٰۃ ص ۶۲۳، مالبدایہ ج ۸، ص ۲۰۵)

میں نے ان دونوں کو چلتے اور گرتے دیکھا تو مجھے گوارا نہ ہوا اس لئے خطبہ روک کر ان دونوں کو اٹھالیا۔

امام حسن اور امام حسین کے لئے سجدہ طویل کردیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سجدے میں تھے کہ

حسن و حسین آئے اور آپ کی پشت انور پر سوار ہو گئے، پس آپ نے (ان کی خاطر) سجدہ طویل کر دیا پھر عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کیا سجدہ کو طویل کرنے کا حکم آ گیا ہے۔

فَیَقُوْلُ اِرْتَحَلَنِیْ اِبْنِیْ فَکَرِھْتُ اَنْ اُعْجِلَهٗ (مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۸۱)

تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں نہیں میرے بیٹے میری پشت پر (سجدے کی حالت میں) چڑھ گئے تھے تو میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں جلدی کروں (اس لئے سجدہ طویل کر دیا)

ایک دفعہ ہمارے پیارے نبی مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی پشت انور پر سجدے کی حالت میں سوار ہو گئے تو ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس وقت تک سجدے میں رہے جب تک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پشت اقدس سے خود نہ اُتر گئے پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم ہمارے ماں، باپ آپ پر قربان۔ کیا اب سجدہ کو طویل کرنے کا حکم آ گیا ہے یا آپ پر اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی جو آپ نے اتنا طویل سجدہ ادا فرمایا۔ قَالَ کُلُّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ وَلٰکِنْ اِبْنِیْ اِرْتَحَلَنِیْ فَکَرِھْتُ اَنْ اُعْجِلَهٗ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَهٗ (المستدرک، ج ۳، ص ۱۶۶)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ایسی کوئی وجہ نہیں تھی بلکہ وجہ یہ تھی کہ میرا بیٹا میرے اوپر سوار ہو گیا تھا میرے دل نے یہ پسند نہیں کیا کہ میں جلدی اٹھوں اور یہ گر جائے۔

سواری اچھی ہے تو سوار کتنا اچھا ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حسن اور حسین دونوں کو دیکھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے کندھوں پر سوار ہیں تو میں نے کہا کتنی اچھی سواری تمہارے نیچے ہے۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الْفَارِسَانِ (مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۸۲)

پس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا (اے عمر) سواری اچھی ہے تو سوار کتنے اچھے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی پشت انور پر بٹھائے ہوئے ہیں اور آپ دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کے بل چل رہے ہیں تو میں نے کہا (اے شہزادو) تمہاری سواری کتنی اچھی ہے۔

فَقَالَ وَنِعْمَ الرَّاكِبَانِ هُمَا ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا (اے جابر) دونوں سوار کتنے اچھے ہیں۔ (کنز العمال، ج ۷، ص ۱۰۸، البدایہ، ج ۸، ص ۳۶)

اے ایمان والو! وہ منظر کتنا پیارا ہوگا جب پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دوش مبارک پر امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سوار تھے۔ اسی لئے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روح پرور منظر دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم آپ کتنی اچھی سواری ہیں تو آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے عمر! سواری کتنی اچھی ہے تو یہ بھی دیکھو کہ سوار کتنے اچھے ہیں۔ گویا اگر سواری نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں تو سوار جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ اگر سواری محبوب خدا ہیں تو سوار محبوب مصطفیٰ ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

امام حسین کے لئے جنت سے جوڑے آنا

ماہ رمضان المبارک ختم ہونے کے قریب ہے۔ عید کا چاند نظر آنے والا ہے۔ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بچپن کا زمانہ ہے۔ خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا گھر کے تمام کام کاج سے فارغ ہوکر نماز کے لئے مصلیٰ بچھاتی ہیں ادھر دونوں شہزادے اپنی پیاری ماں حضرت خاتون جنت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں، اے امی جان! صبح عید کا دن ہے۔ مدینہ کے لوگوں کے بچے نئے نئے لباس پہنیں گے اور محبوب خدا مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نواسوں کے لئے نئے جوڑوں کا انتظام نہیں؟ کیا عید کے دن ہم نئے جوڑے نہیں پہنیں گے؟ بچوں کے سوال سے ماں کی ممتا تڑپ گئی۔ بچوں کو تسلی دے کر فرمایا۔ میرے بیٹو! فکر مت کرو تمہارے لئے بھی۔ (انشاءاللہ تعالیٰ) نئے جوڑوں کا انتظام ہو جائے گا

خاتون جنت حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نماز سے فارغ ہوکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عنایت میں دعا کے لئے دست سوال دراز کیا اور عرض کیا یا رحمن ورحیم مولیٰ! تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نواسوں نے مجھ سے نئے کپڑے مانگے ہیں۔ اے مولائے کریم ورحیم! میں نے تیرے کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے ان سے وعدہ کرلیا ہے۔

اے میرے مولائے کریم! میں نے اپنے بچوں سے جو وعدہ کیا ہے اس کی لاج رکھ لے۔ نماز فجر کے بعد دعا مانگ کر جب فارغ ہوتی ہیں۔ تو کسی شخص نے دروازہ پر دستک دی۔ حضرت سیدہ نے پوچھا کون؟ دستک دینے والے نے جواب دیا، اہل بیت کا درزی ہوں، شہزادوں کے لئے نئے نئے کپڑے لے کر آیا ہوں، حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دروازہ سے وہ کپڑے لے لئے اور امام حسن اور امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) دونوں شہزادوں کو پہنا دیئے۔ محبوب خدا پیارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا اے میری پیاری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کپڑے کون لے کر آیا تھا؟ حضرت سیدہ نے عرض کیا ابا جان! آپ ہی بتا دیں، تو آپ نے فرمایا۔ وہ جبریل امین تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کے کپڑے لیکر حاضر ہوئے تھے۔ (روضۃ الشہداء، ص ۷۰)

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کشتی

سید السادات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں بھائی بچپن میں ایک دوسرے سے کشتی لڑ رہے تھے اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیٹھے ہوئے اپنے دونوں نواسوں کی کشتی کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے حسن! حسین کو پکڑ لو تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ سنا تو سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تعجب ہوا اور عرض کیا ابا جان! آپ بڑے سے فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لو تو ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، میری بیٹی فاطمہ میں نے اس لئے فرمایا کہ دوسری جانب جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہیں اور وہ حسین سے کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑ لو تو میں نے حسن سے کہا کہ تم حسین کو پکڑ لو۔ (نور الابصار، ص ۱۱۴)

اے ایمان والو! سید الانبیاء اور سید الملائکہ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کشتی کیوں لڑائی؟ تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آج ہی تیاری مکمل کرا دی جائے تاکہ کربلا کے میدان میں جب حق کی حفاظت کے لئے اسلام کی بقاء کے لئے یزید اور یزیدیوں سے مقابلہ ہو اور باطل طاقت سے ٹکرانا پڑے تو نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے روبرو جو تیاری کرائی تھی وہ کام آ جائے۔

فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَۃِ۔

اس شہید بلا شاہ گلگوں قبا
بے کس دشت غربت پہ لاکھوں سلام
کتنے بکھرے ہوئے ہیں مدینے کے پھول
کربلا تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

درود شریف:

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تختیاں

کَتَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ فِیْ لَوْحَیْنِ۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو تختیاں لکھیں اور دونوں بھائی آپس میں کہنے لگے کہ ہماری تحریر اچھی ہے تو فیصلہ کے لئے اپنے والد گرامی حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لائے۔ آپ نے بڑے بڑے فیصلے فرمائے ہیں مگر یہ فیصلہ نہیں فرماتے ہیں، اس لئے کہ دونوں میں سے کسی کا دل نہ ٹوٹنے پائے اس لئے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اپنی ماں سیدہ فاطمۃ الزہرا کے پاس لے جاؤ۔ دونوں شہزادے اپنی امی جان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا امی جان! آپ فیصلہ فرمادیں کہ کس کی تحریر اچھی ہے؟ حضرت سیدہ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ نہیں کروں گی۔ اس فیصلہ کو تم دونوں اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس لے جاؤ وہ بہتر فیصلہ فرمادیں گے۔ دونوں شہزادے اپنے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں آگئے اور عرض کیا کہ نانا جان آپ فیصلہ فرمادیں کہ ہم دونوں میں سے کس کی تحریر اچھی ہے؟ سارے عالم کا فیصلہ فرمانے والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے غور وفکر کیا کہ اگر حسن کی تحریر کو اچھی کہوں گا تو حسین کا دل ٹوٹے گا اور اگر حسین کی تحریر کو اچھی کہوں گا تو حسن کو رنج ہوگا اور دونوں میں سے کسی کا بھی رنجیدہ ہونا مجھے گوارہ نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ جبرئیل امین علیہ السلام کریں گے حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوئے اور بارگاہ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں اس کے حکم سے جنت کا ایک سیب لایا ہوں۔ اس نے فرمایا ہے کہ میں اس جنتی سیب کو دونوں کی تختیوں پر گراؤں جس کی تختی پر سیب گرے گا فیصلہ ہوجائے گا کہ کس کی تختی کی تحریر اچھی ہے۔ دونوں تختیاں ایک جگہ پاس، پاس رکھی گئیں اور حضرت جبریل علیہ السلام نے دونوں تختیوں کے اوپر سے جنتی سیب کو گرایا۔ اللہ تعالیٰ

کے حکم سے سیب کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آدھا سیب ایک تختی پر اور دوسرا آدھا سیب دوسری تختی پر گرا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ دونوں شہزادوں کی تختی کی تحریر اچھی ہے۔ اس فیصلے سے دونوں شہزادے خوش ہو گئے۔

(نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۳۶، بحوالہ امام نسفی)

امام حسین کے قدم کی خاک کی برکت

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ (جیسے چودھویں کا چاند ستاروں کے درمیان ہوتا ہے) مدینہ منورہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے۔ ایک مقام پر مدینہ منورہ کے چند بچے آپس میں کھیل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان بچوں میں سے ایک لڑکے کو گود میں اٹھا لیا اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور بہت پیار سے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے جب اس منظر کو ملاحظہ کیا تو حیرت و تعجب سے بارگاہ اقدس میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم ہمیں بڑا تعجب ہے کہ یہ کون لڑکا ہے؟ اس کو اس قدر پیار کرنے کا سبب کیا ہے؟ تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اس بچے کے ساتھ میرے پیار و محبت کا سبب یہ ہے کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ یہ بچہ میرے پیارے حسین کے ساتھ کھیل رہا تھا اور میرے بیٹے حسین کے قدم کے نیچے کی دھول کو لیکر اپنی آنکھوں پر ملتا تھا۔ تو میں اسی دن سے اس لڑکے کو دوست رکھتا ہوں اور اس سے محبت کرتا ہوں اور کل قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ساتھ اس کے ماں، باپ کو بخشوا کر جنت میں داخل کروں گا۔ (مقاصد الشہادتین، ص ۱۱۳)

اے ایمان والو! حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنے والے کی کل قیامت کے دن ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم شفاعت فرما کر اس شخص کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ میرے آقا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں میں قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

امام حسین کے لئے ہرنی نے بچہ پیش کیا

ایک دن ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ایک صحابی ہرنی کا بچہ پکڑ کر لائے اور آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اسے قبول فرمایا اور وہ ہرنی کا بچہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دیا۔ آپ ہرنی کے بچہ کے ساتھ کھیلتے کھیلتے گھر پہونچے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ بھائی جان! ہرنی کا بچہ

مجھے دیدو۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے بھائی حسین مجھے نانا جان نے دیا ہے، تم بھی جاؤ نانا جان سے لے آؤ۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا نانا جان! آپ نے بھائی حسن کو ہرنی کا بچہ عطا کیا ہے مجھے بھی ہرنی کا بچہ دیجئے۔ ہرنی کا بچہ طلب کرتے ہوئے قریب تھا کہ آپ رو پڑتے مگر دیکھتے کیا ہیں کہ جنگل کی طرف سے ایک ہرنی اپنے ایک بچہ کے ساتھ دوڑتی ہوئی چلی آرہی ہے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم پہلا بچہ جس کو آپ کے صحابی پکڑ کر آپ کے پاس لائے وہ بھی میرا ہی بچہ ہے اب یہ دوسرا بچہ میں خود لے کر حاضر ہوئی ہوں اسے بھی قبول فرما کر امام حسین کو عطا فرمادیں۔ یا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم میں اپنے بچوں کی جدائی تو برداشت کرسکتی ہوں لیکن آپ کے بیٹے حسین کا رونا میں گوارہ نہیں کرسکتی ہوں۔ (مناصر الشہادتین، ص ۱۱۶)

اے ایمان والو! ہمارے آقا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا شان ہے کہ جنگل کا جانور تک آپ سے محبت کرتا ہے ہائے رے یزید پلید تو کیسا بد بخت اور بد نصیب تھا کہ تو نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عشق و محبت کی بجائے ان کے گھر کو لوٹا۔ ان کے بیٹوں کو بھوکے، پیاسے رکھا اور پھر قتل کیا اور اپنا ٹھکانا جہنم بنایا۔

ہم حسینیوں کو یزید اور یزیدیوں سے کیا سروکار۔ جو شخص بھی جنت میں جانا چاہے تو جوانان جنت کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت جنت کی کنجی ہے۔

امام حسین کی شہادت کی خبر: شہیدوں کے قافلہ سالار، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی تھی۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستان میری

شیر خوارگی کے ایام میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ام الفضل کو آپ کی شہادت کی خبر دی۔ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے پیارے بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمین کربلا میں خون بہانے کے لئے خون جگر یعنی دودھ پلایا۔ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شہزادے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاک کربلا میں اسلام کی خاطر جان عزیز کو قربان کرنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا۔ رسول اللہ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے لئے بیابان میں سوکھا گلا کٹوانے اور مردانہ وار جان نذر کرنے کے لئے اپنے نواسہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی آغوش رحمت میں تربیت فرمایا۔ اس فرزند ارجمند

پیارے نواسے کی ولادت کی مسرت کے ساتھ شہادت کی خبر سن کر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی چشمان نبوت سے اشکوں کے موتی نچھاور ہوئے۔

باوجود اس کے کہ اس فرزند ارجمند پیارے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر شہادت پاکر چشم مبارک سے اشک تو جاری ہو جاتے ہیں مگر نانا جان پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے ہیں کہ میرا پیارا حسین اس حادثہ ہائلہ یعنی قتل ہونے سے محفوظ رہے اور دشمنوں کے ہلاک و برباد ہونے کی بھی دعا نہیں فرماتے ہیں۔

اور نہ ہی والد گرامی حضرت مولیٰ علی اور نہ پیاری امی جان حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم اس خبر جانکاہ نے تو دل وجگر پارہ۔ پارہ کر دیا ہے آپ کے قربان۔ بارگاہ حق میں اپنے اس فرزند حسین کے لئے دعا فرما دیجئے کہ ہر بلا وآفت دور ہو جائے۔ نہ ازواج مطہرات نہ صحابہ کرام سب شہادت کی خبر سنتے ہیں۔ مگر بارگاہ رسالت ونبوت میں کسی جانب سے بھی درخواست پیش نہیں ہوتی۔ اصل حقیقت یہ بات ہے کہ شجر اسلام کی آبیاری کے لئے خون حسین کی ضرورت تھی اور مقام امتحان میں ثابت قدمی درکار ہے یہ محل عذر وتامل نہیں ایسے موقع پر جان سے دریغ کرنا اللہ تعالیٰ کے محبوب وجانباز مردوں کا شیوہ نہیں۔ اخلاص سے جانثاری عین تمنا ہے۔ دعائیں کی گئیں مگر یہ کہ میرا فرزند ارجمند حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام صفا ووفا میں صادق ثابت ہو۔ توفیق الٰہی مساعد رہے۔ مصائب وآلام کا ہجوم وانبوہ میرے حسین کے قدم کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

ابو نعیم فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے مقام پر پہونچے۔ حضرت مولیٰ علی نے بیان فرمایا یہاں ان شہداء کے اونٹ بندھیں گے، یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے، یہاں ان کے خون بہیں گے امام حسین اور ان کے ساتھی اس میدان میں شہید ہوں گے آسمان وزمین ان پر روئیں گے۔ ان خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولیٰ علی اور صحابہ کرام زمین کربلا کے چپہ چپہ سے آگاہ تھے۔ یہ شہادت کا کمال ہے ایسا اعلان عام ہوا اپنے پرائے سب جان جائیں، مقام بتا دیا گیا ہو، وہاں کی مٹی شیشیوں میں رکھ لی گئی ہو۔ اس کے خون ہو جانے کا انتظار ہو اور شوق شہادت میں کمی نہ آئے۔ جذبۂ جانثاری روز افزوں ہوتا رہے۔ تمام چاہنے والے پہلے سے باخبر ہوں خود میرے امام کو بھی اپنی قربانی اور شہادت کی خبر ہے۔

پہاڑ بھی ہوتا تو اس خبر کی وحشت سے کانپ جاتا مگر کبھی وحشت وپریشانی میرے امام کے پاس نہیں پھٹکتی اور کوئی حرص وطمع جاہ وحشمت، تاج وحکومت غرضیکہ بڑی سے بڑی نعمت ودولت میرے امام کے راہ شہادت میں

دیوار نہ بن سکیں اور میرے امام کے پایہ استقلال کو ہلا نہ سکیں اور میرے آقا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبر و رضا کے ساتھ اپنے مولائے کریم کے لئے راہ شہادت کی تمام تیاریاں مکمل کر لیں۔ مردان خدا اور فرزندان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا حصہ اور انہیں کا حصہ ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشہ لب بام ابھی

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

(اقبال)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ امام حسن اور امام حسین دونوں میرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا۔

یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اُمَّتَکَ تَقْتُلُ اِبْنَکَ ھٰذَا مِنْ بَعْدِکَ (صواعق محرقہ، ص ۱۹۱، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۲۵)

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم بے شک آپ کی امت آپ کے اس بیٹے یعنی حسین کو آپ کے بعد قتل کر دے گی اور آپ کو وہاں کی مٹی دی۔ آپ نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا اس میں رنج و بلا کی بو ہے پس آپ نے امام حسین کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور روئے، پھر فرمایا اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا (حسین) قتل ہو گیا ام سلمہ نے اس مٹی کو بوتل میں رکھ دیا تھا اور ہر دن اس مٹی کو دیکھتیں اور فرماتی تھیں جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی وہ دن عظیم دن ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بارش کے فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دی وہ آیا تو امام حسین بھی آپ کی خدمت میں آئے اور آپ کے کندھوں پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کو چوما اور پیار کیا، تو فرشتے نے کہا۔ کیا آپ حسین سے پیار و محبت کرتے ہیں؟ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں حسین سے پیار کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا:

اِنَّ اُمَّتَکَ تَقْتُلُہٗ۔ (صواعق المحرقہ، ص ۱۹۰، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۲۵)

بے شک آپ کی امت حسین کو قتل کر دے گی اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں حسین قتل کئے جائیں گے پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا وہ مٹی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لے لیا اور اپنے کپڑے کے کونے میں باندھ لیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ ہم سنا کرتے تھے کہ حسین کربلا میں شہید ہوں گے۔

حضرت انس بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا۔

قَالَ اِنَّ اِبْنِیْ هٰذَا یَعْنِیْ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِاَرْضٍ یُقَالُ لَهَا کَرْبَلَا فَمَنْ شَهِدَ ذٰلِکَ مِنْکُمْ فَلْیَنْصُرْهُ فَخَرَجَ اَنَسُ بْنُ الْحَارِثِ اِلٰی کَرْبَلَا فَقُتِلَ بِهَا مَعَ الْحُسَیْنِ ۔

(خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۲۵، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۹۹، دلائل النبوۃ، ابو نعیم، ص ۴۸۶)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بیشک میرا بیٹا حسین قتل کر دیا جائے گا۔ اس زمین میں جس کو کربلا کہا جاتا ہے تو جو شخص تم لوگوں میں سے وہاں موجود ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ حسین کی مدد کرے تو انس بن حارث کربلا گئے اور امام حسین کے ساتھ شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مَا کُنَّا نَشُکُّ وَاَهْلُ الْبَیْتِ مُتَوَافِرُوْنَ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ یُقْتَلُ بِالطَّفِّ (المستدرک، ج ۳، ص ۱۷۹، خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۱۲۶)

ہمیں اور اہل بیت کو اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا کہ (امام) حسین بن علی زمین طف یعنی کربلا میں شہید ہوں گے۔

اے ایمان والو! ان احادیث کریمہ سے صاف طور پر ظاہر اور ثابت ہو گیا کہ ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنے پیارے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کی خبر تھی۔

لیکن محبوب خدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔ وہ محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ جن کی رضا و خوشنودی چاہتا ہے۔ وہ محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جن کی عظمتوں کا پرچم عرش کی بلندی پر لہرا رہا ہے وہ محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جن کا حکم بحر و بر میں نافذ ہے۔ وہ محبوب رسول جن کو شجر و حجر سلام کرتے ہیں وہ محبوب رسول جن کا اشارہ پا کر چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے وہ محبوب رسول جن کے حکم سے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے۔ وہ محبوب رسول جن کی حکومت فرش سے عرش تک ہے وہ محبوب رسول دعا نہیں کرتے کہ یا اللہ میرے نواسہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عظیم امتحان سے بچا لے۔

امیر المومنین حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جنتی عورتوں کی سردار حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کے بیٹے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المومنین حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان سب کو خبر ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں قتل کئے جائیں گے، شہید ہوں گے مگر کوئی بھی یہ دعا نہیں کرتا ہے کہ یا اللہ تعالیٰ میرے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو

قتل ہونے اور آزمائش سے بچالے، بلکہ سب یہی دعا مانگتے نظر آتے ہیں کہ یا اللہ تعالیٰ قادر و قیوم مولیٰ۔ میرے حسین کو صبر دے اور اس آزمائش و امتحان میں کامیابی و سرفرازی عطا فرما۔

مخالف کا اعتراض

اے ایمان والو! کچھ لوگ جو رسول اور آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخ و بے ادب ہیں اور بزرگوں کے مخالف و دشمن ہیں وہ لوگ اپنی بدعقیدگی اور اسلام و ایمان سے دوری کی وجہ سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے نواسہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل ہونے سے نہیں بچا سکے تو امت کے دیگر لوگوں کو کسی بلا و مصیبت سے کیا بچا پائیں گے تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہمارے آقا محبوب خدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے نواسہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل ہونے سے بچانے کی کوئی فکر ہی نہیں کی، بلکہ دعا بھی مانگی تو صبر اور استقامت کی۔

تو یہ اعتراض کرنا بالکل غلط ثابت ہوا کہ وہ اپنے نواسہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل ہونے سے بچا نہیں سکے۔ اب رہی بات یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں یہ طاقت و قوت ہے یا نہیں؟ کہ وہ اپنے گھر والوں اور اپنی امت کو بلا و مصیبت سے بچا سکتے ہیں یا نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و طاقت کا مظہر اتم ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بنایا ہے۔ اور سب سے عظیم بلا و بڑی مصیبت کی جگہ جہنم ہے۔ دنیا کی ہر بلا و مصیبت دوزخ کے عذاب کے سامنے ہیچ ہے۔ اور اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ باذن اللہ ہمارے سرکار دونوں عالم کے مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بروز قیامت اپنی امت کے تمام گنہگار ایمان والوں کو جہنم کے عذاب سے بچائیں گے اور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ مگر بخشش کی شرط یہ ہوگی کہ امتی ایمان والا ہو چاہے کتنا ہی برا اور گنہگار کیوں نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

اور اگر امتی بے ایمان، غدار، وہابی، دیوبندی، تبلیغی ہے تو یقیناً ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس بے ادب و گستاخ امتی کو نہیں بچائیں گے اور اس کی مدد بھی نہیں فرمائیں گے۔

خوب فرمایا عاشق مصطفیٰ پیارے رضا اچھے رضا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

اور کچھ گستاخ اس طرح کی بھی باتیں کرتے نظر آتے ہیں کہ امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ماننے والے، ان سے محبت والفت کرنے والے مدد کے لئے یاحسین، یاحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پکارتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں۔ جب امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میدان کربلا میں خود اپنی جان کی حفاظت نہیں کر سکے اور اپنے بھوکے، پیاسے گھر والوں اور ساتھیوں کو قتل ہونے سے نہیں بچا پائے تو یاحسین، یاحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہنے والوں کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے آقا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اور اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کی جان بچانے کی فکر ہی نہیں کی تھی۔ بلکہ میرے سرکار امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نانا جان محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین اسلام کی حفاظت کی فکر کی تھی۔ اسی اہم مقصد کی تکمیل کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں تشریف لے گئے تھے۔ اپنی جان کو بچانے نہیں گئے تھے بلکہ اپنی جان کو دیکر اسلام بچانے گئے تھے۔

بچپن میں اپنے نانا جان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے جو وعدہ کیا تھا اس وعدہ کو پورا کرنے گئے تھے۔ اور اس میں کامیابی حاصل کی اور شہادت عظمیٰ کے درجہ پر فائز ہوئے اور صبح قیامت تک کے لئے یزیدی فتنہ سے دین اسلام کو بچا کر زندہ اور تابندہ کر دیا۔

یزید ناپاک قتل کر کے خود مر گیا اور اپنے مقصد میں ناکام و نامراد ہی رہا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل ہونے کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنے مقصد میں کامیاب و بامراد رہے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

درود شریف:

حضرت امیر معاویہ صحابی ہیں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے آقا کریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صحابی ہیں۔

اے ایمان والو! یزید ناپاک کی پلیدی اور ناپاکی کی وجہ سے اس کے باپ ہونے کے سبب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا نہ کہو اس لئے کہ وہ صحابی ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ہمارے پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صحابی اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور صحابی وہ خوش نصیب مسلمان ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا اور صحابی کا وہ درجہ ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا ولی اور قطب کیوں نہ ہو ان کے ادنیٰ درجہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔

حدیث بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: وَلَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَنَصِیْفَهٗ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۳)

یعنی تم میرے صحابہ کو گالی نہ دو اور نہ بُرا کہو۔ اس لئے کہ تم میں سے اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ شخص ان کے کلو اور آدھا کلو گیہوں اور جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

اور اسی طرح کی روایت ہے کہ جب ان کا ذکر کیا جائے تو ان پر نکتہ چینی نہ کرو اور جو شخص میرے صحابہ کو گالی دے اور برا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۴)

عاشق اہل بیت، محب صحابہ حضرت امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام امور میں حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور فرماتے ہیں وَالتَّحْقِیْقُ اَنَّھُمْ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ یعنی تحقیق یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور ساری جنگیں اور اختلافات تاویل پر مبنی ہیں۔ ان کے سبب کوئی بھی عدالت سے خارج نہیں اس لئے کہ وہ سب مجتہد ہیں۔ (برکات آل رسول، ص ۲۸۲)

اور اسی طرح علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ لقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ ابن سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔

اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ القام الحجر میں اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ کسی صحابی کو گالی دینے والا فاسق ہے اگر اسے وہ حلال نہ جانے اور اگر وہ حلال جانے تو کافر ہے۔ (الشرف المؤبد،ص۱۰۴)

اے ایمان والو! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاریب یقیناً صحابی ہیں۔ ائمہ کرام ومحدثین عظام اور بزرگوں کے اقوال و بیانات سے صاف طور پر ظاہر وثابت ہے کہ تمام صحابہ کرام کو یا کسی ایک صحابی کو چاہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دینے والا ان کو برا کہنے والا اہل سنت میں سے نہیں ہے یقیناً ایسا شخص رافضی اور جہنمی ہی ہوسکتا ہے۔

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

ورق تمام ہوا، اور مدح باقی ہے
ایک سفینہ چاہے اس بحر بیکراں کے لئے
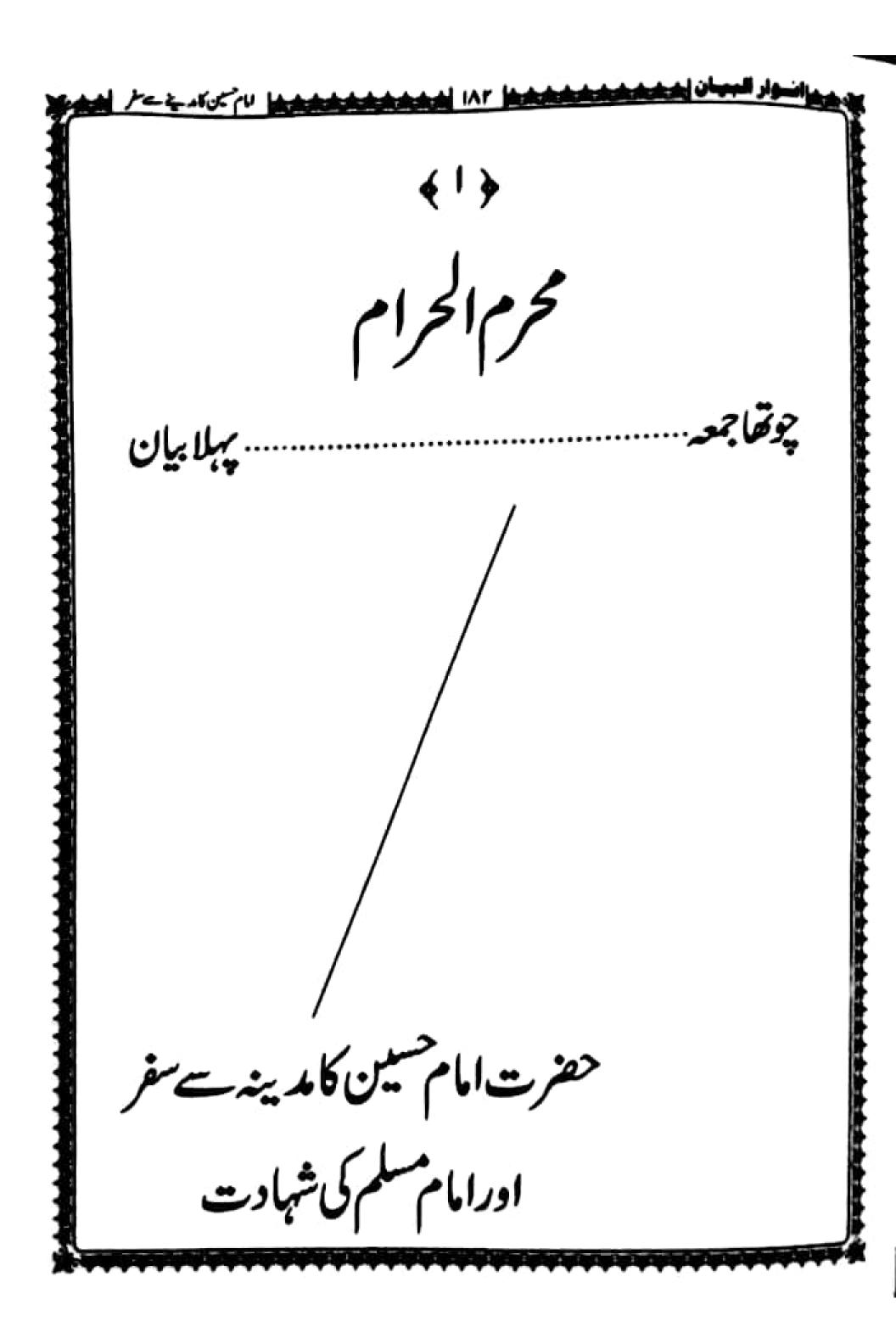
وما توفيقي إلا بالله
١٤١٧

﴿ ۱ ﴾

محرم الحرام

چوتھا جمعہ......................................پہلا بیان

حضرت امام حسین کا مدینہ سے سفر
اور امام مسلم کی شہادت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ٥ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ٥ (پ۲، رکوع۳)

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔ (کنز الایمان)

درود شریف:

اے ایمان والو! کامل مومن اور مسلمان ہونا آسان نہیں ہے۔ بلا و مصیبت سے مقابلہ کرنا اور پھر کامیاب ہو جانا مشکل امر ہے مگر اللہ تعالیٰ جسے توفیق دے۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

بلا شک و شبہ ایمان و کفر، حق و باطل، جنتی اور جہنمی، سچے اور جھوٹے کی پہچان تو امتحان و آزمائش کے میدان ہی میں ہوتی ہے اور ہر شخص کا امتحان اس کی عظمت و بزرگی کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے جس قدر اس کا دین و ایمان بلند و بالا ہوتا ہے اسی قدر اس کا امتحان بھی بڑا اور سخت ہوتا ہے۔

چنانچہ ہمارے سرکار مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ سخت امتحان انبیائے کرام علیہم السلام کا ہے ان کے بعد صالحین کا پھر درجہ بدرجہ۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو شخص جتنی زیادہ قربانی پیش کرتا ہے اور ذلت اٹھاتا ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اسی قدر عزت و بزرگی بھی پاتا ہے۔

ہمارے آقا محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرضی ہوئی کہ میرے پیارے بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتحان اور ان کی آزمائش، عظیم اور سخت ہوتا کہ مقام شہادت بھی عظیم اور بلند و بالا ہو۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال اور یزید ناپاک کی حکومت

جب کوئی واقعہ ہونے والا ہوتا ہے تو اس کے ہونے کے اسباب بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے اسباب اس طرح پیدا ہوئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجب ۶۰ھ دمشق میں وصال فرمایا۔ آپ کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے تبرکات میں سے ازار شریف چادر مبارک، قمیص شریف، موئے مبارک اور تراشہائے ناخن ہمایوں تھے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ازار شریف و چادر مبارک قمیص انور میں کفن دیا جائے اور میرے ان اعضاء پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے موئے مبارک اور تراشۂ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔ (سوانح کربلا، ص۷۵)

یزید پلید کی تخت نشینی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ان کا ناخلف اور ناپاک بیٹا یزید پلید تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس نے اپنی بیعت لینے کے لئے حکومت کے اطراف و جوانب میں خطوط روانہ کئے۔ مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ تھے۔ ان کو اپنے باپ کے وصال کی اطلاع کی اور لکھا کہ ہر خاص و عام سے میری بیعت لو اور حسین بن علی۔ عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پہلے بیعت لو، ان سب کو ایک لمحہ کی مہلت نہ دو۔

مدینہ طیبہ کا حاکم جب یزید ناپاک کی بیعت لینے کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے یزید کے فسق و فجور اور ظلم و زیادتی کے سبب اس کی بیعت سے انکار فرما دیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے کہ یزید ناپاک کی بیعت کا انکار اس کے غصہ و اشتعال کا سبب بنے گا اور ناپاک یزید میری جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ و دیانت داری نے اجازت نہیں دی کہ اپنی جان کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کریں اور مسلمانوں کی تباہی اور دین و شریعت کی بے حرمتی کی پرواہ نہ کریں اور یہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے نیک و صالح فرزند رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح ممکن تھا اگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت یزید ناپاک کی بیعت کر لیتے تو یزید آپ کی بہت قدر و منزلت کرتا اور آپ کے آرام و آسائش میں کوئی کمی نہیں آنے دیتا بلکہ آپ کے پاس دنیا کی دولت کثرت سے جمع ہو جاتی لیکن اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور دین میں ایسا فساد برپا ہو جاتا جس کا دور کرنا پھر ناممکن ہوتا اور یزید کی ہر برائی اور بد کرداری کے جائز و حلال ہونے کے لئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سند بن جاتی اور دین و شریعت کا صحیح نقشہ مٹ جاتا۔ اسی وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ واقعہ چار شعبان سنہ ۶۰ھ کا ہے۔ (سوانح کربلا ص ۷۷)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدینہ منورہ سے جدائی

حالات اس قدر خراب اور بگڑ چکے تھے کہ اس برکت و رحمت والے شہر پیارے مدینہ کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ کے لئے جانا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ضروری ہو گیا۔

وہ مدینہ منورہ جہاں اطراف عالم سے مسلمان حاضر ہونے کی تمنا کریں۔ وہ مدینہ منورہ جس کو دیکھنے کے لئے مومن خواہش و آرزو کرے۔

دکھادے یاالٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولیٰ تیری رحمت برستی ہے

مدینہ منورہ سے جانے کی تیاری مکمل ہو گئی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس پر آخری سلام پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

عشق و محبت والو امام حسین کے غلامو! ذرا سوچو تو سہی کہ جب ہمارے آقا حضرت امام حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ روضۂ اطہر پر اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے روبرو آخری سلام کے لئے حاضر ہوئے ہوں گے اس وقت میرے آقا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت وکیفیت کا عالم کیا ہوگا۔ بلاشبہ نور ورحمت والی آنکھوں نے رنج وغم کے آنسوؤں کی برسات کی ہوگی اور عرض کیا ہوگا کہ میرے پیارے نانا جان میں آپ کا پیارا نواسہ حسین ہوں جس کو آپ کندھے پر بٹھایا کرتے تھے۔ جس کو آپ نے اپنی آغوش رحمت میں پالا تھا۔ آخری سلامی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اے میرے پیارے نانا جان آپ کا پیارا مدینہ چھوڑ رہا ہوں کہ میرا مدینہ میں رہنا کٹھن اور دشوار ہوگیا ہے۔ میں جارہا ہوں مجھے اجازت عطا ہو۔ اس وقت روضہ اطہر میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر کیا گزری اور بیتی ہوگی۔ اور ان کا کیا حال ہوا ہوگا اس کا تصور عشق ومحبت والے ہی بیان کر سکتے ہیں۔

آہ ! آج کا دن کتنے غم ورنج کا ہے۔ زبان میں طاقت کہاں جس کو بیان کر سکے۔ یہی روضہ اطہر قرار دل اور کعبہ ایمان ہے جو ہمیشہ کے لئے چھوٹ رہا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا سب کچھ مدینہ میں ہے مگر آج وہ مدینہ منورہ سے جارہے ہیں اور ہمیشہ کے لئے جارہے ہیں۔ الوداع اے نانا جان الوداع کہتے ہوئے حسرت بھری نگاہ سے تربت اقدس کو دیکھتے اور روتے ہوئے رخصت ہوئے۔ پھر آپ اپنی مادر مہربان حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر شریف پر حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے

اے میری امی جان ! یہ نازوں کا پالا تمہارا حسین، آج تم سے جدا ہونے اور آخری سلام کہنے آیا ہے۔ پھر آپ اپنے برادر اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور آخری سلام پیش کر کے۔ گھر والوں کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں کوفیوں کے خطوط: خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ملک شام جو یزید ناپاک کا دار السلطنت تھا اور وہاں کے باشندوں نے یزید کی بیعت قبول کر لی تھی اور اہل کوفہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خطوط بھیج رہے تھے اور آپ کی تشریف آوری کی التجائیں کر رہے تھے لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف طور پر انکار فرمادیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال اور یزید ناپاک کا تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد عراق کے لوگوں نے اتفاق رائے سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تقریباً ڈیڑھ سو خطوط بھیجے اور ان خطوط میں اپنی نیاز مندی وجذبات عقیدت واخلاص کا اظہار کیا اور آپ پر اپنی جان ومال فدا کرنے کی تمنا ظاہر کی۔

اگرچہ امام پاک کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بے وفائی کا پہلے بھی آپ کو تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یزید ناپاک بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت وسلطنت دین کے لئے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں ان حالات میں کوفیوں کا یہ پاس ملت یزید ناپاک کی بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام پاک سے طالب بیعت ہونا حضرت امام پاک پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں۔ جب ایک قوم ظالم وفاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق اہل سے درخواست بیعت کرے اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالہ کرنا چاہتا ہے۔ امام پاک اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام پاک کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام پاک بیعت کے لئے راضی نہ ہوئے بدیں وجہ ہم کو یزید ناپاک کے ظلم وتشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی۔ اگر امام پاک ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کے لئے حاضر تھے۔ یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام پاک ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔ اگرچہ اکابر صحابہ کرام حضرت ابن عباس وحضرت ابن عمر وحضرت جابر وحضرت ابوسعید وحضرت ابوواقد لیثی وغیرہم حضرت امام پاک کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد ومواثیق کا اعتبار نہ تھا۔ امام پاک کی محبت اور شہادت امام پاک کی شہرت ان سب کے دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی۔ گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہو گا لیکن اندیشہ مانع تھا۔ حضرت امام پاک کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو رد کرنے کے لئے عذر شرعی کیا ہے۔ ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ کے شدید اصرار کا لحاظ، اور کوفہ والوں کی استدعا رد نہ فرمانے کے لئے کوئی شرعی عذر نہ ہونا حضرت امام پاک کے لئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم کو بھیجا جائے۔ اگر کوفیوں نے بدعہدی وبے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جا سکے گی۔ (سوانح کربلا، ص ۹۷)

حضرت امام مسلم کی کوفہ کو روانگی

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نائب بنا کر کوفہ کو روانہ فرمایا اور کوفہ والوں کو تحریر فرمایا کہ تمہاری التجا و استدعا پر ہم امام مسلم کو اپنا نائب بنا کر تمہارے پاس بھیج رہے ہیں

۔تم لوگوں پر ان کی نصرت وحمایت لازم ہے۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو صاحبزادے محمد اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو بہت کم عمر تھے اور اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے اس سفر میں اپنے مہربان باپ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ (سوانح کربلا، ص ۸۰)

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ پہونچ کر مختار بن عبید کے مکان پر قیام فرمایا۔ کوفہ والے آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے آرہے تھے اور ایک ہفتہ کے اندر بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق کے لوگوں کی گرویدگی وعقیدت دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں خط لکھ دیا کہ یہاں کے حالات بہتر ہیں اور التماس کیا کہ آپ جلد تشریف لے آئیں تا کہ بندگان خدا یزید ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں اور دین حق کی تائید ہو۔ مسلمان امام حق کی بیعت سے مشرف وفیضیاب ہوسکیں۔

کوفہ والوں کا جوش وجذبہ دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت کوفہ کے گورنر تھے۔ کوفہ کے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا اے لوگو سن لو! یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس پر بہت بھڑکے گا اور فتنہ فساد کرے گا۔ حضرت نعمان بن بشیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطلاع دے کر ضابطہ کی کارروائی پوری کر کے بیٹھ گئے اور اس معاملہ میں آگے کسی قسم کی کارروائی نہ کی۔

مسلم یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ (یہ لوگ یزید کے طرفدار تھے) نے یزید ناپاک کو اطلاع دی کہ حضرت امام مسلم بن عقیل تشریف لائے ہیں اور کوفہ والوں میں ان کی محبت وعقیدت کا جوش بڑھ رہا ہے۔ ہزاروں کوفی ان کے ہاتھ پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں اور کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر نے اب تک کوئی کارروائی ان کے خلاف نہیں کی۔ نہ ان پر سختی کی اور نہ کوئی تدبیر عمل میں لائے۔ یزید ناپاک نے یہ خبر سنتے ہی نعمان بن بشیر کو ان کے عہدہ سے برخواست کر دیا اور ان کی جگہ عبید اللہ بن زیاد جو بصرہ کا گورنر تھا اسے کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا۔ عبید اللہ بن زیاد بڑا مکار اور عیار تھا۔ وہ بصرہ سے روانہ ہوا اور اس نے اپنی فوج کو قادسیہ میں چھوڑا اور خود حجازیوں کا لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہو کر اور چند آدمیوں کو ساتھ لیکر رات کے اندھیرے میں مغرب وعشاء کے درمیان اس راستہ سے کوفہ شہر میں داخل ہوا جس راستے سے مکہ کے لوگ آیا کرتے تھے اس مکاری اور عیاری سے

اس کا مطلب یہ تھا کہ ایسے طور پر شہر میں داخل ہونا چاہئے کہ کوفہ کے لوگ عبید اللہ بن زیاد کو پہچان نہ سکیں اور کوفہ والے یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے تاکہ وہ بے خطر امن و عافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ عبید اللہ بن زیاد کی اس مکاری اور عیاری سے کوفہ کے لوگ دھوکا میں آ گئے۔

اہل کوفہ جن کو ہر لمحہ اور ہر آن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا بڑی بے صبری سے انتظار تھا۔ انہوں نے دھوکہ کھایا اور رات کے اندھیرے میں حجازی لباس اور مکہ شریف سے آنے والے راستے سے آتا دیکھ کر سمجھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ نعرۂ ہائے مسرت بلند کئے گرد و پیش مرحبا کہتے چلے۔

مَرْحَبًا بِکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَقَدِمْتَ خَیْرَ مَقْدَمٍ۔ کا شور مچا یا یہ مردود تو دل میں جلتا رہا اور اس نے اندازہ کرلیا کہ کوفیوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار ہے اور ان کے دل ان کی طرف مائل ہیں مگر اس وقت کی مصلحت سے خاموش رہا تاکہ ان پر اس کا مکر نہ کھل جائے یہاں تک کہ دار الامارۃ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت کوفہ والے یہ سمجھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ تھے بلکہ مکار عبید اللہ بن زیاد اس فریب اور دھوکا کے ساتھ آیا اور انہیں حسرت و مایوسی ہوئی۔ رات گزار کر صبح کو عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ والوں کو جمع کیا اور حکومت کا پروانہ پڑھ کر سب کو سنایا اور یزید ناپاک کی مخالفت سے ڈرایا اور دھمکایا۔ طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے حضرت امام مسلم کی جماعت کو منتشر کر دیا۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہانی بن عروہ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ عبید اللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث کو ایک فوج کے ساتھ ہانی بن عروہ کے مکان پر بھیجا اور اس کی فوج نے ہانی بن عروہ کو گرفتار کرلیا اور عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا اور ان کو قید کرلیا گیا۔ کوفہ کے تمام رؤساء و عمائدین کو بھی قلعہ میں نظر بند کر دیا۔

عبید اللہ بن زیاد کا محاصرہ: حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خبر پا کر باہر تشریف لائے اور آپ نے اپنے چاہنے والوں کو آواز دی۔ جوق در جوق لوگ آنے لگے اور چالیس ہزار لوگوں نے آپ کے ساتھ شاہی محل کو گھیر لیا۔ صورت بن آئی تھی حملہ کرنے کی دیر تھی اگر حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حملہ کرنے کا حکم دے دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح ہو جاتا اور ابن زیاد مکار اور اس کے ساتھی حضرت امام مسلم کے ہاتھ میں گرفتار ہو جاتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح امنڈ کر یزیدیوں کو تباہ و برباد کر ڈالتا اور یزید ناپاک کو جان بچانے کے لئے کوئی راہ نہ ملتی۔ نقشہ تو یہی جما تھا مگر کار بدست کارکنان قدرت است یعنی بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے۔

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ کا محاصرہ تو کرلیا اور باوجود یہ کہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابن زیاد کی

مکاری وفریب کاری اور یزید ناپاک کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی۔ پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک عدل وانصاف والے بادشاہ کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کرلیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے تو مسلمانوں میں خون ریزی نہ ہونے دی جائے آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ دشمن نے اس وقفہ یعنی مہلت سے فائدہ اٹھالیا اور کوفہ کے روساء وعمائدین یعنی بڑے بڑے لوگوں کو جن کو ابن زیاد بدنہاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا۔ انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت سے علیحدہ کر دیں۔ یہ لوگ ابن زیاد بدنہاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد بدنہاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا۔ اس خوف سے وہ سب گھبرا کر اٹھے اور انہوں نے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر اپنے رشتہ دار متعلقین سے گفتگو کی اور انہیں حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی یزید ناپاک تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا۔ تمہارے مال لٹوا دے گا۔ تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گی۔ یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم لوگ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مارے جائیں گے۔ اے لوگو! اپنے انجام پر نظر ڈالو۔ ہمارے حال پر رحم کرو۔ اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر منتشر ہونے لگا۔ یہاں تک کہ بوقت شام حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومار سے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا اس کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہا ہیں اور ان کی رفاقت کے لئے کوئی ایک بھی موجود نہیں۔ کوفہ والوں نے حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑنے سے پہلے غیرت وحمیت سے قطع تعلق کیا اور انہیں ذرا پرواہ نہ ہوئی کہ قیامت تک تمام عالم میں ان کی بے ہمتی کا شہرہ رہے گا اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالم ہوں گے۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غربت ومسافرت میں تنہا رہ گئے۔ کدھر جائیں۔ کہاں قیام کریں۔ حیرت ہے کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے۔ جہاں سے ایسے محترم مہمانوں کو مدعو کرنے خطوط اور رسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے ساتھ ہیں۔ کہاں انہیں لٹائیں۔ کہاں سلائیں۔ کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شب گزارنے کے لئے نظر نہیں آتی۔ اس وقت حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا

دیتی ہے وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام حسین کی جناب میں خط لکھا۔ تشریف آوری کی التجا کی ہے۔ اور اس بدعہد قوم کے اخلاص وعقیدت کا ایک دل کش نقشہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری پر زور دیا ہے۔ یقیناً حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری التجا رد نہ فرمائیں گے اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل وعیال چل پڑیں گے۔ یہاں انہیں کیا مصائب پہونچیں گے اور چمن زہرا کے جنتی پھولوں کو اس بے مہری کی تپش کیسی گزند پہونچائے گی یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی وانفعال اور حضرت امام حسین کے لئے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی جداد امن گیر تھی۔ (سوانح کربلا، ص ۸۲)

حضرت امام مسلم پیاس کی حالت میں

اس حالت میں حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیاس معلوم ہوئی۔ ایک گھر سامنے نظر آیا جہاں طوعہ نامی ایک عورت موجود تھی اس سے پانی مانگا۔ اس عورت نے پہچان لیا اور پانی پیش کیا۔ اور اپنی سعادت سمجھ کر آپ کو اپنے مکان میں فروکش کیا۔ اس عورت کا بیٹا محمد ابن اشعث کا گرگا تھا۔ اس نے فوراً ہی اس کو خبر کردی اور اس نے ابن زیاد بدنہاد کو اس پر مطلع کیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن حریث کوفہ شہر کے کوتوال اور محمد بن اشعث کو بھیجا۔ ان دونوں نے ایک لشکر کو ساتھ لیکر طوعہ کے گھر کو گھیر لیا اور چاہا کہ حضرت امام مسلم کو گرفتار کرلیں۔ حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر نکلے اور مجبوراً آپ نے ان ظالموں سے مقابلہ کیا۔ ان ظالموں نے دیکھا کہ حضرت امام مسلم ان کی فوج پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے شیر ببر بکریوں کے ریوڑ پر حملہ کرتا ہے۔ آپ کے شیرانہ حملوں سے ظالموں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ ان میں سے بعض مارے گئے اور بے شمار زخمی ہوگئے۔ ان ظالموں، بے وفاؤں کو معلوم ہوگیا کہ مولیٰ علی شیر خدا کے میدان کے ایک جوان سے مقابلہ آسان نہیں ہے۔

اب یہ تجویز کی کہ کوئی چال چلنی چاہئے اور کسی فریب سے حضرت امام مسلم پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر امن وصلح کا اعلان کردیا۔ اور حضرت امام مسلم سے عرض کیا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جنگ کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہم آپ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپ ابن زیاد جو شہر کوفہ کا والی ہے اس کے پاس تشریف لے چلیں اور اس سے گفتگو کر کے معاملہ طے کرلیں۔ حضرت امام مسلم نے فرمایا میں خود جنگ وجدال کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں اور جس وقت میرے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا اس وقت بھی میں نے جنگ نہیں کی۔ اور میں انتظار کرتا رہا کہ ابن زیاد گفتگو کر کے کوئی صلح کی صورت پیدا کرے اور قتل وخونریزی نہ ہونے پائے۔

حضرت امام مسلم کی شہادت

چنانچہ ان ظالموں بے وفاؤں نے مکر وفریب سے کام لیکر حضرت امام مسلم اور ان کے ننھے ننھے دونوں صاجزادوں کو عبید اللہ بن زیاد بدنہاد کے پاس شاہی محل میں لے گئے اور عبید اللہ بن زیاد بدنہاد نے پہلے ہی سے شاہی محل کے دونوں دروازوں کی آڑ میں آدمیوں کو تیغ وتلوار کے ساتھ کھڑا کر رکھا تھا اور انہیں حکم دیدیا تھا کہ حضرت امام مسلم جیسے ہی دروازہ کے اندر داخل ہوں۔ ایک دم دونوں طرف سے ان پروار کیا جائے۔ حضرت امام مسلم اس مکاری وعیاری سے بے خبر اور ناواقفیت کے ساتھ تشریف لارہے ہیں اور آپ یہ آیت کریمہ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ پڑھتے ہوئے شاہی محل کے دروازے میں داخل ہوئے۔ داخل ہونا تھا کہ ظالموں نے دونوں طرف سے تلواروں کے وار کئے اور بنی ہاشم کا مظلوم مسافر اعدائے دین کی بے رحمی سے شہید اہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ O (سوانح کربلا،ص ۸۵۔۸۶)

حضرت امام مسلم کے دونوں بچوں کی شہادت

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ننھے ننھے دونوں صاجزادے محمد اور ابراہیم آپ کے ساتھ تھے انہوں نے اس بے کسی کی حالت میں اپنے مہربان باپ کا سر ان کے مبارک تن سے جدا ہوتے ہوئے دیکھا۔ چھوٹے۔ چھوٹے بچوں کے دل غم ورنج سے پھٹ گئے اور وہ اس صدمہ میں بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھتا تھا اور ان کی سرگمی آنکھوں سے خون کے آنسو جاری تھے لیکن اس معرکۂ ظلم وستم میں کوئی ان ننھے ننھے بچوں پر رحم کرنے والا نہ تھا۔ ستمگاروں نے ان نونہالوں کو بھی تیغ ستم سے شہید کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ O اور ہانی کو قتل کر کے سولی پر چڑھایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ O ان تمام شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرایا گیا اور بے حیائی کے ساتھ کوفیوں نے اپنی سنگ دلی اور مہمان کشی کا عملی طور پر مظاہرہ کیا۔ یہ واقعہ ۳ رذی الحجہ ۶۰ کا ہے اسی روز حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ (سوانح کربلا،ص ۸۶)

اے ایمان والو! کوفہ والوں کی اس بدعہدی، دغابازی اور بے وفائی پر قیامت تک آنے والی نسل انسانی

نفرت وملامت کرتی رہے گی کہ ایسے معزز و محترم مہمان کو جسے بڑی بڑی تمناؤں اور التجاؤں کے ساتھ ڈیڑھ سو خطوط بھیج کر بلایا اور پھر اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کی نصرت وحمایت کا محکم وعدہ کیا اور پھر اس طرح اسے بیکسی و بے بسی کے عالم میں خونخوار دشمنوں کے حوالہ کر دیا۔ ان کو اور ان کے چھوٹے دونوں بچوں کو کوفیوں کے سامنے تیغ ظلم سے ذبح کر دیا گیا اور یہ بے حیا و بے غیرت قوم ان مظلوموں کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر کوچہ و بازار میں پھرانے کا تماشا دیکھتی رہی۔

ورق تمام ہوا، اور مدح باقی ہے
ایک سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

﴿۱﴾

محرم الحرام

چوتھا جمعہ..دوسرا بیان

صبر و رضا کے پیکر

حضرت سیدنا امام حسین کی شہادت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۝ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (پ۲، رکوع ۳)

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔ (کنز الایمان)

درود شریف:

دشت بلا کو عرش کا زینہ بنادیا
جنگل کو مصطفیٰ کا مدینہ بنا دیا

ہر ذرے کو نجف کا نگینہ بنادیا
تونے حسین مرنے کو جینا بنادیا

اور کسی عاشق نے کہا ہے۔

جو دہکتی آگ کے بستر پہ سویا وہ حسین
جس نے اپنے خون سے دنیا کو دھویا وہ حسین

جوجواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کے پھر بھی کچھ نہ کھویا وہ حسین

مرتبہ اسلام کا جس نے دوبالا کردیا
خون نے جس کے دو عالم میں اجالا کردیا

درودشریف:

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ روانہ ہوئے

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آنے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درخواست قبول فرمالینے میں کسی طرح کی تشویش وتردد کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی تھی۔ظاہر میں شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں قضاوقدر کے فرمان نافذ ہو چکے تھے۔تقدیر کا لکھا ہوا مٹتا نہیں۔

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو
سوزن تدبیر ساری عمر گو سیتی رہے

آپ کی شہادت کا وقت نزدیک آچکا تھا۔شہادت کا جذبۂ شوق دل کو کھینچ رہا تھا۔فداکاری کے ولولوں نے دل کو بے تاب کردیا تھا اسی لئے تو شہادت کی کشش میدان کربلا کی جانب کھینچے لئے جارہی تھی۔اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال کچھ اس طرح تھا۔

دو قدم بھی نہیں چلنے کی ہے طاقت مجھ میں
عشق کھینچے لئے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں

اکابر صحابہ کرام علیہم الرحمۃ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سفر سے روکنے کے لئے بہت ہی منت سماجت کرتے رہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے کوفہ تشریف نہ لے جائیں مگر ان سب کی کوششیں ناکام رہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ جانے کے لئے پختہ ارادہ فرمالیا اور ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو اپنے اہل وعیال اور عزیز واقارب اور غلاموں کل بیاسی نفوس قدسیہ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے عراق کے لئے روانہ ہوگئے۔ (سوانح کربلا، ص ۸۶)

کربلا جانے والے اہل بیت: اے ایمان والو! اس سفر میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین بیٹے آپ کے ساتھ تھے۔حضرت علی اوسط جن کو امام زین العابدین کہتے ہیں۔یہ حضرت شہر بانو کے بطن سے تھے۔

اس وقت ان کی عمر بائیس سال تھی اور علیل تھے۔ حضرت امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت علی اکبر تھے جو لیلیٰ بنت ابی مرہ کے بطن سے ہیں۔ ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی یہ کربلا میں شہید ہوئے۔ حضرت امام کے تیسرے بیٹے جنہیں حضرت علی اصغر کہتے ہیں ان کی ماں قبیلہ بنی قضاعہ سے تھیں۔ یہ شیر خوار بچے تھے۔ حضرت امام کی ایک صاحبزادی حضرت سکینہ بھی ساتھ تھیں جن کی عمر سات برس کی تھی ان کی ماں کا نام رُباب بنت امرء القیس تھا۔ حضرت سکینہ کی نسبت حضرت قاسم کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور کربلا میں حضرت قاسم کے ساتھ ان کے نکاح ہونے کی جو روایت مشہور ہے وہ غلط ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیویاں آپ کے ساتھ تھیں ایک حضرت شہر بانو، دوسری حضرت علی اصغر کی والدہ ماجدہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار نو جوان صاحبزادے (۱) حضرت قاسم (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت عمر (۴) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے جو کربلا میں شہید ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ فرزند (۱) حضرت عباس بن علی (۲) حضرت عثمان بن علی (۳) حضرت عبداللہ بن علی (۴) حضرت محمد بن علی (۵) اور حضرت جعفر بن علی حضرت امام پاک کے ساتھ تھے کربلا میں شہید ہوئے۔ اور حضرت عقیل کے بیٹوں میں حضرت مسلم تو اپنے دونوں بیٹے حضرت محمد اور حضرت ابراہیم کے ساتھ پہلے ہی کوفہ میں شہید کر دیئے گئے تھے اور تین بیٹے (۱) حضرت عبداللہ (۲) حضرت عبدالرحمٰن (۳) حضرت جعفر امام پاک کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوئے۔ اور حضرت جعفر طیار کے دو پوتے حضرت محمد اور حضرت عون کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبداللہ بن جعفر ہے۔ حضرت محمد اور حضرت عون امام پاک کی حقیقی بہن حضرت زینب بنت علی کے بیٹے اور امام پاک کے بھانجے ہیں۔ اہل بیت میں سے کل سترہ حضرات حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے اور حضرت امام زین العابدین (بیمار) اور دوسرے کم عمر شہزادگان جیسے حضرت عمر بن حسن اور حضرت محمد بن عمر بن علی قیدی بنائے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (سوانح کربلا۔ ص ۸۷)

اے ایمان والو! حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت تیزی کے ساتھ سفر فرما رہے تھے۔ راستہ میں بشیر بن غالب اسدی سے ملاقات ہوئی جو کوفہ سے مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ امام پاک نے ان سے کوفہ کا حال دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ اہل کوفہ کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَایَشَآءُ حضرت امام پاک نے فرمایا سچ ہے۔ اور آگے راستہ میں عرب کا مشہور شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی اس نے بھی اسی طرح کی بات کہی۔ بہر حال حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

سفر جاری رکھا کہ بطن الرمہ نام کے مقام سے آگے بڑھے تو عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے امام پاک کی بہت منت وسماجت کی کہ آپ کوفہ ہرگز نہ جائیں وہاں آپ کو یقیناً شہید کردیا جائے گا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لَنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا (پ۱۰، رکوع ۱۳)

ہمیں وہی مصیبت پہونچ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر فرمادی ہے۔ (سوانح کربلا، ص ۹۰)

حضرت امام مسلم کی شہادت کی خبر

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ منزل بہ منزل سفر فرماتے ہوئے چلے جارہے تھے اور اب تک کوفہ میں امام مسلم کی شہادت اور وہاں کے بدلے ہوئے بے وفا حالات سے بالکل ہی بے خبر تھے کہ منزل ثعلبیہ پر بکیر اسدی سے ملاقات ہوئی جو کوفہ سے آرہے تھے۔ انہوں نے امام پاک کے قدموں کا بوسہ لیکر کوفہ کے بدترین حالات سے حضرت امام پاک کو آگاہ کیا اور حضرت امام مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت اور دردناک حالات کو بیان کیا۔ حضرت امام پاک کوفیوں کی غداری اور عہد شکنی کی داستان سن کر حیران و پریشان رہ گئے۔

حضرت امام مسلم اور ان کے فرزندوں کی شہادت اور کوفیوں کی بے وفائی اور بدعہدی کا حال سن کر بعض لوگوں نے کہا کہ اے امام پاک یہیں سے واپس تشریف لے چلیں۔ چنانچہ حضرت امام پاک نے واپسی کا ارادہ فرمالیا مگر حضرت امام مسلم کے بھائیوں نے رو رو کر عرض کیا کہ اے امام بھائی مسلم کی ایسی دردناک اور مظلومانہ شہادت کے بعد ہم لوگ واپس نہیں جائیں گے بلکہ خون ناحق کا بدلہ لیں۔ آپ نے یہ بات سن کر واپسی کا اردہ ترک کردیا اور قافلہ آگے چل پڑا۔ (طبری، ج۲، ص ۲۲۷)

اسی طرح قافلہ آگے بڑھتا رہا جب امام پاک مقام زبالہ میں پہونچے تو اس جگہ پر آپ نے قافلہ والوں سے فرمایا کہ ہمیں دردناک خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل شہید کردیے گئے اور ہماری اطاعت کے دعویداروں نے ہمیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا جو شخص تم سے چاہے وہ واپس چلا جائے ہماری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں۔

کچھ عرب کے لوگ جو راستہ میں امام پاک کے ساتھ ہوگئے تھے اس اعلان کے سنتے ہی سب دائیں، بائیں اور ادھر اُدھر روانہ ہوگئے اور زیادہ تر وہی لوگ باقی رہ گئے جو مدینہ منورہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ (طبری، ج۲، ص ۲۲۷)

حُر اور ایک ہزار کا لشکر: جب امام پاک کوہ ذی حشم میں پہونچ کر خیمہ زن ہوئے تو محرم شریف ۶۰ھ کی پہلی تاریخ تھی کہ

حُر بن یزید ریاحی ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ آپ کا راستہ روک کر کھڑا ہوا ہے۔ حُر نے حضرت امام پاک کو سلام کیا اور عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مجھے کوفہ کے یزیدی گورنر عبید اللہ بن زیاد نے آپ کی گرفتاری کے لئے بھیجا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ معذرت بھی پیش کی کہ خدا گواہ ہے کہ میں بادل ناخواستہ آیا ہوں اور مجھے آپ کی مقدس بارگاہ میں بال کے برابر بھی بے ادبی اور گستاخی گوارہ نہیں ہے لیکن میں ابن زیاد ظالم حاکم کے حکم سے مجبور ولاچار ہوں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے حُر! میں اس شہر کوفہ میں خود بخود نہیں آیا ہوں بلکہ کوفہ والوں نے مجھے ڈیڑھ سو خطوط لکھ کر بلایا ہے اور یہ خطوط اکثر انہیں لوگوں کے ہیں جو اس وقت تمہارے اس لشکر میں میری گرفتاری کے لئے آئے ہیں۔

حُر نے قسم کھا کر کہا واللہ! مجھ کو اس کا کچھ بھی علم نہیں ہے کہ آپ کے پاس کب خطوط بھیجے گئے؟ اور کن کن لوگوں نے خطوط بھیجے؟ اور میں نہ آپ کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ واپس لوٹ سکتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت امام پاک نے خطوط کا تھیلا اُلٹ دیا اور فرمایا کہ دیکھ لو۔ یہ خطوط موجود ہیں ان کو پڑھ لو۔ ان کے دستخط اور مہریں دیکھ لو۔

پھر آپ نے نام لے لے کر پکارا کہ اے شیث بن ربعی، اے قیس بن اشعث! اے زید بن حارث! سچ سچ بولو کیا تم لوگوں نے خطوط لکھ لکھ کر اور قسمیں دے دے کر مجھے نہیں بلایا ہے؟ امام پاک کی پکار سن کر یہ سب بے حیا اور نابکار شرم سے گردنیں جھکائے کھڑے رہے اور کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتمام حجت کے لئے یہ بھی فرمایا کہ بہرحال اے کوفیو! اگر تم لوگ اپنے عہد و پیمان پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر میں قدم رکھوں ورنہ میں اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ میں یہیں سے اپنے وطن کو واپس چلا جاؤں۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۳۲)

میرے آقا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو ابھی حُر سے ہو ہی رہی تھی، کہ ایک شخص سانڈنی پر سوار ہو کر بڑی تیزی کے ساتھ آیا اور عبید اللہ بن زیاد کا خط حُر کو دیا کہ جس مقام پر تمہیں میرا خط ملے تم حضرت امام حسین کو اسی مقام پر روک لو۔ نہ انہیں کوفہ شہر میں داخل ہونے دو، نہ وطن واپس لوٹنے دو۔ خط کو پڑھ کر حُر نے عرض کیا۔ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! دیکھ لیجئے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے عبید اللہ بن زیاد کا کس قدر اصرار ہے؟ اس لئے میں مجبور ولاچار ہوں کہ آپ کو کسی طرح چھوڑ نہیں سکتا۔ حُر نے یہ کہا لیکن شدت غم سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آواز ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرنے لگی۔

اے ایمان والو! اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حُر کے دل میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے پناہ عظمت تھی۔ چنانچہ وہ نمازوں میں برابر حضرت امام پاک ہی کی اقتدا کرتا رہا لیکن وہ ابن زیاد بدنہاد کے ظلم وستم سے لاچار و مجبور تھا۔

اگر امام پاک کے ساتھ کسی طرح کی رعایت کرتا تو ایک ہزار لشکر کی موجودگی میں یہ راز پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ اور ابن زیاد بدنہاد کے ظلم وستم کا نشانہ بننا پڑتا۔ (سوانح کربلا،ص ۱۱)

اسی سبب سے حضرت امام پاک کو بے آب وگیاہ چٹیل میدان میں اترنا پڑا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں

محرم شریف کی ۲ رتاریخ ۶۱ھ جمعرات کا دن تھا جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں نزول فرمایا۔ امام پاک نے پوچھا اس میدان کا نام کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا اس کا نام کربلا ہے، کربلا کا نام سنتے ہی آپ گھوڑے سے اتر گئے اور فرمایا: ھٰذِہٖ کَرْبَلَاءُ مَوْضَعُ کَرْبٍ وَّبَلَاءٍ ھٰذَا مَنَاخُ رِکَابِنَا وَمَحَطُّ رِحَالِنَا وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا (نورالابصار،ص ۱۱۷)

یہ کربلا ہے جو مقام کرب وبلا ہے (یعنی رنج ومصیبت کی جگہ) یہی ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ یہیں ہمارے مال واسباب اتریں گے۔ اور اسی مقام پر ہمارے ساتھی قتل کئے جائیں گے۔

اے ایمان والو! حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا سے واقف تھے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ کربلا وہ جگہ ہے جہاں اہل بیت کا خون بہایا جائے گا اور انہیں بھوکے پیاسے رکھ کر قتل کیا جائے گا۔ کربلا کے میدان میں امام پاک بیٹھے ہوئے فکر وتدبیر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ آپ کو نیند آگئی خواب میں اپنے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرمارہے ہیں یہ کربلا ہے جو تمہاری شہادت کی جگہ ہے اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے امام پاک کے سینہ اقدس پر اپنا نورانی ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا۔ اے اللہ تعالیٰ حسین کو صبر عطا فرما اور بہتر اجر نصیب فرما (سوانح کربلا،ص ۹۳)

حضرات! بے وطن مسافر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامان ابھی بے ترتیب اِدھر اُدھر پڑا ہوا ہے۔ بے حیا اور دغا باز کوفیوں کو ذرا بھی غیرت نہیں آئی کہ جس مہمان مکرم کو ڈیڑھ سو خطوط لکھ کر ہزاروں تمناؤں اور التجاؤں کے ساتھ بلایا ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟ غالبًا دنیا کی تاریخ میں ایسے عظیم الشان

مہمان کے ساتھ اس قدر ظلم وزیادتی کا بدترین سلوک نہ کبھی ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔ کربلا میں فاطمہ کے لعل اور علی کے دُلارے کے ساتھ بے وفا اور غدار کوفیوں نے کیا ہے۔ حضرت امام پاک کو ان بے وفاؤں اور غداروں کی بے وفائی اور بدعہدی پر انتہائی حیرت تھی کہ ابھی اطمینان کے ساتھ بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ کچھ تکان دور کریں کہ کوفہ سے عبیداللہ بن زیاد کا قاصد یہ خط لیکر پہونچتا ہے کہ آپ یزید کی بیعت کیجئے یا جنگ کے لئے تیار ہو جایئے۔ حضرت امام پاک نے وہ خط پڑھا اور قاصد سے فرمایا۔ میرے پاس اس خط کا کوئی جواب نہیں ہے۔ (سوانح کربلا۔ ص ۹۳)

عمرو بن سعد: ابن سعد ایک جنتی صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا تھا اور وہ نااہل حریص الدنیا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وبزرگی سے خوب اچھی طرح واقف تھا اس لئے وہ یزیدی فوج کی سپہ سالاری سے بچنے کی کوشش کرنے لگا، بلکہ صاف طور پر انکار بھی کیا کہ میں ابن رسول کے خون ناحق سے اپنے دامن کو داغدار نہیں کرسکتا۔ مگر ابن زیاد بدنہاد نے اس کو مجبور کردیا کہ یا تو وہ ایران کی گورنری سے الگ ہو جائے یا حضرت امام پاک سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے۔ (سوانح کربلا، ص ۹۳)

اے ایمان والو! دنیا کی لالچ اور حکومت کی کرسی بہت بُری بلا ہے کہ جب یہ دنیا شیطان بن کر کسی کے سر پر سوار ہوتی ہے تو وہ شخص کتنا ہی بڑا استقامت کا پہاڑ کیوں نہ ہو، مگر اس کے قدم کو دنیا کی لالچ ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

چنانچہ عمرو بن سعد جو ایک جنتی باپ کا بیٹا تھا مگر ایران کی حکومت کے لالچ میں آگیا اور حیدر کرار کے گوہر پارے نوجوانان جنت کے سردار حضرت امام حسین نامدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کو لوٹنے اور ان کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور پانچ ہزار کی فوج جفاشعار کا سپہ سالار بن کر کربلا میں پہونچا اور دریائے فرات کے کنارے پڑاؤ ڈالا اور اپنا فوجی مرکز قائم کیا۔ اور پانچ سو سواروں کو ہتھیاروں کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے پہرہ بٹھا دیا۔ خبردار۔ خبردار۔ پانی کا ایک قطرہ بھی ساقی کوثر کے بیٹے امام حسین کے خیمہ کے اندر پہونچنے نہ پائے۔

حاکم کوفہ عبیداللہ بن زیاد بدنہاد برابر کوفہ سے فوجیں روانہ کرتا رہا، یہاں تک کہ کربلا کے میدان میں بائیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔

اے ایمان والو! کتنی حیرت کا مقام ہے؟ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کل بیاسی انسانوں کا قافلہ ہے۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور بچے بھی، بوڑھے بھی ہیں اور جوان بھی۔ ان ہی بیاسی مسافروں میں حضرت عابد بیمار بھی اور حضرت علی اصغر شیر خوار بھی اور یہ لوگ جنگ کے ارادے سے بھی نہیں آئے ہیں اور ان

لوگوں کے پاس سامان جنگ اور کافی ہتھیار بھی نہیں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان بیاسی حضرات کے مقابلہ کے لئے بائیس ہزار کی فوج ہتھیار کے ساتھ بھیجی جاتی ہے اور اس کے بعد بھی یزیدی فوج پر خوف و دہشت طاری ہے اور یزیدی فوج کو معلوم ہے کہ فاتح خیبر حضرت علی شیر خدا کے شیروں سے مقابلہ آسان نہیں ہے۔

علی کا گھر بھی وہ گھر ہے کہ جس گھر کا ہر ایک بچہ
جہاں پیدا ہوا شیر خدا معلوم ہوتا ہے

اہل بیت پر پانی بند

اے ایمان والو! یزیدیوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ شیر خدا کے شیروں سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ اس لئے ان ظالموں نے یہ تدبیر کی کہ پہلے ان پر پانی بند کر کے انہیں پیاس کی شدت سے نڈھال اور کمزور کر دیا جائے۔ اس طرح سات محرم کو نہر فرات کے پانی پر پہرہ بٹھا دیا گیا اور پانی بند کر دیا گیا۔

تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
پیاس کی شدت سے تڑپے بے زبان اہل بیت

حضرت امام حسین کی استقامت

دوسری محرم سے دسویں محرم تک اہل بیت کا قافلہ اس طرح کربلا میں مقیم رہا اور ابن زیاد کا قاصد بار بار یہ پیغام لاتا رہا کہ اے امام پاک آپ یزید کی بیعت کر لیں۔ یہ بائیس ہزار لشکر جو آپ کے خون کا پیاسا ہے آپ کے قدم چومے گا۔ یزید آپ کے قدموں پر دولتوں کا ڈھیر لگا دے گا کسی ملک کی گورنری آپ کے حوالہ کر دی جائیگی۔ اپنی جان بچالو اور اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کی جان کی فکر کر لو ورنہ آپ کا گھر لوٹ لیا جائے گا اور آپ کے بچوں کا خون بہایا جائے گا اور آپ کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔

غرضیکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طرح طرح کی لالچ دی گئی اور حرص وطمع کے ایسے سنہرے اور دلکش باغ دکھائے گئے کہ امام پاک کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ اس فریب میں آجاتا اور اس قدر ڈرایا اور دھمکایا گیا اور ایسی ایسی دردناک اور خوفناک دھمکیوں سے خوف زدہ کیا گیا کہ امام پاک کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ اس کے حوصلے ٹوٹ کر بکھر جاتے اور وہ دہشت وخوف سے گھبرا کر ان ظالموں کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جاتا۔

اے ایمان والو! حضرت امام حسین فرزند فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خون کے قطرے قطرے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا خون شامل ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اور امام پاک یہی جواب دیتے رہے کہ میں ایک ایسے مقام پر کھڑا ہوں جہاں سے دو راستے نکلتے ہیں۔ ایک راستہ تو یہ ہے کہ میں یزید پلید کی بیعت کرلوں تو یہ صحیح ہے کہ مجھے بظاہر عزت و دولت اور کسی ملک کی گورنری ضرور ملے گی اور یزید ناپاک میرا احسان مند ہوکر مجھ پر جان و مال سے قربان ہو جائے گا لیکن اس کا انجام یہ ہوگا کہ میرا پاک ہاتھ یزید کے ناپاک ہاتھ میں جاتے ہی دین اسلام کا پرچم سرنگوں ہو جائے گا اور اسلام کی بنیاد جس کو میرے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام کے خون سے مضبوط و مستحکم کیا ہے۔ یزیدیوں کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں سے شان اسلام کمزور اور عظمت دین و شریعت مٹ جائے گی اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ میں یزید ناپاک کی بیعت کسی حال میں نہ کروں اور یہ صحیح ہے کہ میں قتل کیا جاؤں گا اور میری اہل بیت کا خون بے دریغ بہایا جائے گا اور اہل بیت کو بے پناہ مصائب اور جان و مال کے نقصان سے گزرنا پڑے گا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام کا پرچم ہمیشہ کے لئے سربلند رہے گا اور اہلبیت کے خون سے سیراب ہونے والا باغ اسلام کا ہر پھول ہمیشہ کے لئے سرسبز و شاداب رہے گا اور قیامت تک یزیدیوں کی بے دینی اور گمراہی کی ہوا باغ اسلام کے پھولوں کو خزاں سے ہمکنار نہیں کرسکتی۔

لہٰذا اے یزیدیو! میرا آخری فیصلہ یہی ہے کہ ہم خود بہتر زخم کھا کر گھوڑے سے زمین پر گریں گے مگر اسلام کو گرنے نہیں دیں گے۔ خود کٹیں گے مگر اسلام کو کٹنے نہیں دیں گے۔ خود اجڑیں گے مگر اسلام کو اجڑنے نہیں دیں گے۔ خود مٹ جائیں گے مگر قرآن کے ایک ایک لفظ کو مٹنے نہیں دیں گے۔

چنانچہ کربلا کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ فاطمہ کے لال امام پاک نے دنیا کی دولت و حکومت کو ٹھوکر مار کر راہ حق میں آنے والی تمام مصیبتوں کا خوش ہوکر استقبال کیا اور قتل ہونا اور گھر لٹانا سب کچھ گوارہ کیا مگر یزید ناپاک کی بیعت نہ کر کے اسلام کے پاک دامن کو داغدار ہونے سے ہمیشہ ہمیش کے لئے بچالیا۔

گھر لٹانا سر کٹانا کوئی تجھ سے سیکھ لے
جان عالم ہو فدا اے خاندان اہل بیت

اے ایمان والو! یزید ناپاک اور اس کے ناپاک ساتھیوں نے حوض کوثر کے مالک کے نواسہ حضرت

امام پاک پر پانی بند کر کے یہ خیال کیا تھا کہ امام پاک مجبور ہو کر یزید ناپاک کی بیعت قبول کر لیں گے مگر ان ظالموں کو معلوم نہ تھا کہ

محمد مصطفٰے کے باغ کے سب پھول ایسے ہوتے ہیں
جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

حضرات! کوئی بددین و گستاخ یہ نہ سمجھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجبور اور بے طاقت تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خود پیاسے کیوں رہتے اور اپنے بچوں کی بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کیسے کرتے، خدا کی قسم! ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے اگر میرے آقا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے تو کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں پانی کے بے شمار چشمے اُبل پڑتے مگر امام پاک راضی برضائے الٰہی تھے۔ میدان صبر و رضا میں طاقت نہیں دکھایا جاتا ہے بلکہ صبر و رضا کے میدان میں امتحان دے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صابر ہونے کا شاندار اعزاز حاصل کیا جاتا ہے اور قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کے انعام سے سرفراز ہوئے۔

لاریب ، بیشک حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبر و رضا کے دل دوز اور سخت ترین امتحان میں کامیاب ہوئے اور قیامت تک کے صابروں کے امام ہو گئے۔

درود شریف:

امام پاک کا ساتھیوں سے خطاب: نویں محرم شریف کا دن گزر کر دسویں محرم الحرام کی رات آگئی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ آپ لوگوں نے ہر مقام پر میرا ساتھ دیا۔ آپ حضرات کی جانثاری اور وفاداری رہتی دنیا تک زندہ اور باقی رہے گی اور لوگ اس پر فخر و ناز کرتے رہیں گے۔

آج یزیدی لشکر میرے خون کا پیاسا ہے۔ ان ظالموں کو آپ لوگوں سے کوئی غرض نہیں۔ اگر وہ بیعت مانگتے ہیں تو میری، اگر سر مانگتے ہیں تو میرا۔ اس لئے بخوشی میں تم لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ تم جہاں چاہو رات کی تاریکی میں چلے جاؤ۔ تمام رفقاء نے عرض کیا۔

یا امام! ہم سب آپ کا ساتھ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہمیں اپنے قدموں سے دور نہ کیجئے اگر ہم آپ کو بلا و مصیبت کے اس میدان میں تنہا چھوڑ دیئے تو بروز قیامت آپ کے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو منہ کیا دکھائیں گے اور دنیا ہمیں کیا کہے گی۔

حضرت امام پاک نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے خیمہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ خندق

کھودی گئی اور صرف ایک راستہ رکھا گیا جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے اور خندق میں آگ لگا دی گئی تا کہ کوئی یزیدی دشمن خیمہ کے اندر نہ آسکے۔ رات دھیرے، دھیرے گزر رہی تھی۔ حضرت امام پاک نے اپنے پیارے بیٹے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا! بیٹے جاؤ میدان جنگ کا نقشہ دیکھ کر آؤ۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سارا میدان خالی ہے اور فرات نہر پر پہرہ لگا ہوا ہے اور ایک برقع پوش خاتون ریت کے ذرات میں سے کنکریاں چن رہی ہیں۔ حضرت علی اکبر یہ منظر دیکھ کر میدان سے واپس ہوئے اور میدان جنگ کا سارا نقشہ بیان کر دیا۔ حضرت امام پاک کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بیٹے حضرت علی اکبر نے رونے کا سبب دریافت کیا تو حضرت امام پاک نے فرمایا بیٹا! جس مقدس خاتون کو تم نے میدان کربلا میں کنکریاں اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے وہ میری امی جان سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

دسویں محرم شریف کی رات حضرت امام پاک اور تمام ساتھیوں نے عبادت و ریاضت، تسبیح و تہلیل، ذکر و فکر اور تلاوت قرآن کریم میں گزاری، فجر کا وقت ہوا۔ اذان پڑھی گئی اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت فرمائی اور تمام حق پرست ساتھیوں نے امام پاک کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی۔ سامنے یزیدی فوج کی تلواریں چمک رہی ہیں اور ادھر نماز عشق ادا ہو رہی ہے۔

دسویں محرم کا قیامت نما دن: دس محرم الحرام ۶۱ھ جمعہ کا قیامت نما دن آ گیا اور دنیا سے سفر کرنے والے بھوکے پیاسے غریب الوطن مسافروں نے اپنی زندگی کی آخری نماز فجر ادا کی۔ اور سورج طلوع ہوا۔ ادھر عمرو بن سعد نے اپنے بائیس ہزار فوج کو میدان میں لا کر جنگ کا نقارہ بجا دیا۔

اتمام حجت: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں تشریف لے گئے اور اتمام حجت کے لئے ایک تقریر فرمائی۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد امام پاک نے فرمایا اے یزیدی لشکر کے لوگو! میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ خون ناحق حرام اور اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا سبب ہے کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ میں نے کسی کا قتل نہیں کیا ہے۔ کسی کا گھر نہیں جلایا ہے اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا پسند نہیں کرتے ہو تو مجھے واپس جانے دو، میں تم سے کسی چیز کا طلبگار نہیں۔ میں تمہارے درپے آزار نہیں۔ تم کیوں میری جان کے درپے ہو اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بری ہو سکتے ہو۔ قیامت کے دن تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہوگا۔ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو۔ پھر یہ بھی سوچو اور سمجھو کہ میں کون ہوں۔ میرے نانا جان کون ہیں؟ میرے والد کون ہیں؟ میری والدہ ماجدہ کون ہیں۔ میں اس رسول کا نواسہ ہوں جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنا بیٹا

فرمایا ہے۔ جس کے امتی ہونے کا تم دعویٰ کرتے ہو۔ میں اس باپ کا بیٹا ہوں جس کو شیر خدا علی المرتضیٰ فاتح خیبر کہا جاتا ہے۔ میں اس ماں کا بیٹا ہوں جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے راحت جان اور اپنے جگر کا ٹکڑا کہا ہے۔ اور جنتی عورتوں کی سردار فرمایا ہے۔ میں وہی حسین ابن علی ہوں جس کی محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی محبت فرمایا ہے۔ میں وہی حسین ہوں جو خود نہیں آیا بلکہ تمہارے بلانے پر آیا ہوں تو کیا ایک بلائے ہوئے مہمان کا یہی حق ہے جو تم ادا کر رہے ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ اپنے کیے پر نادم و شرمندہ ہو جاؤ۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ورنہ بروز قیامت میرے اور میری اہلبیت کے خون کا تمہارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ تم دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔

جب سر محشر وہ پوچھیں گے ہمارے سامنے
کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

حضرت امام پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کا ان بدنصیبوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور ظالموں نے شور و غل مچانا شروع کر دیا اور کہنے لگے اے امام حسین! آپ کے فضائل و مناقب سے ہم اچھی طرح واقف ہیں لیکن اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے اس وقت تو جنگ کے لئے آپ کسی کو بھیجئے۔ (سوانح کربلا، ص ۹۸)

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کربلا میں کرامتیں

ظالموں کا یہ گستاخانہ جواب سن کر حضرت امام پاک اپنے خیمے کی طرف تشریف لائے، اتنے میں یزیدی فوج کا ایک بدنصیب سپاہی مالک بن عروہ گھوڑا دوڑا کر سامنے آ گیا اور اس نے خیمہ کے پاس خندق میں آگ دیکھی تو اس بے ادب یزیدی فوجی نے کہا کہ اے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگائی؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ۔ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے۔ کیا تجھے یہ گمان ہے کہ میں جہنم میں جاؤں گا۔

حضرت امام پاک کے جانثار حضرت مسلم بن عوسجہ کو اس بدنصیب کا یہ جملہ گوارا نہ ہوا اور انہوں نے اس بدنصیب کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی، مگر امام پاک نے اجازت نہیں دی۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجروح دل سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ تعالیٰ تو اس بدنصیب کو دوزخ کی آگ سے پہلے ہی دنیا کی آگ کا مزہ چکھا دے۔ امام پاک کا دعا کرنا تھا کہ اس بدنصیب کے گھوڑے کا پیر ایک سوراخ میں گیا اور گھوڑا پھسلا اور یہ اس طرح گرا

کہ گھوڑے کی رکاب میں اس کا پیر اُلجھ گیا اور گھوڑا اس کو گھسیٹتے ہوئے خندق کی طرف لے کر بھاگا اور یہ بدنصیب خندق کی آگ میں گرا اور جل کر راکھ ہو گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور عرض کیا اے میرے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اہل بیت کے دشمن کو سزا دی۔ حضرت امام پاک کی زبان سے یہ جملہ سن کر یزیدی فوج میں سے ایک بدنصیب سپاہی نے کہا کہ اے حسین تم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کیا نسبت؟ اس لفظ سے امام پاک کا کلیجہ پھٹ گیا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ الٰہی تو فوراً اس بدنصیب، گستاخ کو عذاب میں مبتلا کر دے۔ ابھی امام پاک نے دعا کی اور اس گستاخ کو بیت الخلاء کی حاجت ہوگئی اور یہ ننگا ہو کر ایک جگہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھا، اچانک ایک کالے زہریلے بچھو نے اس کو ڈنک مارا اور یہ درد سے تڑپا اور بلکتا ہوا نجاست وگندگی میں لت، پت ہو کر بھاگا اور لشکر کے سامنے تڑپ تڑپ کر ذلت ورسوائی کے ساتھ مر گیا۔ مگر بے غیرت یزیدی فوج کو یہ سب دیکھ کر بھی شرم وحیا نہ آئی۔

اسی طرح ایک گستاخ مزنی نے ساقی کوثر کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے حسین دیکھ لو دریائے فرات موجیں مار رہا ہے مگر تم کو اس میں سے ایک قطرہ پانی نہیں ملے گا اور تم پیاسے مر جاؤ گے۔ حضرت امام پاک نے اس گستاخ کے لئے یہ دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانًا. اے اللہ تعالیٰ اس کو پیاسا مار، چنانچہ مزنی کا گھوڑا بھاگا اور یہ گستاخ اس گھوڑے کو پکڑنے کے لئے دوڑا تو اس گستاخ پر پیاس کا اتنا شدید غلبہ ہوا کہ پیاس، پیاس پکارتا تھا مگر جب اس کے حلق میں پانی ڈالا جاتا تھا تو ایک قطرہ بھی اس کے حلق کے نیچے نہیں اترتا تھا۔ یہاں تک کہ پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ (سوانح کربلا، ص۱۰۰)

اے دل بگیرد امن سلطان اولیاء

یعنی حسین بن علی جان اولیاء

اے ایمان والو! حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان ایمان افروز کرامتوں کو دیکھ کر یزیدیوں، ظالموں کے سینوں میں دل لرز جانا چاہئے تھا اور وہ اس سے عبرت پکڑ کر امام پاک کے خون ناحق سے باز آجاتے مگر یہ شرارت وخباثت کے مجسمے جن کے سروں پر دنیا کی لالچ شیطان بن کر مسلط ہو چکی تھی۔ ان عبرت آموز کرامات سے کوئی سبق حاصل نہ کر سکے بلکہ اور زیادہ بے ادبی اور گستاخی کے شیطان مجسم بن کر جنگی اشعار پڑھتے ہوئے اپنی تلواروں کو چمکاتے ہوئے حضرت امام پاک سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں نکل آئے۔ لیکن

حضرت امام حسین اور ان کے جانثار ساتھی ان یزیدیوں کی فوج کی کثرت اور ان کے ہتھیاروں کی چمک سے نہ ڈرے نہ جھکے بلکہ جذبۂ شہادت سے سرشار اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا سر کٹانے کے لئے بے قرار تھے۔

عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کی شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت شوق شہادت میں سرشار تھے انہوں نے میدان کارزار میں جانا چاہا۔ مگر قرب وجوار کے گاؤں کے رہنے والے وہ جانثار جو اس حادثہ کی خبر سن کر حاضر دربار ہو گئے تھے وہ لوگ حضرت امام پاک کے قدموں کو چوم کر مچل گئے اور عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یہ غیر ممکن ہے کہ جب تک ہم میں سے ایک جانثار بھی باقی ہے اہل بیت کا خون زمین پر گرے۔ اس لئے ہم اپنا سر آپ کے قدموں پر قربان کریں گے۔

چنانچہ یکے بعد دیگرے ان جانثاروں نے میدان جنگ میں جا کر راہ خدا میں اپنی جانوں کو قربان کیا اور جام شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (سوانح کربلا، ص ۱۰۰)

حُر آئے اور جنتی ہو گئے: حُر بن یزید ریاحی کا سینہ پہلے ہی سے عشق اہل بیت کا مدینہ تھا مگر یزیدی فوج کے کمانڈر تھے اس لئے مجبور تھے مگر وہ وقت آ ہی گیا کہ حُر کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے۔ دل کی دنیا بدل گئی اور جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ کسی شخص نے پوچھا تھا کہ اے حُر آج سے پہلے میں نے تجھے کبھی خوف زدہ نہیں پایا۔ تو حُر نے کہا کہ میرے ایک طرف جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے ہیں اور دوسری طرف جنت کی بہاریں ہیں۔ اور میں سوچ رہا ہوں کہ اب کدھر جاؤں۔ پھر حضرت حُر نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور نواسہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہو گئے۔

نکل کر لشکر اعداء سے مارا حُر نے یہ نعرہ
کہ دیکھو یوں نکلتے ہیں جہنم سے خدا والے

بھیگی پلکوں اور روتی آنکھوں سے حُر نے عرض کیا۔ یا امام حسین! کیا میری خطا معاف ہو سکتی ہے؟ امام پاک نے فرمایا اے حُر سن لو راہ حق پر آنے والے کی ہر خطا و گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے یعنی حُر کے معنی ہیں آزاد۔

گویا امام پاک یہ فرمار ہے تھے کہ آج کے بعد سے تو ہر گناہ سے پاک ہے اور دوزخ کی آگ سے آزاد ہے۔اور حُر ابھی امام پاک کی قدم بوسی کرکے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ یزیدی لشکر کا ایک سپاہی میدان جنگ میں آکر چلانے لگا کہ کون ہے جو میرے مقابلے میں آکر اپنی جان دینا چاہتا ہے۔ حضرت حُر نے اس بدکار کی للکار سنی تو آقا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے مقابلے میں جانے کے لئے اور آپ کے قدموں پر جان قربان کرنے کے لئے اجازت طلب کی اور میدان کارزار میں پہونچ گئے۔ یزیدی سپاہی سے مقابلہ ہوتا رہا پھر پوری طاقت سے اس لعین کے سینے میں تلوار اتاری وہ واصل جہنم ہوا۔اس کے بعد یزیدی فوج کے کئی لوگوں نے چاروں طرف سے حضرت حُر کو گھیر لیا۔آپ ان سب کا تنہا مقابلہ کرتے رہے اور بہت سے یزیدیوں کو واصل جہنم کیا اس کے بعد حضرت حُر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلواروں کی بارش کر دی گئی اور آپ واصل الی اللہ ہو گئے اور جام شہادت نوش فرمالیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

وہب بن عبداللہ کلبی: اسی طرح حضرت وہب بن عبداللہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجاہدانہ کردار اور جذبہ شہادت کی داستان بھی قیامت تک یاد کی جاتی رہے گی۔وہب بن عبداللہ کلبی بہت ہی حسین اور خوب صورت نوجوان تھے اور ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی جو ابھی صرف سترہ دن ہی ہوئے تھے کہ ان کی بوڑھی ماں نے کہا بیٹا۔ آج میرے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پیارے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں بے یار و مددگار یزیدی دشمنوں کے نرغے میں گرفتار اور رنج و غم کا شکار ہیں۔اے میرے پیارے بیٹے! تیری بوڑھی ماں کی آرزو اور تمنا ہے کہ تیرا وہ خون جو میرے دودھ سے بنا ہے آج اس خون کا ایک ایک قطرہ راہ حق میں بہا کر تو اپنی جان امام حسین پر قربان کر کے میری مغفرت کا سامان کردے۔

اے بیٹا! یہ ٹھیک ہے کہ تو ہی میری زندگی کا سہارا ہے۔تو ہی میرے گھر کا اُجالا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تیری شادی کو صرف سترہ دن ہی ہوئے ہیں مگر تیری بوڑھی ماں کی زندگی کی آخری خواہش ہے کہ تم میرے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لعل امام پاک پر اپنی جان فدا کر کے شہید ہو جاؤ تا کہ بروز قیامت تمہاری بوڑھی ماں کا نام بھی شہیدوں کی ماں میں شمار کیا جائے۔ماں کی اس پُر درد آرزو اور تمنا نے وفادار بیٹے حضرت وہب بن عبداللہ کلبی کے دل میں شوق شہادت کا طوفان برپا کر دیا۔پھر حضرت وہب اپنی نئی نویلی دُلہن کے پاس گئے اس کے ساتھ آخری ملاقات کرتے ہوئے فرمایا،اے میری پیاری بیوی! مجھے معلوم ہے کہ تو نے میری خاطر اپنے ماں، باپ کے گھر کو چھوڑا ہے۔بہن بھائیوں کی جدائی کو برداشت کیا ہے۔میں تیری سہاگ کی قیمت کو بھی جانتا ہوں مگر

آج ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مصیبت کا وقت آ گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پرچم اسلام ہمیشہ بلند رہے اس لئے حضرت امام پاک کے قدموں پر اپنی جان قربان کر دوں۔ اس نیک بیوی نے فوراً اپنے نیک شوہر کو اجازت دیتے ہوئے عرض کیا کہ اے میرے شوہر اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ بروز محشر جہاں آپ کو شہید کہا جائے گا وہیں مجھے ایک شہید کی بیوی کہہ کر پکارا جائے گا۔ جلدی کیجئے اور جا کر امام پاک کی محبت والفت میں فدا ہو جائیے۔ چنانچہ حضرت وہب ابن عبداللہ کلبی نے امام پاک کے قدموں کا بوسہ لیا اور میدان کارزار میں جانے کی اجازت لیکر میدان جنگ میں تشریف لے گئے اور یزیدی فوج کے ساتھ لڑتے ہوئے جان دیدی اور شہادت کے عظیم منصب پر فائز ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

اے ایمان والو! حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخلص اور جاں نثار ساتھیوں نے یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں امام پاک پر اپنی جانیں قربان کرتے رہے اور جام شہادت نوش فرماتے رہے۔

کربلا والوں نے روشن کردیا اسلام کو
شمعیں گل ہوتی گئیں اور روشنی بڑھتی گئی

درود شریف:

آخر کاران سب جاں نثاروں کی شہادت کے بعد خاندان اہل بیت کے نوجوانوں کی قربانی کا وقت آ ہی گیا۔

امام قاسم کی شہادت: اہل بیت کے بہت سے نوجوانوں کی شہادت کے بعد حضرت امام قاسم بن حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔ اپنے پیارے چچا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان جنگ میں جا کر گردن کٹانے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت امام پاک نے فرمایا بیٹا قاسم تم میرے پیارے بھائی امام حسن کی نشانی اور یادگار ہو۔ میں کس طرح گوارا کر سکتا ہوں کہ تم میرے سامنے خاک وخون میں تڑپتے ہوئے اپنا گلا کٹاؤ اور میں دیکھتا رہوں۔ میں اس جان لیوا صدمہ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اس لئے میں تمہیں میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ امام پاک کسی طرح سے اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ بس اسی وقت یہ خیال آیا کہ میرے والد گرامی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو ایک تعویذ لکھ کر دی تھی جو میرے بازو پر بندھی ہوئی ہے اور والد گرامی نے فرمایا تھا کہ بیٹا قاسم جب تم پر سخت مصیبت اور امتحان وآزمائش کا وقت آئے تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھ لینا، تمہاری سب تکلیف دور ہو جائیگی۔ آپ نے سوچا کہ اس سے بڑی

مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آپ نے تعویذ کو کھولا اور پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ بیٹا قاسم جب تمہارے پیارے
میرے پیارے بھائی امام حسین میدان کربلا میں مصائب و آلام میں گھرے ہوئے ہوں تو تم اپنی جان کو ان پر
قربان کر دینا امام قاسم نے اس تعویذ کو امام پاک کی خدمت میں اس یقین کے ساتھ پیش کر دیا کہ اب مجھے اجازت
مل جائے گی۔ حضرت امام پاک نے جب تعویذ کو کھول کر پڑھا تو پلکیں بھیگ گئیں اور آنکھوں سے اشک جاری
ہو گئے اور امام قاسم کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت عطا کر دی۔ اور امام پاک نے اپنے پیارے بھائی حضرت
امام حسن کا عمامہ امام قاسم کے سر پر باندھا، اور تلوار ہاتھ میں دیکر گھوڑے پر سوار کر کے فرمایا بیٹا جاؤ۔ اپنی ماں اور
پھوپھی سے مل لو۔ چنانچہ حضرت امام قاسم خیمہ میں تشریف لے گئے اپنی مہربان ماں اور پھوپھی اور تمام اہل بیت
سے ملاقات کیا اور آخری سلام کر کے امام پاک کے پاس حاضر ہوئے امام پاک نے جنتی دولہا کو دعا دیتے ہوئے
میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔

حضرت امام قاسم جوش جہاد سے لبریز گھوڑا دوڑاتے ہوئے یزیدی فوج کے سامنے پہونچ گئے۔ رجز کے
اشعار پڑھ کر فرمایا، اے یزیدیو! اب جس کے سر پر موت سوار ہو وہ میرے سامنے آئے میری تلوار کی مار سے اپنے
خون میں نہائے۔ امام قاسم کی اس حیدری للکار سے یزیدیوں کی فوج پر ڈر اور ہیبت طاری ہو گئی، کسی میں جرأت و
ہمت نہیں ہوئی کہ امام قاسم کے مقابلہ کے لئے آئے۔

ابن سعد بدکار نے جب یہ دیکھا کہ یزیدی لشکر میں سے کوئی بھی حضرت قاسم کے مقابلہ کے لئے نہیں نکلا تو
اس نے مشہور شامی پہلوان ارزق کو پکارا جو یزید کی طرف سے سالانہ دس ہزار دینار تنخواہ پاتا تھا۔ جب ارزق
پہلوان ابن سعد کے پاس حاضر ہوا تو ابن سعد نے کہا کہ اے ارزق؟ دیکھ بڑی دیر سے یہ نوجوان مقابلہ کی دعوت
دے رہا ہے مگر ہمارے لشکر میں کسی کی بھی ہمت نہیں ہے کہ اس نوجوان کے مقابلے کے لئے جائے۔ اس لئے اب
میں تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ تو ایک ہزار سوار کا لشکر لے کر اس نوجوان کے مقابلہ کے لئے میدان میں جا۔ ارزق کو ابن
سعد کی بات بہت بری لگی وہ غضبناک ہو کر کہنے لگا، اے ابن سعد تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھ جیسے بہادر نامی پہلوان کو
ایک کم سن لڑکے سے لڑنے کے لئے بھیج رہا ہے۔ جس کے منہ سے ابھی دودھ کی بو آ رہی ہے۔ اے ابن سعد! سارا
مصر و شام جانتا ہے کہ میں اکیلا ایک ہزار بہادروں کا مقابلہ کرتا ہوں۔ کیا آج میں ایک بچے سے مقابلہ کر کے اپنا
نام خراب و برباد کروں گا۔ ابن سعد نے کہا اے ارزق تو کس گمان و خیال میں ہے۔ تو اس نوجوان کی عمر اور اس کے
نازک بدن کو نہ دیکھ، افسوس! تو نہیں پہچانتا نہیں کہ یہ کون ہیں؟ یہ نوجوان فاتح خیبر شیر خدا حضرت علی کے پوتے

اور امام حسن مجتبیٰ کے بیٹے ہیں۔ ان کی رگوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا خون ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ بھوکے پیاسے نہ ہوتے تو یہ تنہا ہی یزید کی پوری فوج کے لئے کافی ہوتے۔ جب ابن سعد نے ارزق پہلوان کو مجبور کر دیا تو اس نے کہا کہ اے ابن سعد میں اس نوجوان سے تو نہیں لڑوں گا لیکن اس جنگ میں میرے چار بہادر بیٹے موجود ہیں جو طاقت و بہادری میں بے مثال ہیں۔ ان میں سے ایک کو بھیج دیتا ہوں وہ چند لمحوں میں اس نوجوان کا سر کاٹ کر لائے گا۔ چنانچہ ارزق کا ایک بیٹا تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی قیمتی تلوار چمکاتا ہوا اور بادل کی طرح گرجتا ہوا میدان میں نکلا۔ حضرت امام قاسم نے اس کو میدان میں آتا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ افسوس! تیرے باپ کو تجھ پر رحم نہیں آیا؟ کہ تجھ کو میری تلوار سے قتل ہونے کے لئے میدان میں بھیج دیا جیسے ہی ارزق کا بیٹا میدان میں حملہ کے لئے آگے بڑھا۔ حضرت قاسم نے اپنا خنجر اس کے پیٹ میں اتار دیا اور وہ بدبخت زخم کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے زمین پر گرا اور امام قاسم نے اس لعین کی قیمتی تلوار اٹھالی اور اس کے لمبے لمبے بالوں کو پکڑ کر جو گھوڑا دوڑایا تو وہ رگڑ رگڑ کر مرگیا۔ اسی طرح ارزق کے اور تینوں بیٹے باری باری میدان جنگ میں امام قاسم کے مقابلہ میں آتے رہے۔ اور امام قاسم نے ان تینوں کو بھی واصل جہنم کر دیا۔

ارزق پہلوان اپنے چاروں بہادر بیٹوں کو اس طرح ذلت کے ساتھ قتل ہوتا ہوا دیکھ کر غیض و غضب میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ اور غضبناک ہو کر داڑھی کے بال نوچتے ہوئے گھوڑا دوڑا کر میدان جنگ میں امام قاسم کے سامنے آگیا اور کہنے لگا او بچے! میرے بچوں کو تو تم نے قتل کر دیا۔ اب تمہارا مقابلہ مجھ سے ہے۔ سنبھل جا کہ اب تو بچ نہیں سکتا۔ حضرت قاسم نے فرمایا اے ارزق تجھے خبر نہیں ہے کہ ہماری رگوں میں نبی اور علی کا خون ہے۔ ارزق غصے سے چور ہوا میان سے تلوار کھینچ لی۔ حضرت قاسم نے بھی تلوار نکال لی اور آگے بڑھے ارزق کی آنکھیں حضرت قاسم کی تلوار پر پڑیں۔ حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ یہ تلوار تو میرے بیٹے کی ہے یہ تمہارے پاس کہاں سے آگئی۔ حضرت قاسم نے مسکرا کر فرمایا ہاں تیرا بیٹا اپنی یادگار کے لئے یہ تلوار مجھے اس لئے دے گیا ہے تاکہ اسی تلوار سے میں تجھے قتل کر کے تیرے بیٹوں کے پاس پہونچا دوں۔ یہ سن کر ارزق کا غصہ اور بڑھ گیا اور اس نے حملہ کے لئے تلوار اٹھائی۔ حضرت قاسم نے فرمایا کہ ارزق! ہم تجھے بڑا تجربہ کار بہادر سمجھتے تھے مگر تم تو بڑے ہی اناڑی ہو۔ تم کو اپنے گھوڑے کی پیٹی کا بھی دھیان نہیں کہ وہ ڈھیلی ہو چکی؟ ارزق جلدی سے جھک کر گھوڑے کے تنگ کو دیکھنے لگا اتنے میں حضرت قاسم نے اس کی کمر پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ ارزق کا جسم دو ٹکڑے ہو گیا اور وہ لعین واصل جہنم ہو گیا۔ پھر حضرت قاسم نے دیکھا کہ ابن سعد قلب لشکر میں کھڑا ہے اور یزیدی فوج کی کمان کر رہا ہے۔ آپ نے سوچا کہ

کیوں نہ اسی خبیث کو قتل کر ڈالوں، اسی خیال سے آگے بڑھے ہی تھے کہ چاروں طرف سے یزیدی لشکر نے گھیر کر تلواروں اور نیزوں کی بارش کر دی۔ آپ ۲۷ زخم کھا کر گھوڑے سے گرے۔ شیث بن سعد ملعون نے آپ کے سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا جس کی تاب نہ لا کر حضرت امام قاسم نے اپنی جان کو جان جاناں کے سپرد کر دیا اور مرتبۂ شہادت حاصل کرلیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام قاسم کی مقدس لاش کو گود میں اٹھایا اور چہرۂ پر انوار سے خاک وخون کے دھبوں کو صاف کر کے خیمہ میں لائے۔

اے ایمان والو! اسی طرح میدان کربلا میں حضرت امام قاسم کے تینوں بھائی عبداللہ بن حسن اور عمر بن حسن اور ابوبکر بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی یزیدی لشکر سے جنگ کرتے ہوئے راہ حق میں شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

حضرت عباس علم دار کی شہادت

اے ایمان والو! امیر المومنین حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت عباس علمدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میدان کارزار میں جانے کی اجازت طلب کر رہے ہیں اور امام پاک کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ بھائی جان! اب ننھے ننھے بچوں کا پیاس سے تڑپنا اور ان کا رونا، بلکنا، مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اللہ کے لئے اب مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں قربان ہو جاؤں یا ایک مشک پانی کا لے کر آؤں اور ان پیاسوں کی پیاس کو بجھاؤں۔ حضرت امام پاک زار و قطار رونے لگے اور فرمایا کہ بھائی عباس! میرے علم کو اٹھانے والے تم ہو۔ میرے خیمہ کی نگہبانی کرنے والے تم ہو۔ اب تمہارے بعد میرا علم کون اٹھائے گا اور میرے خیمہ کی حفاظت کون کرے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روتے ہوئے عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ۔ میری جان آپ پر قربان۔ خدا کی قسم اب زندگی میں کوئی مزہ باقی نہیں رہا۔ اور میں دنیا سے بالکل تنگ آ چکا ہوں۔ بس اب میری آخری آرزو اور تمنا یہی ہے کہ مالک کوثر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نواسوں کو دریائے فرات کا پانی پلا کر میں بھی جلد سے جلد اپنے بھائیوں اور بھتیجوں کے پاس پہونچ جاؤں۔ حضرت عباس علمدار کے اصرار سے مجبور ہو کر حضرت امام پاک نے اجازت دیدی۔

حضرت عباس علمدار ایک مشک کاندھے پر لٹکائے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کارزار میں یزیدی فوج کے سامنے پہونچے اور اتمام حجت کے لئے فرمایا۔ اے یزید ناپاک کے بے دین فوجیو اور بے رحم انسانو! تم

نے آل رسول پر پانی بند کر کے جس درندگی اور ظلم کی انتہا کی ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے اپنے ظلم وستم سے توبہ کرلو اور حضرت امام پاک کے خون ناحق سے باز آجاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پیارے بچوں کو اس طرح پیاس سے نہ تڑپاؤ۔

حضرات! بے رحم کوفیوں کے سینوں میں دل کی جگہ شاید پتھر کا ٹکڑا تھا کہ حضرت عباس علمدار کی باتوں کا ان پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا بلکہ بے رحم، یزیدی ظالموں نے آپ پر تیروں کی بارش کردی۔ حضرت عباس نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور تلوار آبدار لے کر ان پر حملہ کر دیا۔ آپ کا حملہ تھا کہ قہر خدا تھا۔ جو یزیدیوں پر نازل ہو گیا۔ گھوڑے بدکنے اور کودنے لگے۔ تلواریں ہاتھوں سے گرنے لگیں۔ لعینوں کے سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ حضرت عباس علمدار ان کا قتل عام کرتے ہوئے نہر فرات پر پہونچ گئے۔ نہر فرات سے پانی کا مشکیزہ بھر کر کندھے پر لٹکایا اور خود پانی پینے کے لئے چلو میں لیا اور پینے کا ارادہ کیا تو سکینہ کی پیاس یاد آگئی۔ حضرت علی اصغر شیر خوار کی خشک زبان اور پیاس سے ان کا رونا و بلکنا یاد آگیا تو چلو کا پانی فرات میں پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ اے دریائے فرات! گواہ رہنا کہ تیرا پانی اور اس کا ایک ایک قطرہ اس وقت تک مجھ پر حرام ہے جب تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آل کو پانی نہ پلادوں۔ پھر آپ نے اپنے گھوڑے کو پانی پینے کا اشارہ کیا تو گھوڑے نے بھی پانی پینے سے انکار کر دیا۔

مولانا حسن رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

اشارہ اسپ تازی کو تھا پانی پینے کا
پیاسا گرچہ تھا گھوڑا، مگر واقف قرینے کا

لگا جب منہ سے پانی اور ہونٹوں تک تری آئی
ہٹائی خود ہی سطح آب سے گردن بہ رعنائی

حضرت عباس علمدار گھوڑے پر سوار ہوئے اور خیمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن سعد نے اپنے لشکر کو للکارا اور کہا کہ خبردار! اگر یہ مشکیزہ امام پاک کے خیمہ میں پہونچ گیا اور شیر خدا کے شیروں کو پانی مل گیا تو تم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکتا۔ یہ سنتے ہی یزیدی فوج نے حضرت عباس علمدار کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا اور تیر و تلوار کی بارش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ نوفل ملعون نے دھوکے سے ایسی تلوار ماری کہ حضرت عباس کا داہنا بازو کٹ گیا۔ آپ نے جلدی سے مشکیزہ کو اپنے بائیں بازو پر لٹکایا۔ پھر ایک ظالم یزیدی نے ایسی تلوار چلائی کہ آپ کا بایاں بازو بھی کٹ کر زمین پر گر گیا۔ جب دونوں بازو کٹ گئے تو آپ نے مشکیزہ کو اپنے دانتوں سے پکڑ لیا

اور گھوڑے کی رکاب سے دشمنوں کو ٹھوکر دیتے ہوئے خیمہ کی طرف بڑھتے چلے جارہے تھے کہ ایک یزیدی ظالم نے ایسا تاک کر مشکیزہ پر تیر چلایا کہ مشکیزہ میں سوراخ ہوگیا اور پانی گرنے لگا اور آپ خیمہ کے قریب پہونچ گئے مگر مشک میں ایک قطرہ بھی پانی نہیں تھا۔ اور جسم زخموں سے چھلنی ہو چکا تھا۔ نڈھال ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لے آئے اور امام پاک کو آواز دی یَا اَخَاہُ اَدْرِکْ اَخَاکَ۔ یعنی اے بھائی حسین، اپنے بھائی کی خبر لیجئے۔ حضرت امام پاک دوڑ کر پہونچے تو کیا دیکھا کہ حضرت عباس علمدار خون میں نہائے ہوئے خلد بریں کا مہمان بننے کے لئے تیار ہیں۔ حضرت امام پاک نے اتنی زور سے آہ کھینچی کہ کربلا کی زمین خوف سے دہل گئی اور آپ کو اپنی آغوش میں اٹھا کر خیمہ میں لائے اور زبان مبارک پر غم میں ڈوبے ہوئے یہ کلمات تھے: اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ. اب میری کمر ٹوٹ گئی اور میرا سہارا کوئی نہیں رہا پھر آپ روتے ہوئے حضرت عباس علمدار کے خون آلود چہرے پر اپنا منہ رکھ کر اے بھائی۔ اے بھائی کہکر پکارتے رہے۔ پھر حضرت عباس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ O

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

اب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور نظر تصویر پیمبر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہیں جن کی عمر شریف ۱۸ ربرس کی ہے۔ اور میدان جنگ میں جانے کی اجازت طلب کررہے ہیں۔ اللہ اکبر عجیب وقت ہے کہ پیارا بیٹا مہربان باپ سے سر کٹانے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ حضرت امام پاک نے محبت بھری نگاہ اپنے پیارے بیٹے پر ڈالی اور فرمایا بیٹا تم کو خاک و خون میں تڑپنے کی اجازت کس قلب وجگر سے دوں اور اگر اجازت نہیں دیتے تو باغ آل رسول کا شاداب گل رنج وغم سے مرجھا جاتا کیوں کہ اس کو شوق شہادت نے اس قدر وارفتہ بنادیا تھا کہ اگر حضرت امام پاک ان کو میدان جنگ میں جانے سے روک دیتے تو صدمات سے ان کے سینے میں دل کا شیشہ پاش پاش ہو جاتا۔ چارو ناچار حضرت امام پاک نے اجازت عطا فرمادی۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل وصورت ہو بہو جمال مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا آئینہ تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جب دیدار مصطفےٰ کا شوق بے تاب کرتا تو وہ دور دور سے سفر کر کے مدینہ منورہ آتے تھے اور حضرت علی اکبر کے چہرۂ انور کا حسن وجمال دیکھ کر ان کے دلوں کو تسلی حاصل ہو جاتی تھی یہ نور کا پیکر اور تنویر مصطفےٰ کا مرقعہ تھے۔ جس وقت میدان جنگ کا ارادہ کر کے روانہ ہونے لگے تو خود حضرت امام پاک نے اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی قبائے رحمت کو آپ کے

زیب تن کیا اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پٹکا آپ کی کمر میں باندھا اور آپ کے سر انور پر لوہے کی ٹوپی رکھی اور تلوار و نیزہ اپنے مبارک ہاتھ سے ان کے ہاتھوں میں دیکر دعاء کی کہ بیٹا جاؤ تمہارا، خدا حافظ و ناصر ہے۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری سلام کیا اور میدان کارزار میں پہونچ کر اسد اللہی شیر نے یزیدی فوج کی طرف نظر کی اور ذوالفقار حیدری چمکا کر رجز کا یہ شعر پڑھا۔

أَنَـا عَـلِـيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيّ
نَـحْـنُ اَهْـلُ الْبَيْتِ اَوْلٰى بِالنَّبِيّ

یعنی اے یزیدیو! جان لو تم مجھے پہچان لو کہ میں علی اکبر ہوں۔ میرے باپ کا نام حسین ہے جو علی شیر خدا کے بیٹے ہیں اور یاد رکھو کہ ہم اہل بیت ہیں اور سن لو کہ خدا کے اس آسمان کے نیچے اور خدا کی اس زمین کے اوپر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ہم سے زیادہ قریبی رشتہ دار کوئی نہیں ہے۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت یہ رجز پڑھی تو آپ کی عظمت وشان کی ہیبت سے میدان کربلا کا ذرہ ذرہ کانپ اٹھا مگر بے دین یزیدی جن کا قلب سیاہ اور پتھر سے زیادہ سخت ہو چکا تھا۔ ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا اے اولاد رسول اللہ کے خون کے پیاسے یزیدیو! آؤ میدان میں آؤ۔ شیر خدا کی شیر کی للکار سنی تو لشکر اعداء میں کسی کو بھی مقابلہ کرنے کی جرأت و ہمت نہ ہوئی۔ آخر کار حضرت علی اکبر نے یزیدی فوج پر حملہ کر دیا اور آپ کی تلوار یزیدی فوج پر قہر خداوندی بن کر برسی۔ پھر شیر خدا کے شیر نے جس طرف رُخ کیا صفیں الٹ پلٹ دیں۔ جب لڑتے لڑتے پیاس کے غلبہ سے نڈھال ہو گئے تو خیمہ کی طرف آئے اور عرض کی یَا اَبَتَاهُ اَلْعَطَشُ۔ ابا جان! پیاس سے بیتاب ہوں۔ امام پاک نے اپنے بیٹے کی پیاس کی سختی کو دیکھی، مگر یہاں پانی کہاں تھا جو پانی پلاتے۔ دست شفقت سے چہرۂ پرنور کا گرد و غبار صاف کیا اور فرمایا بیٹا۔ اب تمہاری پیاس کے ختم ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب تمہیں حوض کوثر سے پانی پلایا جائے گا اس کے بعد تمہیں کبھی پیاس نہ لگے گی۔ بیٹا! میں جب کبھی پیاسا ہوتا تھا تو میرے نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میرے منہ میں اپنی زبان مبارک دے دیا کرتے تھے۔ آج اس پیاس کی حالت میں تم میری زبان کو اپنے منہ میں لے لو۔ حضرت علی اکبر نے امام پاک کی زبان اقدس کو چوسا اور تسلی ہو گئی پھر حضرت علی اکبر میدان کارزار کی طرف روانہ ہوئے اور یزیدی لشکر کو للکارا۔ عمرو بن سعد آپ کی تلوار کی کاٹ دیکھ چکا تھا۔ تمام یزیدی فوج کو اس شیر کی طاقت وقوت کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اس لئے ابن سعد اپنی فوج کے ایک بڑے بہادر طارق بن شیث پہلوان کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔

حضرت علی اکبر نے اس پر ایسی تلوار کا وار کیا کہ وہ بدبخت کٹا اور گر کر واصل جہنم ہو گیا پھر اس کے بعد ابن سعد نے لشکر یزید کے ایک نامور بہادر مصراع بن غالب کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ اس لعین نے آپ کے سر پر نیزہ مارا مگر آپ نے اس کے نیزہ ہی کو قلم کر دیا اور پھر اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑا ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اب یزیدی فوج میں کسی کی ہمت نہیں تھی وہ تنہا شیر خدا کے شیر سے مقابلہ کے لئے آتا آخر ابن سعد نے محکم بن طفیل کو ہزار سواروں کے ساتھ یکبارگی حملہ کرنے کے لئے بھیجا ان بدنصیب یزیدیوں نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا اور تلواروں اور نیزوں کی بارش کر دی۔ آپ کا جسم پاک زخموں سے چور چور ہو گیا اور آپ گھوڑے سے زمین پر آ گئے اور پکارا یَا اَبَتَاهُ اَدْرِكْنِیْ ۔ اے ابا جان! میری خبر لیجئے امام پاک میدان میں پہونچے اور آپ کو اٹھا کر خیمہ میں لائے سر کو گود میں لیا اور ان کے چہرہ سے خون آلود مٹی صاف کرنے لگے۔ حضرت علی اکبر نے آنکھیں کھول دیں امام پاک کے چہرۂ پاک کا آخری دیدار کیا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند ہو گئیں۔ اور آپ منصب شہادت پر جلوہ فرما ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ O

حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

ابھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی اکبر کی لاش مبارک کو زمین پر لٹایا ہی تھا کہ امام پاک کی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام پاک کے شیر خوار بیٹے حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں لئے ہوئے تشریف لائیں جن کی عمر ۶ ماہ کی ہے۔ کہنے لگیں کہ بھائی حسین اب ہم سے علی اصغر کی پیاس دیکھی نہیں جاتی۔ بھوکی، پیاسی ماں کے سینے میں دودھ خشک ہو چکا ہے اور یہ شیر خوار بچہ پیاس سے بے تاب ہے اور تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہا ہے۔ پھول جیسا حسین و رنگین چہرہ بھوک پیاس اور گرمی سے مرجھا گیا ہے۔ اس کا رونا، بلکنا اور تڑپنا، مچلنا دیکھنے کی اب ہمارے اندر تاب و طاقت نہیں ہے۔ اس لئے بھائی جان! میری یہ گزارش ہے کہ آپ اس ننھے بچے کو میدان میں لے جا کر جفا کاروں یزیدیوں کو دکھایئے۔ شاید ان سنگ دلوں کو اس بچے کی پیاس پر رحم آ جائے اور وہ چند گھونٹ پانی اس بچے کو پلا دیں۔

بہن حضرت زینب کے اصرار سے مجبور ہو کر امام پاک اپنے شیر خوار بچے حضرت علی اصغر کو اپنی گود میں لے کر اپنے سینے سے لگا کر سیاہ دل یزیدیوں کے سامنے تشریف لے گئے اور فرمایا! اے میرے نانا جان کا کلمہ پڑھنے والو! یہ میرا سب سے چھوٹا بچہ ہے جو پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔ یہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں کو تمہاری طرف پھیلا کر تم

سے پانی کے چند گھونٹ مانگ رہا ہے اگر تمہارے نزدیک مجرم ہوں تو میں ہوں اس بچے کا کوئی جرم نہیں ہے۔ اس کو تو پانی پلا دو۔ دیکھو تو کہ پیاس کی شدت سے اس کی حالت کیسی ہو رہی ہے۔ اگر تم لوگوں کے دلوں میں کچھ بھی رحم ہو تو اس ننھے بچے کے لئے تھوڑا سا پانی دیدو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میدان محشر میں تمہیں اپنے نانا جان کے ہاتھوں سے پیٹ بھر کر کوثر کا جام پلاؤں گا۔

حضرات! ابھی حضرت امام پاک کی دل ہلا دینے والی تقریر جاری ہی تھی کہ یزیدی فوج کا ایک بدنصیب سپاہی حرملہ بن کاہل مردود نے تیر کا ایسا نشانہ باندھ کر چلایا کہ حضرت علی اصغر کے حلق کو چھیدتا ہوا امام پاک کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ حضرت امام نے تیر کھینچ کر نکالا تو خون کا فوارہ حضرت علی اصغر کے گلے سے اُبلنے لگا اور پیاسے بچے نے باپ کے ہاتھوں میں تڑپ کر جان دیدی۔ اور ننھی سے لاش خون میں نہا گئی۔ حضرت امام پاک نے حسرت بھری نگاہ آسمان کی طرف اُٹھائی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ٥ پڑھا۔

جہان بھر کے یزیدی کو پیام مرگ لائے گا
شہیدان وفا کا خون ناحق رنگ لائے گا

زخمی جگر خبیثوں نے توڑا حسین کا
بچہ بھی شیر خوار نہ چھوڑا حسین کا

حضرت امام پاک نے ننھی سی لاش کو بہن کی گود میں دیا اور فرمایا کہ بہن زینب صبر کرو اور شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ سب سے چھوٹی قربانی بھی قبول فرمالی ہے۔ پھر ننھے شہید کی لاش کو اپنے کلیجے سے لگا کر آہستہ آہستہ خیمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت زینب نے جس وقت ماں کی گود میں علی اصغر کی لاش کو دیا تو ماں نے ہائے میرا لال کہہ کر لاش کو کلیجے سے لگا لیا اور روتے ہوئے کہا، بیٹا! میرا پیارا بیٹا! ایک مرتبہ اور اپنی ماں کے سوکھے ہوئے پستان میں منہ لگا لو کہ اب تم کو اپنے سینے سے مجھے لگانا کبھی نصیب نہیں ہوگا۔ ہائے افسوس!

پھول تو دو دن بہار جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مُرجھا گئے

تاجدار کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

کربلا میں بے سروساماں وہی ہے خاندان
بن کے خادم آئے تھے جبریل جس گھر کے لئے

کس قدر جانکاہ ہے کرب و بلا کا حادثہ
ہر بشر غمگین ہے شبیرو شبر کے لئے

حشر تک چھوڑ گئے اک درخشندہ مثال
حق پرستوں کو نہ بھولے گا یہ احسان حسین

اب جنت کے نوجوانوں کے سردار، شہیدوں کے قافلہ سالار، نواسہ رسول ابن فاطمۃ الزہرا لخت دل علی مرتضیٰ قرار جان حسن مجتبیٰ، صحابہ کی آنکھوں کے تارے ٹوٹے ہوئے دلوں کے سہارے مومنوں کے دل کے چین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا وقت آ گیا ہے

استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

ساعت آہ و بکاؤ بے قراری آگئی
سید مظلوم کی رن میں سواری آگئی

ساتھ والے! بھائی بیٹے ہو چکے ہیں سب شہید
اب امام بے کس و تنہا کی باری آگئی

چنانچہ! حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام کنبہ و خاندان اور عزیز و اقارب اور اعوان و انصار کو راہ خدا میں قربان کرنے کے بعد میدان کارزار میں جانے کا ارادہ فرماتے ہیں اور خیمہ اہل بیت میں تشریف لے جاتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ عابد بیمار حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیماری اور کمزوری کے باوجود نیزہ لئے ہوئے امام پاک کی خدمت میں عرض کرتے ہیں بابا جان! پہلے ہمیں میدان کارزار میں جانے اور اپنی جان کو قربان کرنے کی اجازت دیجئے۔ میرے ہوتے ہوئے آپ شہید ہو جائیں یہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت امام پاک نے اپنے نور نظر حضرت زین العابدین کو اپنی آغوش محبت میں لیا۔ پیار کیا اور فرمایا بیٹا! ابھی تمہارا وقت نہیں آیا ہے۔ ابھی تو تم کو اپنی ماؤں اور بہنوں کی نگہداشت کرنی ہے۔ اور ان بے کسان اہل بیت کو وطن تک پہونچانا ہے۔ میرے پیارے

بیٹے اللہ تعالیٰ تم ہی سے میری نسل اور حسینی سادات کا سلسلہ جاری فرمائے گا۔ دیکھو صبر وشکر سے رہنا اور راہِ حق میں آنے والی ہر تکلیف ومصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا ہر حالت میں نانا جان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شریعت وسنت کی پابندی کرنا۔ بیٹا مصائب وآلام سہتے ہوئے جب کبھی مدینہ منورہ پہونچو تو سب سے پہلے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے روضہ انور پر جانا اور نانا جان کو میرا اسلام کہنا۔ سارا آنکھوں دیکھا حال سنانا پھر میری امی جان حضرت فاطمۃ الزہرا کی قبر پر جانا اور ان کو بھی میرا اسلام کہنا پھر میرے بھائی حسن مجتبیٰ کو میرا اسلام کہنا۔ میرے پیارے بیٹے زین العابدین میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو۔ اور امام پاک نے اپنی دستار مبارک اتار کر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر رکھ دی اور اس صابر وعابد بیٹے کو فرش علالت پر لٹا دیا۔

اب امام پاک نے اس صندوق کو کھولا جس میں تمام تبرکات رکھے ہوئے تھے۔ قبائے مصری زیب تن فرمائی۔ اپنے نانا جان محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا عمامہ شریف سر پر باندھا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال پشت پر رکھی۔ اپنے برادر اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پٹکا اپنی کمر پر باندھا۔ اپنے باپ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ذوالفقار حمائل کی۔ شہیدوں کے سردار حضرت امام پاک سب کچھ راہِ حق میں قربان کرنے کے بعد اب اپنی جان عزیز کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ بیویوں نے جب اس منظر کو دیکھا تو ان پر بے کسی کی انتہا ہو گئی۔ چہروں کے رنگ اُڑ گئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگے۔ حضرت زینب نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ پیارے بھیا! بیویوں نے درد والم میں ڈوب کر کہا ہمارے سرتاج! اور حضرت سکینہ نے روتے ہوئے کہا بابا جان! کہاں جا رہے ہو؟ اس جنگل میں ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ جو درندے ننھے علی اصغر پر رحم نہیں کھائے۔ وہ سفاک ظالم ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ حضرت امام پاک نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کا حافظ ونگہبان ہے۔ آپ نے سب کو صبر ورضا کی تلقین فرمائی اور مرضی مولیٰ پر صابر وشاکر رہنے کی وصیت کی اور اپنا آخری دیدار دکھا کر فرمایا، تم سب کو میرا آخری سلام ہو اور گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میان اہل بیت

اور امام پاک میدان کربلا میں یزیدی اندھیروں میں حق وصداقت کا آفتاب بن کر چمکے اور اپنی ذاتی ونسبی فضائل پر مشتمل ایک رجز پڑھا پھر فرمایا، اے یزیدیو! کان کھول کر سن لو تا کہ قیامت کے دن تم بہانہ نہ بنا سکو کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ حسین کون تھے۔

تم جس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہو اسی رسول کا فرمان ہے کہ حسن و حسین میرے دونوں نواسے جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ اسی رسول کا ارشاد پاک ہے کہ جس نے حسن و حسین سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی۔ تو اے یزیدیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو میری دشمنی سے توبہ کرلو۔ ورنہ اللہ ورسول کو کیا منہ دکھاؤ گے اور میرے خون ناحق کا تمہارے پاس کیا جواب ہوگا۔ میں نواسہ رسول ابن بتول اور علی شیر خدا کا بیٹا حسین ہوں۔ حضرت امام پاک کی تقریر کا ان بدبختوں پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ یزیدیوں نے کہا آپ یا تو یزید کی بیعت کرلیں ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ اب حضرت امام پاک بیس ہزار یزیدیوں کی فوج کے سامنے کھڑے ہو کر فرمارہے تھے کہ اپنے بہادروں کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجتے جاؤ۔

چنانچہ مشہور بہادر تمیم بن قحطبہ اور جابر بن قاہر اور بدر بن سہیل یمنی جیسے نامور جنگجو حضرت امام پاک کے مقابلہ کے لئے یکے بعد دیگرے آتے رہے اور امام پاک نے ان سب کو واصل جہنم کردیا۔ غرضیکہ امام پاک نے دشمنوں کی لاش کا انبار لگادیا۔ دشمنوں کے لشکر میں شور مچ گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو ہماری فوج کا ایک سپاہی بچ کر نہیں جاسکتا۔

لہٰذا اب موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یک بارگی حملہ کردو، ابن سعد نے حکم دیا کہ چاروں طرف سے تیروں کی بارش کردو، یزیدی فوج نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ہزاروں تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ آپ کا گھوڑا اس قدر زخمی ہوگیا کہ اس میں قوت وہمت نہ رہی ناچار حضرت امام پاک کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا۔ اب ہر طرف سے تیر آرہے تھے اور امام پاک کا تن اقدس زخمی ہورہا تھا۔ ظالموں نے آپ کے نورانی جسم کو زخموں سے پارہ پارہ اور لہولہان کردیا بے وفا کوفیوں اور ناپاک یزیدیوں نے نواسہ رسول فرزند بتول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہمان بنا کر بلایا اور ان کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ یہاں تک کہ زہر میں بجھا ہوا ایک تیر آپ کی اس نورانی پیشانی پر آکر لگا جسے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بے شمار بار چوما تھا۔ تیر لگتے ہی نورانی چہرہ سے خون کا فوارہ جاری ہوگیا۔ امام پاک غش کھا کر گھوڑے کی زین سے فرش زمیں پر آگئے۔ اس کے بعد ظالموں نے نیزوں اور تلواروں سے حملہ کیا۔ جہنمی سنان نے ایک ایسا نیزہ مارا جو تن نور کے پار ہوگیا۔ تیر اور نیزہ اور تلواروں کے بہتر زخم کھانے کے بعد آپ کے سینہ اطہر پر شمر ملعون سوار ہوگیا۔ حضرت امام پاک نے فرمایا کہ اے ظالم! آج جمعہ مبارکہ کا دن ہے اور سورج ڈھل گیا ہے۔ یہ وقت ہے کہ میرے نانا جان کی امت نماز جمعہ ادا کررہی ہوگی اور منبروں پر میرے نانا جان کا خطبہ پڑھا جارہا ہوگا۔ اے شمر ملعون تو تھوڑی دیر کے لئے میرے سینہ سے اتر جاتا کہ میں اس حال میں بھی سجدہ کرلوں اور نماز ادا کرلوں۔

چنانچہ حضرت امام پاک نے نماز شروع کی اور اپنی زندگی کے آخری سجدہ میں تشریف لے گئے کہ شمر مردود

نے ایسی تلوار ماری کہ امام پاک کا سرانور جسم نور سے الگ ہوگیا۔ اسی طرح تیر اور نیزہ اور تلواروں کے بہتر زخم کھانے کے بعد ۵۶ سال، ۵ ماہ، ۵ دن کی عمر میں جمعہ مبارکہ کے دن محرم شریف کی دس تاریخ ۶۱ھ مطابق ۶۸۰ء کو امام پاک شہید ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ○

اے ایمان والو! آہ صد آہ اس صدمہ جان لیوا سے دل گھائل، قلب مجروح، جسم لرزہ براندام اور آنکھیں اشکبار ہیں افسوس صد ہزار افسوس۔

یہ عنایتوں کی جزا ملی، یہ ہدایتوں کا صلہ ملا
جو چراغ نور نبی کا تھا اسے کربلا میں بجھا دیا

چمن آپ اپنا لٹا گئے کہ بہار دین خدا رہے
نہ جما جو رنگ بہار سے تو لہو بھی اپنا ملا دیا

اور ہند کے راجہ میرے پیارے خواجہ عطائے رسول سلطان الہند غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین
دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین

سرداد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالہ ہست حسین

امام پاک زندہ ہیں اور یزید ناپاک مرگیا

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا

آج تک اسلام کو ہے فخر تیری ذات پر
جان دی بیعت نہ کی لیکن یزیدی ہاتھ پر

شریک غم نہیں کوئی شریک جشن ہزار
حسین آج بھی تنہا ہے کربلا کی طرح

اے ایمان والو! دنیا کی عجیب وغریب داستان ہے اس دنیا میں کیا کیا نہ ہوا کتنی بار غموں کی مجلس برپا ہوئیں، کہیں پر تلواروں کی بارش ہورہی ہے تو کہیں پر بم وبارود برسائے جارہے ہیں۔ کہیں آگ کے انگاروں پر لٹایا جارہا ہے۔ کہیں انسانی جسموں پر گھوڑے دوڑائے جارہے ہیں۔ یہ سب کچھ ہوا اور ہوتا رہتا ہے۔ کوئی یتیم ہوکر خستہ حالی میں رنج وغم کے ساتھ دن کاٹتا ہے۔ کسی کی موت پر صرف بازار بند کئے جاتے ہیں۔ کسی کی موت پر پورے صوبے میں سوگ منایا جاتا ہے اور کسی کی موت پر پورا ملک رنج وغم میں ڈوب جاتا ہے۔ لیکن یاد رکھئے۔ ہر شخص اور ہر غم کے لئے کوئی نہ کوئی یوم اختتام ضروری ہے کبھی نہ کبھی وہ ختم ہو ہی جاتا ہے اور دنیا اس کو ایسا فراموش کرتی ہے کہ اس کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ سب سے بڑا معرکہ اور عظیم جنگ وہ ہی ہے جس کا صدمہ عام ہو ہر شہر، ہر صوبہ، ہر ملک بلکہ پوری دنیا میں اس کے رنج وغم کا احساس کیا جائے۔ سننے والے کے دل پر جو زخم پیدا ہوا ہو وہ رہتی دنیا تک مندمل نہ ہوسکے۔ سارا عالم اس داستان رنج والم کو سن کر بے چین وبے قرار ہو جائے اور قیامت تک آہ وزاری اور اشک باری کا سلسلہ جاری اور ساری رہے۔

زمین کرب وبلا پر راہ خدا میں حضرت امام حسین کے ساتھ رنج والم کا ایک ایسا ہی واقعہ نمودار ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نواسے، علی کے لاڈلے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیارے بیٹے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے جانثار ساتھیوں نے حق وسچ کی محافظت کے لئے جو درد وغم کی بے مثال قربانی پیش کی ہیں۔ دنیا والے ان نقوش وفا کو محو کرنے سے عاجز وقاصر ہیں۔ کتنی بار کچھ ناپاک طبیعت والوں نے بے جا کوششیں کیں مگر خون شہیداں کا رنگ وفا بڑھتا ہی گیا۔ زمانے نے کتنے پلٹے کھائے۔ قاتلوں یزیدیوں کی نسلیں تک نیست ونابود ہوگئیں۔ ان کے تخت وتاج کے جھوٹے دعوے اور حکومت کے گھمنڈ وغرور کب کے کب خاک میں مل گئے اور وہ ظالم بے نام ونشان ہوگئے یہ ہے حق وسچ سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کا دنیا ہی میں بدلہ اور ابھی آخرت کا دردناک عذاب باقی ہے۔ مگر شہیدان وفا کی قربانیاں آج بھی تمام عالم کی آنکھوں کو رلا رہی ہیں اور ان کے دلوں کو تڑپا کر ان سے محبت وعقیدت کا خراج وصول کر رہی ہیں۔ دنیا سوگوار ہے۔ جہاں ماتم کر رہا ہے ہر طبیعت غم سے پژمردہ

ہر دل درد سے افسردہ ہے۔ وہ کون سا بے درد ہے، جس کا سینہ غم حسین سے پاش پاش نہیں ہوگیا۔ وہ کون سا بے رحم ہے جس نے غم حسین میں اپنے دل کو چاک نہیں کر ڈالا۔ وہ کون سا بے غیرت ہے، جس کے دل میں یاد حسین نہیں ہے۔

اس راز سے واقف ہیں زمانے والے
زندہ ہیں محمد کے گھرانے والے

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے آخر
شبیر تیرا نام مٹانے والے

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ وہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد کا واقعہ

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شہید ہو گئے تو یزیدی لشکر نے خیمہ اہل بیت کا سارا سامان لوٹ لیا اور خیمہ کو جلا ڈالا اور اپنے مرے ہوئے فوجیوں کو دفن کیا اور تمام شہدائے کرام کا سر کاٹ کر ان کی مقدس لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جس سے ان کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور ان کی لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ دیا اور تمام شہدائے کرام کے سروں کو نیزوں پر چڑھا کر کربلا سے کوفہ اور دمشق تک گشت کرایا پھر عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ کے دار الحکومت کو آراستہ کیا اور دربار عام منعقد کر کے حضرت امام پاک کے سر انور کو اپنے تخت کے نیچے رکھا اور بے ادبی کی، پھر شمر مردود کے ساتھ ان مقدس سروں کو یزید ناپاک کے پاس دمشق بھیج دیا۔ یزید ناپاک نے سر مبارک اور اہل بیت اطہار کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر انور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں یا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوا۔ (سوانح کربلا، ص ۱۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو سخت صدمہ

اس حادثہ عظیمہ سے محبوب خدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو جو سخت صدمہ ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک روز دوپہر کو میں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دیدار پُر بہار سے مشرف ہوا اور میں نے دیکھا کہ حضور کے بال مبارک چہرہ پرنور پر بکھرے ہوئے ہیں اور دست مبارک میں ایک خون سے بھری ہوئی بوتل ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم آپ پر میری جان فدا۔ یہ بوتل کیسی ہے؟ اور اس قدر رنج وملال کیوں ہے؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرے پیارے نواسہ حسین اور ان کے جانثار ساتھیوں کا خون ہے جس کو میں آج صبح سے اٹھا رہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس تاریخ اور وقت کو یاد رکھا۔ اور جب چند دنوں کے بعد خبر آئی تو معلوم ہوا کہ یہی وہ وقت تھا کہ حضرت امام حسین شہید کئے گئے تھے۔ (بیہقی، نورالابصار، ص ۱۱۹)

دن میں اندھیرا اور خون کی بارش: روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن آپ کا مقدس خون زمین پر گرتے ہی دن میں ہر طرف اندھیرا چھا گیا اور تین دن تک مکمل بغیر بادل کے دھوپ نظر نہیں آئی اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا تھا آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور اس دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا اور ساری فضا پر رنج اور اُداسی کے آثار نمودار نظر آتے تھے۔ (بیہقی)

یزید ناپاک کی ہلاکت: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد یزید ناپاک بالکل ہی بے لگام ہو گیا اور اس کے ظلم وشر سے زمین کانپ اٹھی۔ زنا، سود اور شراب وکباب کا ہر طرف بازار گرم ہو گیا۔ نماز وروزہ اور حج وزکوٰۃ کی پابندیاں ختم ہو گئیں اور شعائر اسلام کی علی الاعلان بے حرمتی ہونے لگی۔ یزید ناپاک کی برائی اور سرکشی اس حد تک بڑھی کہ ۶۳ھ میں یزید فرعون نے مسلم بن عقبہ خبیث کو بارہ یا بیس ہزار کا لشکر دے کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور اس یزیدی لشکر نے رسول اللہ کے دیار اور مدینہ منورہ کے کوچہ وبازار میں بے ادبی اور بدتمیزی کا طوفان برپا کر دیا۔ اور یزیدی لشکر نے مدینہ منورہ میں سات سو صحابہ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کیا اور دوسرے دس ہزار مسلمانوں کو قتل کیا اور یزیدی فوج نے مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے اور مدینہ منورہ کی پاک عورتوں کے ساتھ بدتمیزیاں کیں کہ ان کے تصور سے بھی جسم کا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے اور بدن کانپنے لگتا ہے پھر یزیدی لشکر نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا کعبہ معظمہ پر پتھر برسائے اور حرم محترم میں نجاست پھینکی پھر کعبہ معظمہ میں آگ لگا دی جس سے غلاف کعبہ اور کعبہ کی چھت جل گئی اور کعبہ کے تمام تبرکات کو جلا ڈالا۔

انہیں تبرکات میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ میں ذبح کئے ہوئے دنبہ کا وہ سینگ تھا جو جل گیا۔

کعبہ معظمہ کئی دنوں تک بے غلاف رہا۔ اور حرم محترم کے رہنے والے تمام مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ آخرکار یزید ناپاک اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب میں گرفتار ہوا اور تین سال سات مہینہ تک حکومت کرنے کے بعد ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو جس دن اس کے حکم سے کعبہ معظمہ میں آگ لگائی گئی۔ انتالیس سال کی عمر میں ملک شام کے شہر حمص میں قسم قسم کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا اور ہلاک ہو گیا۔

یزیدی فوج کو جب اپنے گمراہ اور ناپاک امیر یزید پلید کی موت و ہلاکت کا پتہ چلا تو یزیدی لشکر ذلیل و خوار ہو کر مکہ مکرمہ سے فرار ہونے لگا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حرم محترم کے رہنے والوں نے گھیر لیا اور ان کو قتل کیا۔ اس طرح یزید ناپاک اور اس کی فوج ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک ہو گئی۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

ایک لاکھ چالیس ہزار کا قتل: حاکم محدث کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر وحی نازل کی کہ یہودیوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کیا تو ان کے ایک خون کے بدلے ستر ہزار یہودی قتل ہوئے اور آپ کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خون کے بدلے ستر ہزار اور ستر ہزار یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار شامی اور کوفی قتل ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور مختار ثقفی نے ستر ہزار شامی اور کوفی کو قتل کیا پھر عبداللہ بن سفاح نے ستر ہزار شامی اور کوفی کو قتل کیا۔

اے ایمان والو! آج تک عراق کی سرزمین سنبھل نہ سکی۔ وہ سرزمین جس پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے جانثار ساتھیوں کا خون بہایا گیا ہے۔ وہ ناحق خون ہمیشہ اپنا اثر دکھاتا رہے گا اور قیامت تک ملک عراق سکون و اطمینان کی دولت سے محروم ہی رہے گا۔

خبردار! ناحق خون سے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ظلم و زیادتی سے پرہیز لازم ہے ورنہ یزیدیوں کے برے انجام کی طرح برا ہی انجام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ظلم کے عظیم گناہ سے محفوظ رکھے اور اپنے امن و امان کے سایہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں آئے اور آپ کے قتل میں شریک ہوئے یا آپ کی شہادت سے راضی اور خوش ہوئے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے دنیا ہی میں عذاب الٰہی نہ دیکھا اور سزا نہ پائی ہو ان میں سے بعض تو بری طرح مارے گئے اور بعض اندھے اور روسیاہ ہو گئے۔

بعض برص اور کوڑھی ہو گئے اور بعض بخت عبرتناک بلاؤں اور بیماریوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

محترم بزرگو اور دوستو! فرزند رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور آپ کے جانثار ساتھیوں کی دردناک لرزہ خیز ''مظلومانہ شہادت'' اور ناپاک و بدبخت یزید پلید اور اس کے خبیث و شریر لشکر کے جور و جفا، ظلم وستم اور سیاہ کاریوں کے واقعات معتبر کتابوں کے حوالہ جات کے ساتھ ذکر کئے گئے۔ عدل وانصاف کی آنکھوں نے دیکھ لیا اور عقل وشعور رکھنے والوں نے جان لیا ہوگا کہ تاریخ انسانیت میں یہ واحد واقعہ ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ خود کو مسلمان کہلانے والوں نے اپنے ہی نبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے وصال فرمانے کے صرف پچاس سال گزر جانے کے بعد اپنے رسول ہی کی خاص اولاد کے ساتھ جس درندگی اور ظلم وستم کا مظاہرہ کیا۔ رہتی دنیا تک اہل حق ان یزیدیوں پر لعنت وملامت کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ نام یزید ایک گالی اور برائی بن کے رہ گیا اور آج یزید پلید کے کسی حامی کی بھی یہ جرأت نہیں کہ وہ اپنے بیٹوں کا نام یزید پلید رکھے اس کے برعکس پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے نور عین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا نام نامی اسم گرامی عدل وانصاف اور محاسن وخوبی کا علم بن گیا اور نام حسین علم بردار اسلام اور دین وشریعت کا پاسبان بن گیا اور نیکی و خوبی کا نشان ہو گیا اور آج دنیا میں ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں لوگوں کے نام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے نام پاک کی نسبت سے منسوب ہیں۔

حشر تک زندہ ہے تیرا نام اے ابن رسول
کر گیا ہے، تو وہ احسان نوع انسانی کے ساتھ

صبر ورضا کے پیکر حضرت امام پاک نے رضائے الٰہی کا بلند مقام حاصل کیا۔ ایثار وقربانی اور صبر ورضا کا وہ مظاہرہ کیا کہ حسینیت، سربلندیوں اور سرفرازیوں کا عنوان ہوگئی اور نام پاک حسین ایمان والوں کے قلب وجگر کے لئے قرار جان ہو گیا۔

اور محبت حسین جان ایمان ہوگئی آج لاکھوں غلامان حسین ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے شہید ہو کر جو فتح وکامیابی حاصل کی اور حق کا بول بالا کیا اس نے یزیدی اور ہر فاسق وفاجر اور ظالم وجابر کے فسق وفجور، ظلم وجبر کی راہیں مسدود کردیں اور پرچم حق کو ہمیشہ کے لئے بلند کردیا اور اپنے نانا جان صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی امت کو باطل وظالم کے خلاف ڈٹ جانے اور سب کچھ راہ خدا میں قربان کردینے کا وہ بے مثال جذبہ عطا کردیا ہے جو قیامت تک حق والوں کے لئے میل راہ وشمع راہ بن گیا ہے۔ اسی لئے

دنیا کے ہر گوشے اور کونے سے اپنے پیارے امام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سلام و رحمت کے پھول بھیجے اور پیش کئے جاتے ہیں۔

سلطان کربلا کو ہمارا سلام ہو
جانان مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو

وہ بھوک و پیاس وہ فرض جہاد حق
سرچشمہ رضا کو ہمارا سلام ہو

امت کے واسطے جو اٹھائی بلی خوشی
اس لذت جفا کو ہمارا سلام ہو

عباس نام دار ہیں زخموں سے چور چور
اس پیکر رضا کو ہمارا سلام ہو

اکبر سے نوجواں بھی رن میں ہوئے شہید
ہم شکل مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو

ہوکر شہید قوم کی کشتی ترا گئے
امت کے ناخدا کو ہمارا سلام ہو

ناصر ولائے شاہ میں کہتے ہیں بار بار
امت کے پیشوا کو ہمارا سلام ہو

اے ایمان والو! یزید ناپاک اور اس کے ہمنواؤں کا کیا حشر ہوگا جن کا کلمہ پڑھا انہیں کے نواسہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عداوت و دشمنی کی جو مثال قائم کی ہے تاریخ میں ایسی بدترین مثال نہیں ملتی اور نہ ملے گی، فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ یزید ناپاک جنتی ہے یا جہنمی؟ اگر آپ کے سینہ میں ذرہ برابر بھی ایمان کی رمق باقی ہے تو آپ کا ایمان آپ کو یہ کہنے پر مجبور کردے گا کہ یزید ناپاک جہنمی اور اس کے طرفدار بھی جہنمی ہیں اور آل پاک مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) میرے آقا حضرت امام حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور آپ سے الفت و محبت رکھنے والے بھی جنتی ہیں۔

سچ فرمایا: استاذ زمن مولانا حسن رضا بریلوی نے

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنان اہل بیت

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بیباکیاں
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ دشمنان اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنادے اے حسن
یوں بیان کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عادل ہیں

عاشق مدینہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ یزید امیر المومنین تھے اور امیر کی اتباع و پیروی لازم ہوتی ہے اور امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے امیر المومنین یزید کی بیعت سے انکار کیا اور بغاوت کر کے گناہ کیا (معاذ اللہ تعالیٰ)

ان جاہل، بے دین یزیدیوں میں کچھ بھی علم نہیں کہ اس امیر کی اتباع و پیروی لازم ہوتی ہے جو نیک وصالح اور ایماندار ہو اور یزید پلید وہ شخص ہے جس کو تمام بزرگوں نے بالاتفاق گندہ، کمینہ، شرابی، زانی اور ناپاک کہا اور بعض بزرگوں نے کافر بھی لکھا ہے ایسے شخص کو شہزادۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین کیسے تسلیم کر لیتے۔ اس لئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فرض تھا کہ یزید ناپاک کی بیعت سے انکار فرما کر دین اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی قربانی دیں (ملخصاً) (تکمیل الایمان، ص ۹۷)

اور اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی لکھا ہے۔ (شرح عقائد، ص ۱۱۰)

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

جلیل القدر محدث حضرت علامہ علی قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض جاہل جو کہتے ہیں کہ امام حسین نے یزید سے بغاوت کی تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے اور اس طرح کی بولی خارجیوں، یزیدیوں کی گڑھی ہوئی خرافات ہے جو اہلسنت و جماعت سے خارج ہیں۔ (شرح فقہ اکبر، ص ۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اِمَارَۃِ الصِّبْیَانِ قَالُوْا وَمَا اِمَارَۃُ الصِّبْیَانِ، قَالَ اِنْ اَطَعْتُمُوْھُمْ ھَلَکْتُمْ اَیْ فِیْ دِیْنِکُمْ وَاِنْ عَصَیْتُمُوْھُمْ اَھْلَکُوْکُمْ اَیْ فِیْ دُنْیَاکُمْ بِاِزْھَاقِ النَّفْسِ اَوْبِاِذْھَابِ الْمَالِ اَوْبِھِمَا (فتح الباری، ج ۱۳، ص ۸)

میں لڑکوں کی امارت (حکومت) سے پناہ مانگتا ہوں، صحابہ نے عرض کیا لڑکوں کی امارت کیسی ہوگی؟ فرمایا اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو (دین کے معاملے میں) ہلاک ہو جاؤ گے اور اگر تم ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمہیں (تمہاری دنیا کے بارے میں) جان لے کر یا مال لیکر یا دونوں لے کر ہلاک کر دیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے فرمایا:

یَکُوْنُ خَلْفٌ مِّنْ بَعْدِ سِتِّیْنَ سَنَۃً اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۰)

وہ ناخلف ساٹھ ہجری کے بعد ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے تو وہ عنقریب غی (جہنم کی ایک خطرناک وادی) میں ڈالے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ سَنَۃِ سِتِّیْنَ وَمِنْ اِمَارَۃِ الصِّبْیَانِ ۔

ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت وحکومت سے اللہ کی پناہ مانگو۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۶)

اے ایمان والو! ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ ان بدعقل اور ظالم لڑکوں کی حکومت وامارت سنہ ۶۰ھ سے شروع ہوگی اور یزید ناپاک سنہ ۶۰ھ ہی میں تخت نشین ہوا اور ان آوارہ لڑکوں کی حکومت وامارت کا یہ عالم ہوگا کہ جو شخص ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گا اس کا دین تباہ وبرباد ہو جائے گا اور جو شخص ان کی اطاعت نہیں کرے گا تو اس کے جان ومال کی تباہی ہوگی۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

اے کعب بن عجرہ! میں تجھ کو بے عقلوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک والک وسلم) وہ بے عقلوں کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے ایسے امراء ہوں گے کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور عمل کریں گے تو ظلم کریں گے۔

فَمَنْ جَآءَ هُمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكِذْبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسَ مِنِّيْ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ...... (کنز العمال، ج ۵، ص ۷۷۴)

پس جو ان کے پاس آ کر ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کرے گا تو وہ شخص مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں۔

(اور پھر یہ فرمایا) اور نہ وہ شخص کل (قیامت کے دن) میرے حوض کوثر پر آ سکے گا۔

اے ایمان والو! حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث شریف سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ ظالم اور جھوٹے امیر و حاکم کی اطاعت و پیروی کرنے سے محبوب خدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

اور یزید ناپاک کی بدکرداریاں اور اس کا جھوٹ و ظلم ظاہر ہو چکا تھا جس کی وجہ سے شہزادۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے اس کی بیعت و اطاعت سے انکار فرض تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ یزید ناپاک کی بیعت سے انکار کا نتیجہ آسان نہ ہوگا اور اس انکار کے نتیجے میں عدل و انصاف کے بادشاہ نے گھر، کنبہ، احباب سب کو قربان کیا اور خود بھی قربان ہو گئے لیکن امت کا سودا نہیں کیا بلکہ یزید ناپاک کی خباثت و پلیدی سے امت کو بچالیا اور عدل و انصاف کا پرچم بلند فرمایا اور ثابت کر دیا کہ یزید ناپاک و ظالم ہے امیر المومنین نہیں ہے۔

کتب احادیث میں سب سے مستند کتاب صحیح بخاری شریف میں ایک باب ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ هَلَاكُ اُمَّتِيْ عَلٰى يَدَىْ اُغَيْلِمَةٍ سُفَهَآءَ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا قول کہ میری امت کی ہلاکت بے عقل (آوارہ) لڑکوں کے ہاتھ سے ہوگی۔

اور اسی باب میں یہ حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: هَلَكَةُ اُمَّتِيْ عَلٰى اَيْدِيْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ غِلْمَةً ۔ کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند (آوارہ) لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو یہ (سن کر) مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَقُوْلَ بَنِيْ فُلَانٍ وَّبَنِيْ فُلَانٍ فَفَعَلْتُ ۔ تو ابو ہریرہ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتا دوں کہ فلاں ابن فلاں اور فلاں ابن فلاں ہیں۔ (بخاری شریف، ج ۲، ص ۱۰۴۶)

اسی حدیث بخاری کی شرح میں جلیل القدر محدث علامہ حافظ امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ترجمہ حدیث: میں کہتا ہوں کہ صبی اور غلیم (لڑکا) کا لفظ تصغیر کے ساتھ اس پر بھی بولا جاتا ہے جو عقل وتدبیر اور دین میں کمزور اور ضعیف ہو۔ اگر چہ وہ جوان ہو اور یہاں یہی مراد ہے۔ کیونکہ خلفاء بنو امیہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو عمر کے لحاظ سے نابالغ ہوتا۔ (شرح بخاری، فتح الباری، ج ۱۳، ص ۷)

یزید ناپاک کے حامیوں سے سوال

قریش کے وہ چند لڑکے جنہوں نے امت کے اتفاق واتحاد کا شیرازہ بکھیر دیا اور امت کی ہلاکت وبربادی کا سبب بنے وہ آوارہ لڑکے کون تھے؟ (جن کی حکومت تھی) اگر معلوم نہیں ہے تو یزید کی طرفداری سے توبہ کرلو اور غیب کی خبر بتانے والے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان ملاحظہ ہو۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ اَمْرُ اُمَّتِيْ قَائِمًا بِالْقِسْطِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَوَّلُ مَنْ يَثْلُمُهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ يُقَالُ لَهٗ يَزِيْدُ۔

میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا (یعنی اس کا نام یزید ہوگا) (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۳۱، الصواعق المحرقہ، ص ۲۱۹)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا

يَقُوْلُ مَنْ يُّبَدِّلُ سُنَّتِيْ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ يُقَالُ يَزِيْدُ۔

فرماتے ہیں کہ پہلا وہ شخص جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا (یعنی اس کا نام یزید ہوگا) (الصواعق المحرقہ، ص ۲۱۹)

مشہور محدث حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی ابن ابی شیبہ کی روایت نقل فرماتے ہیں۔

کہ مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں چلتے ہوئے یعنی (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ) عرض کیا کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ لَا تُدْرِكْنِيْ سَنَةَ سِتِّيْنَ وَلَا اِمَارَةَ الصِّبْيَانِ۔

اے اللہ مجھے ساٹھ (ہجری) کا سال اور (آوارہ) لڑکوں کی امارت وحکومت نہ دے یعنی اس سے پہلے مجھے موت دیدے۔ (فتح الباری، ج ۱۳، ص ۸)

علامہ ابن حجر مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ۶۰ھ میں آوارہ لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دیا تھا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھا اسی لئے وہ دعا کیا کرتے تھے کہ

یا اللہ! میں سنہ ۶۰ ھ کی ابتداء اور (آوارہ) لڑکوں کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو ۵۹ ھ میں موت دیدی اور سنہ ۶۰ ھ میں امیر معاویہ کا وصال ہوا اور یزید کی حکومت ہوئی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے کہ سنہ ۶۰ ھ میں یزید کی حکومت ہوگی اور یزید کے ناپسندیدہ حالات کو صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بتانے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اس سال سے اللہ کی پناہ طلب کی۔ (الصواعق المحرقہ، ص ۲۱۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

حدیث سے ظاہر ہے کہ ان لڑکوں میں پہلا لڑکا ساٹھ ہجری میں ہوگا۔ چنانچہ وہی ہوا کیونکہ یزید بن معاویہ ساٹھ ہجری ہی میں خلیفہ بنا اور چونسٹھ ہجری تک باقی رہا پھر مر گیا۔ (فتح الباری، ج ۱۳، ص ۸)

یہی امام دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ کہ ان (آوارہ) لڑکوں میں پہلا یزید ہے کیونکہ یزید (اپنی حکومت میں) اکثر حالات میں بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت سے ہٹا کر ان کی جگہ اپنے رشتہ داروں میں سے نوعمر لڑکوں کو (عہدوں) پر مقرر کرتا تھا۔ (فتح الباری، ج ۱۳، ص ۸)

علامہ بدرالدین عینی اور علامہ کرمانی نے بھی عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۱۸۰ و حاشیہ بخاری شریف میں اسی طرح نقل کیا ہے ان (آوارہ) لڑکوں میں سے پہلا یزید ہے۔

اور امام علامہ علی قاری نے مرقاۃ اور شرح شفا، ج ۱، ص ۶۹۴ میں اسی طرح فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں جو (آوارہ) لڑکوں کی حکومت فرمایا گیا ہے اس سے مراد یزید بن معاویہ ہے۔ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرایا اور مدینہ منورہ کی حرمت کو پامال کیا اور اپنے لشکر کے واسطے مدینہ منورہ کی پاکباز عورتوں کے ساتھ زنا، تین دن کے لئے جائز کر دیا۔

عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لڑکوں کو ان کے ناموں اور ان کی شکل و صورت کو پہچانتے تھے مگر ڈر اور فساد کی وجہ سے ان کا نام ظاہر نہیں کرتے تھے اور مراد یزید بن معاویہ اور ابن زیاد اور دوسرے نوجوان ہیں۔

اور پھر ایک جگہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف میں ظالم حجاج بن یوسف ہوا جس نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو قید کر کے قتل کیا۔ اور بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب ہوا جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور بنی امیہ میں یزید اور ابن زیاد جیسے ظالم ہوئے جنہوں نے نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور ابن زیاد نے جو کچھ بھی کیا

یزید کے حکم اور اس کی رضا سے کیا۔ (اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۱۲۳)

غوث الاغواث، فرد الافراد، قطب الاقطاب شیخ عبد القادر جیلانی ثم بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس بزرگ امام کے مقلد ہیں وہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید ناپاک کو کافر کہتے ہیں اور اس پر لعنت بھیجنا جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادے حضرت صالح نے یزید ناپاک سے دوستی رکھنے یا اس پر لعنت کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

يَا بُنَيَّ وَهَلْ يَتَوَلّٰى يَزِيْدَ اَحَدٌ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَلِمَ لَا اَلْعَنُ۔

اے میرے بیٹے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا ایسا ہوگا جو یزید سے دوستی رکھے اور میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں۔ (الصواعق المحرقۃ، ص ۲۲۰)

اور آگے وجہ بھی لکھی ہے جس کا جی چاہے کتاب کا مطالعہ کرلے۔

اے ایمان والو! میرے پیر، پیران پیر حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امام حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے ظاہر ہوگیا کہ کوئی مومن یزید سے دوستی نہیں رکھے گا بلکہ اس خبیث، پلید یزید ناپاک پر لعنت بھیجے گا۔

حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام ابن ہمام کا قول نقل فرماتے ہیں کہ امام ابن ہمام نے فرمایا بعض نے یزید ناپاک کو کافر کہا۔ اس لئے کہ اس سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جو یزید کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً شراب کو حلال کرنا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے قتل کے بعد یہ کہنا کہ میں نے (ان سے) بدلہ لیا ہے اپنے بزرگوں اور سرداروں کے قتل کا جو انہوں نے (میدان) بدر میں کئے تھے۔ یا ایسی ہی اور باتیں شاید اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کو کافر کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک اس کی اس بات کی نقل ثابت ہوگی۔ (شرح فقہ اکبر، ص ۸۸)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

یزید ناپاک گمراہ اور گمراہ گر تھا اور گمراہی کی طرف بلانے والا شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار تھا۔

(حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۲۰۵)

اے ایمان والو! ہمارے پیارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشادات اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال اور ائمۂ کرام ومحدثین عظام کے فرمودات جو کتابوں میں موجود ہیں اس سے ثابت ہوگیا کہ یزید ناپاک سنت کو بدلنے والا بے عقل، جھوٹا، ظالم تھا۔ مزید اطمینان ویقین کے لئے حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام بخاری نے صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۰۳۶، اور حضرت امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ، جلد ۸، ص ۲۳۱ پر اور حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح الباری، جلد ۱۳، ص ۷ پر اور علامہ امام ابن حجر ہیتمی مکی نے الصواعق المحرقہ، ص ۲۱۹ پر اور علامہ علی متقی نے کنز العمال، ج ۶، ص ۳۵ پر۔ اور علامہ بدر الدین عینی اور علامہ کرمانی علیہما الرحمہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری، ص ۸۰ پر۔ حضرت امام علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ اور شرح شفا شریف، ج ۱، ص ۶۹۴ اور شرح فقہ اکبر، ص ۸۸ پر، علامہ علی ابن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سراج منیر، شرح جامع صغیر، ج ۳، ص ۲۹۶ پر علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح عقائد، ص ۱۰۲ پر اور حضرت علامہ شیخ محمد بن علی الصبان نے اسعاف الراغبین، ص ۲۱۰ پر امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الساوی، ج ۵، ص ۱۰۱ پر اور علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاریخ الخلفاء، ص ۸۰ پر اور صاحب روحانیت بزرگ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں اور شافعیوں کے بزرگ امام وفقیہ حضرت علامہ الکیاء الہراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حیوۃ الحیوان، ج ۲، ص ۲۲۵ پر۔ عاشق مدینہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تکمیل الایمان، ص ۹۷ اور اشعۃ اللمعات، ج ۲، ص ۶۲۳ پر اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف، ص ۵۴ پر اور مولانا عبدالحی لکھنوی، مجموع الفتاوی، ج ۳، ص ۸ پر اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سر الشہادتین، ص ۱۲، اور فتاویٰ عزیزیہ، ج ۱، ص ۲۵۲ پر۔ اور حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی لکھی ہوئی مثنوی ص ۶ پر اور خاتم المحققین مفتی بغداد علامہ ابوالفضل شہاب الدین آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر روح المعانی، ج ۲۶، ص ۶۶ پر اور حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تفسیر مظہری، ج ۵، ص ۲۱ پر اور علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی الشرف المؤبد ص ۴۹ پر اور علامہ ابن خلدون مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۰ پر لکھا کہ یزید ناپاک، فاسق وفاجر اور شرابی وظالم تھا۔

اے ایمان والے بھائیو! بزرگوں کے اقوال وبیانات سے اچھی طرح واضح اور ثابت ہوگیا کہ یزید کیسا تھا اور اس نے کیسے کیسے ظلم وگناہ کئے ہیں اس کے بعد بھی کوئی بدعقیدہ شخص یزید ناپاک کو امیر المومنین کہتا ہے اور اس کی تعریف وتوصیف کرتا ہے تو وہ ظالم اور جھوٹا ہے اور اس کا حشر بھی یزید ناپاک کے ساتھ ہی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب آخر میں ہم امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر پیش کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یزید پلید باجماع اہلسنت فاسق وفاجر اور گناہ کبیرہ کا مرتکب تھا۔ اس پر ائمہ اہلسنت کا اتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف ہے فرمایا:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین وموافقین اسے کافر کہتے ہیں۔ شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہوکر زمین میں فساد پھیلایا۔ حرمین طیبین اور خود کعبہ معظمہ اور روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں۔ مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے۔ تین دن تک مسجد نبوی شریف میں اذان ونماز نہیں ہونے دی۔ مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین کو بے گناہ شہید کیا۔ کعبہ معظمہ پر پتھر برسائے۔ اور غلاف کعبہ کو پھاڑا اور جلایا۔ مدینہ منورہ کی پاک دامن پارسائیں یعنی عورتوں کو تین دن اور تین راتیں اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین دن بھوکا، پیاسا رکھ کر مع ساتھیوں کے تیغ ظلم سے ذبح کیا۔

اور پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر شہادت کے بعد گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام ہڈیاں چور چور ہوگئیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر انور جو محبوب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا۔ کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور جگہ جگہ پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بیٹیوں کو قید کیا گیا اور بے ادبی کے ساتھ اس خبیث، یزید ناپاک کے دربار میں لایا گیا۔ اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا۔ ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے۔ قرآن کریم میں صراحۃً اس پر لعنھم اللہ فرمایا۔ لہٰذا امام احمد بن حنبل اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت کرتے ہیں کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہلسنت کے خلاف ہے۔ اور ضلال وبدمذہبی صاف ہے۔ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ شریف، ج ۶، ص ۱۰۷-۱۰۸)

اے ایمان والو! یزید ناپاک کے متعلق مخالف اہلسنت کے گروہ کے علماء کے اقوال وبیانات بھی ملاحظہ فرمایئے دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے بڑے مولانا مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۵۱)

اور دیوبندیوں کے پیر ومرشد مولوی رشید احمد گنگوہی تحریر کرتے ہیں۔

کہ بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیوں کہ قتل حسین کو حلال جاننا کفر ہے مگر یہ امر کہ یزید قتل کو حلال جانتا تھا محقق نہیں لہٰذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر (یزید) فاسق بے شک تھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱، ص ۷)

دیوبندی جماعت کے مستند مولانا مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں۔

بعض کے نزدیک یزید کافر ہو گیا اور بعض کے نزدیک اس کا کفر متحقق نہ ہوا بلکہ اس کا پہلا اسلام فسق کے ساتھ مخلوط ہو گیا اگر امام حسین نے اس کو کافر سمجھا تو اس پر خروج کرنے میں کیا غلطی کی؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہی بات پسند آئی۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۱، ص ۲۵۸)

دیوبندی جماعت کے ایک بڑے مولوی صاحب، مولوی محمد طیب، سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں۔

بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ صحابہ کرام سب کے سب ہی متفق ہیں خواہ مبائعین ہوں یا مخالفین۔ پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد کے علمائے راسخین، محدثین، فقہاء مثل علامہ قسطلانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ تیمی۔ علامہ ابن جوزی علامہ سعد الدین تفتازانی، محقق ابن ہمام، حافظ ابن کثیر۔ علامہ الکیاء الہراسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علمائے سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں تو اس سے زیادہ یزید کے فسق (یعنی گندہ و ناپاک) کے متفق ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟ (شہید کربلا اور یزید، ص ۱۵۹)

غیر مقلدوں کے امام یعنی اہل حدیث کہلانے والوں کے پیشوا نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی کہتے ہیں

مقریزی نے خط میں ذکر کیا ہے کہ جب حسین مارے گئے آسمان رویا اور زہری نے کہا کہ ہم کو یہ بات پہونچی ہے کہ جس دن قتل حسین ہوا کوئی پتھر بیت المقدس میں کا نہیں اٹھایا گیا لیکن اس کے نیچے سے تازہ سرخ خون نکلا اور دنیا میں تین دن تک تاریکی رہی اور لکھتے ہیں کہ زہری نے کہا کہ قاتلان حسین میں سے کوئی شخص نہیں بچا لیکن آخرت سے پہلے دنیا ہی میں سزا پایا تو مارا گیا یا روسیاہ ہو گیا۔ (تشریف البشر، بذکر الائمۃ الاثنی عشر، ص ۴۹)

جماعت اسلامی کے بانی و امیر ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔

کہ یزید کے دور میں تین ایسے واقعات ہوئے جنہوں نے پوری دنیائے اسلام کو لرزہ براندام کر دیا۔

پہلا واقعہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہے۔ مودودی صاحب حافظ ابن کثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

قتل حسین پر یزید نے ابن زیاد کو نہ کوئی سزا دی نہ اسے معزول کیا نہ اسے ملامت ہی کا کوئی خط لکھا۔ یزید میں اگر انسانی شرافت کی بھی کوئی رمق ہوتی تو وہ سوچتا کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کے پورے خاندان پر کیا احسان کیا تھا اور اس کی حکومت نے ان کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ (اسی طرح جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب نے قدرے تفصیل کے ساتھ یزید کے ظلم و ستم کو بیان کیا ہے اور یزید کو ظالم اور غدار ثابت کیا ہے) (امام پاک اور یزید پلید، ص ۱۱۵)

آج کل کچھ دیوبندی اور غیر مقلدین یزید ناپاک کو نیک وصالح اور جنتی کہتے اور لکھتے ہیں جب کہ ان کے بزرگوں نے بھی یزید کو فاسق وفاجر اور ظالم لکھا ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔

حدیث قسطنطنیہ اور یزید ناپاک

یزید ناپاک کی حمایت ووفاداری میں جو لوگ بخاری شریف کی حدیث سے یزید پلید کا جنتی ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں محض باطل اور جھوٹ ہے۔ الامان والحفیظ

حدیث شریف:۔ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ (بخاری شریف، ج۱، ص۴۱۰)

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

صحیح بخاری کی اس حدیث میں مطلقاً نہیں فرمایا گیا کہ جتنے لوگ بھی قیصر کے شہر میں غزوہ کریں گے ان سب کے لئے بخشش ہے۔ بلکہ ہمارے پیارے رسول غیب داں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے علم میں تھا کہ میرے اہل بیت کا دشمن اور میرے بیٹے امام حسین کا قاتل یزید ناپاک۔ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا اس پہلے لشکر میں شامل نہیں ہوگا اس لئے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مغفرت وبخشش کا انعام ان کے لئے رکھا جو أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي فرما کر پہلے لشکر میں جو لوگ شریک ہوں گے ان کے لئے خاص فرمادیا اور اس پہلے لشکر میں یزید شریک ہی نہیں تھا ملاحظہ فرمایئے۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں۔

اور اسی سال ۴۹ھ میں اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہ نے ایک لشکر جرار بلاد روم کی طرف بھیجا اور اس پر حضرت سفیان بن عوف کو امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیمار رہا اور حیلے بہانے شروع کئے تو امیر معاویہ اس کے بھیجنے سے رک گئے۔ (ابن اثیر، ج۳، ص۱۸۹)

علامہ ابن اثیر کی اس روایت سے صاف طور پر ظاہر اور ثابت ہوگیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو پہلا لشکر قیصر روم پر بھیجا اس لشکر میں یزید شامل ہی نہیں تھا۔

امام المحدثین علامہ امام بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ یزید نے سب سے پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ میں جنگ کی ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ کون سی منقبت ہے جو یزید کے لئے ثابت ہوگئی جبکہ اس کا حال خوب مشہور ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس لشکر کے حق میں مَغْفُوْرٌ لَهُمْ فرمایا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ

لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہو سکے کیوں کہ اس میں تو اہل علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قول مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ میں وہی داخل ہیں جو مغفرت کے اہل ہیں، حتیٰ کہ اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا تو وہ یقیناً اس بشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔

پس یہ صاف طور سے ثابت ہو جاتا ہے کہ مغفرت سے مراد یہ ہے کہ جس کے واسطے مغفرت کی شرط پائی جائے اس کے واسطے مغفرت ہے (عمدۃ القاری شرح بخاری، ج ۶، ص ۶۴۹)

قریب ایسا ہی علامہ امام قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے السّاری شرح بخاری، ج ۵، ص ۱۰۱ پر اور علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری شرح بخاری، ج ۶، ص ۶۵ پر اور علامہ شیخ علی ابن الشیخ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سراج منیر شرح جامع صغیر ج ۲، ص ۷۹ پر لکھتے ہیں۔ ثابت ہو گیا کہ یزید ہرگز ہرگز حدیث بخاری میں جو بشارت دی گئی ہے اس کا مستحق نہیں ہے۔

اے ایمان والو! بے شک ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ہر قول اور ہر حدیث حق اور سچ ہے مگر اس میں شرائط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے جیسے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، دعاء مانگو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا مگر شرط یہ ہے کہ جھوٹ اور حرام روزی سے بچو گے تو دعاء قبول ہو گی۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھو مگر اس شرط کے ساتھ کہ کامل طہارت اور وضو کرلو ورنہ نماز نہ ہو گی۔ اسی طرح حج و روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ تمام اعمال کے لئے شرائط ہیں کہ اگر ایسا کرو گے تو مقبول بنو گے۔

جیسے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ (حدیث شریف) کہ جس شخص نے کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا وہ جنتی ہو گیا۔

بیشک میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان سچ اور بہت ہی سچ ہے۔ لیکن یزید ناپاک کو جنتی کہنے والے یزیدی حضرات سے پوچھنا چاہئے کہ ایک شخص ہے جو تقدیر کو، فرشتوں کو، انبیائے سابقین کو، مرنے کے بعد زندہ ہونے کو، قبر کے سوال و جواب کو، قیامت کے دن حساب و کتاب کو، جنت و دوزخ کو اور جو امور ضروریات دین ہیں ان کو نہیں مانتا ہے یا ان میں سے کسی ایک امر ضروری کو نہیں مانتا ہے اور نہ ہی اس پر ایمان رکھتا ہے اور اس شخص کا حال یہ ہے کہ صبح سے شام تک بے شمار مرتبہ کلمہ شریف پڑھتا رہتا ہے تو کیا وہ شخص کلمہ پڑھنے کی بنیاد پر جنتی ہے۔ اے یزیدی گروہ کے لوگو! ہمت ہے تو کہہ دو کہ وہ شخص جنتی ہے اس لئے کہ وہ کلمہ پڑھتا ہے چاہے وہ ضروریات دین کا انکار کرتا ہو مر جاؤ گے مگر اس شخص کو جنتی ثابت نہیں کر سکتے ہو۔

اسی طرح یزید ناپاک کا حال ہے۔ جیسا کہ ائمہ کرام، محدثین عظام اور بزرگوں کے اقوال وبیانات سے صاف طور پر ظاہر اور ثابت ہوگیا کہ یزید ناپاک قسطنطنیہ والی حدیث شریف کی بشارت سے محروم ہے اور اپنے بُرے کردار اور گندے افعال کے سبب۔

یزید پلید، فاسق وفاجر، ظالم وقاتل اور مستحق عذاب نار ہے۔

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں؟
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ دشمنان اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنادے اے حسن
یوں بیاں کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

دس محرم کے مشہور واقعات

اسلام کا پہلا مہینہ محرم شریف ہے۔ اس ماہ میں جنگ وجدال حرام ہے اور اس ماہ میں عاشورہ کا دن بہت بزرگ ہے یعنی دسویں محرم کا دن۔

دس محرم کو یہ واقعات رونما ہوئے۔

۱) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
۲) حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے۔
۳) حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے سلامتی کے ساتھ اُترے۔
۴) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے (فیض القدیر شرح جامع صغیر للمناوی ج ۳ ص ۳۴)
۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار ہوئی۔
۷) حضرت ایوب علیہ السلام نے مرض سے شفا پائی۔
۸) حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آئی۔

۹) حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے نکلے۔

۱۰) حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی ملی۔

۱۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن جادوگروں پر غالب آئے۔ (عجائب المخلوقات، ص۴۴)

۱۲) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔

۱۳) قیامت اسی دن آئے گی۔

۱۴) پہلی بارش آسمانوں سے نازل ہوئی (غنیۃ الطالبین، ج۲، ص۵۳)

عاشورا کے دن نیک کام

اے ایمان والو! یوم عاشورہ یعنی دس محرم ایک بزرگ دن ہے۔ اس میں نیک کاموں کے بڑے اجر وثواب ہیں کچھ نیک کاموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ہمارے مرشد اعظم حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

۱) دس محرم شریف کے دن کسی یتیم کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنا بڑا اجر وثواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: مَنْ مَسَحَ بِيَدِهٖ عَلٰى رَأْسِ يَتِيْمٍ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ رَفَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ عَلٰى رَأْسِهٖ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ ۔ (غنیۃ الطالبین، ج۲، ص۵۳)

جو شخص عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے یتیم کے سر کے ہر بال کے بدلے ایک درجہ جنت میں بلند فرمائے گا۔

اے ایمان والو! یتیم سے محبت کرنا اور اس کو کھلانا پلانا بڑا ثواب ہے۔ یتیم کی دعا سے بلا ومصیبت دور ہو جاتی ہے اور روزی بڑھا دی جاتی ہے۔

۲) ہمارے پیارے پیر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ محبوب خدا پیارے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ لَمْ يَمْرِضْ مَرَضًا اِلَّا مَرَضَ الْمَوْتِ ۝ (غنیۃ الطالبین، ج۲، ص۵۳)

جو شخص عاشوراء کے دن غسل کرے تو کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا سوائے مرض موت کے۔

۳) دس محرم شریف کے دن گناہوں اور خطاؤں سے توبہ کثرت سے کرنا چاہئے کہ اس دن توبہ جلدی قبول ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے۔

اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ دسویں محرم کو میری بارگاہ میں توبہ کریں اور جب دسویں محرم کا دن ہو تو میری طرف رجوع کریں۔ اَغْفِرْ لَهُمْ ۔ میں ان سب کی مغفرت فرماؤں گا۔ (فیض القدیر، شرح جامع صغیر، ج۳، ص۳۴)

۴) دس محرم شریف کے دن آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، آنکھوں کی تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عاشوراء کے دن اثمد کا سرمہ لگائے۔

لَمْ تَرْمُدْ عَيْنُهُ اَبَدًا ۔ (بیہقی) تو اس کی آنکھ کبھی بھی نہ دکھے گی۔

موضوعات الکبیر میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ دس محرم کے دن آنکھوں میں سرمہ لگانا خوشی کے اظہار کے لئے نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ دس محرم شریف کی خوشی منانا خارجیوں کا فعل ہے بلکہ حدیث شریف پر عمل کرنے کے لئے آنکھوں میں سرمہ ڈالنا چاہئے۔

۵) دس محرم کے دن اپنے اہل وعیال کے واسطے گھر میں وسیع پیمانے پر کھانے کا انتظام کرنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ دس محرم کی برکت سے پورے سال وسعت و برکت عطا فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اعظم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر نفقہ میں وسعت کرے یعنی خوب زیادہ خرچ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت فرمائے گا۔

قَالَ سُفْيَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَا كَذَالِكَ ۔ (بیہقی، مشکوٰۃ، ص۱۷۰)

حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا (یعنی روزی میں خوب برکت پایا)

میرے پیارے پیر پیران پیر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت و برکت ہی دیکھی۔ (غنیۃ الطالبین، ج۲، ص۵۴)

۶) اے ایمان والو! اسی طرح علامہ مناوی فیض القدیر، ج۲، ص۲۳۶ پر لکھتے ہیں کہ حضرت جابر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اس کو صحیح پایا اور حضرت ابن عُیَیْنَہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس ساٹھ سال اس کا تجربہ کیا تو روزی میں وسعت و برکت ہی پائی۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ

دس محرم شریف کو خوب زیادہ کھانا پکانا چاہئے اور کھلانا چاہئے۔

پیروں کے پیر ہمارے پیر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عاشوراء کے دن لوگوں کو پانی پلانا بہت بڑا ثواب ہے (اب اگر کوئی شخص دودھ پلائے تو اس کا ثواب کتنا زیادہ ہوگا)

ہمارے پیارے سرکار نبی معظم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: وَمَنْ سَقٰى شَرْبَةً مِّنْ مَّاءٍ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَكَاَنَّمَا لَمْ يَعْصِ اللّٰهَ طُرْفَةَ عَيْنٍ (غنیۃ الطالبین، ج۲، ص۵۴)

جو عاشورہ کے دن پانی پلائے تو گویا اس نے تھوڑی دیر کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی (یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا کام کیا)

دس محرم کا روزہ رکھنا بڑا ثواب ہے

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے عاشورہ کے دن خود بھی روزہ رکھا اور اپنے غلاموں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا

صُوْمُوْا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ يَوْمَ كَانَتِ الْاَنْبِيَاءُ تَصُوْمُهُ (جامع صغیر، ج۳، ص۲۱۵)

فرمایا! عاشورہ کے دن روزہ رکھو۔ اس دن انبیائے کرام روزہ رکھتے تھے۔

اس حدیث شریف کے تحت علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ عاشورہ کے دن یعنی دس محرم شریف کی فضیلت بہت بڑی ہے اور اس کی حرمت و بزرگی قدیم زمانہ سے چلی آرہی ہے۔ ابن رجب نے فرمایا کہ دس محرم شریف کے دن حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے روزہ رکھا ہے۔ (فیض القدیر، ج۳، ص۲۱۵)

رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول رحمت و برکت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: رمضان شریف کے بعد افضل روزہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم شریف میں عاشورہ کا روزہ ہے۔ اور فرض نماز کے بعد افضل نماز رات کی نماز یعنی تہجد کی نماز ہے۔ (مسلم شریف، مشکوۃ شریف، ص۱۷۱)

اے ایمان والو! یوم عاشورہ یعنی دس محرم شریف بڑا عظیم دن ہے اس دن کا روزہ رمضان شریف کے بعد سب سے افضل روزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس عظیم اور برکت و رحمت والے دن تمام کھیل، تماشوں کی غلط رسموں سے بچائے۔

اور دس محرم شریف کے برکت والے دن ادب واحترام کے ساتھ روزہ رکھنے کی اور عبادتوں میں مشغول رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

دسویں محرم شریف کی رات کی نفل نمازیں

سلطان البغداد فرد الافراد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کی شب عاشورہ میں کثرت سے نمازوں اور دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہئے اور فرماتے ہیں کہ جو شخص اس رات میں چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد پچاس مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے تو رحمٰن ورحیم مولیٰ تعالیٰ اس شخص کے پچاس برس کے پچھلے اور پچاس سال کے آئندہ کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس کے لئے جنت میں ایک ہزار محل تیار کرتا ہے۔

(ماثبت من السنۃ، ص ۱۶، غنیۃ الطالبین، ج ۲، ص ۵۴)

اور جو شخص عاشورہ کی رات میں دو رکعت نفل نماز قبر کی روشنی کے واسطے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو روشنی سے بھردے گا اور قیامت تک اس کی قبر روشن رہے گی۔ ترکیب یہ ہے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے۔ (جواہر غیبی)

دس محرم کے دن کی نفل نمازیں

ہمارے پیارے آقا محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دس محرم شریف کے دن چار رکعت نماز پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد قل ھو اللہ احد گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لئے ایک نورانی منبر بناتا ہے۔ (نزہۃ المجالس، ج ۱، ص ۱۳۶)

دس محرم کے دن جو کام سخت منع ہیں

مشہور محدث حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب موضوعات الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یوم عاشورہ یعنی دس محرم کے دن کالے کپڑے پہننا، سینہ کوٹنا، بال نوچنا، نوحہ کرنا، پیٹنا، چھری، چاقو سے بدن زخمی کرنا جیسا کہ رافضی یعنی شیعوں کا طریقہ ہے حرام اور گناہ ہے ایسے ملعون افعال سے پرہیز کرنا لازم وضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پیارے سرکار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعٰى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔ (بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوۃ، ص ۱۵۰)

یعنی وہ شخص ہم میں سے (یعنی ہماری جماعت میں سے) نہیں ہے جو اپنے گالوں پر مارے اور اپنے گریبان پھاڑے اور پکارے جاہلیت کا پکارنا (یعنی اپنا سینہ کوٹتے ہوئے چیخے اور چلائے)

عاشورہ کی رات اور دن عبادت کے لئے ہیں

اے ایمان والو! بزرگان دین کے اقوال و بیانات سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ عاشورہ کی رات اور عاشورہ کا دن رحمت و برکت اور عظمت و بزرگی والے ہیں۔

محرم شریف میں باجے بجانا یزیدیوں کا طریقہ ہے

جب حضرت امام پاک شہید ہو گئے تو خوشی میں یزیدیوں نے باجے بجائے اور جشن منایا مگر آج کل امام پاک کی محبت کا دعویٰ کرنے والے باجا بجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے اور یزیدیوں کے طریقوں پر عمل کرنے سے بچائے۔

عاشورہ کی رات میں لہو و لعب اور تمام خرافات سے بچا جائے اور کثرت سے نماز اور تلاوت قرآن کریم کا اہتمام کیا جائے اور کلمہ شریف و درود پاک کا ورد کیا جائے۔

عاشورہ کے دن روزہ رکھا جائے اور زیادہ سے زیادہ صدقہ و خیرات کیا جائے اور سب کا ثواب حضرت امام پاک اور شہدائے کربلا کی پرنور بارگاہ میں نذر کیا جائے یہی سچی عقیدت و محبت ہے حضرت امام پاک سے۔

عاشق مدینہ پیشوائے اہلسنت حضور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

محرم شریف میں خرافات و بدعات کا رد اپنی کتاب۔ (اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الہند و بیان الشہادۃ) میں تحریر فرمایا ہے جس کو دیکھنا ہو اس کتاب کا مطالعہ فرمائے۔

کھلا دھوکہ اور الزام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروجہ تعزیہ داری اور محرم شریف میں ہونے والے خرافات و بدعات کا رد بلیغ فرمایا ہے۔

مگر بے دین و گمراہ لوگ ان خرافاتوں اور بدعتوں کو جنم دینے والا اور رائج کرنے والا آپ کو بتاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے جھوٹوں سے بچائے۔

ورق تمام ہوا، اور مدح باقی ہے
ایک سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے
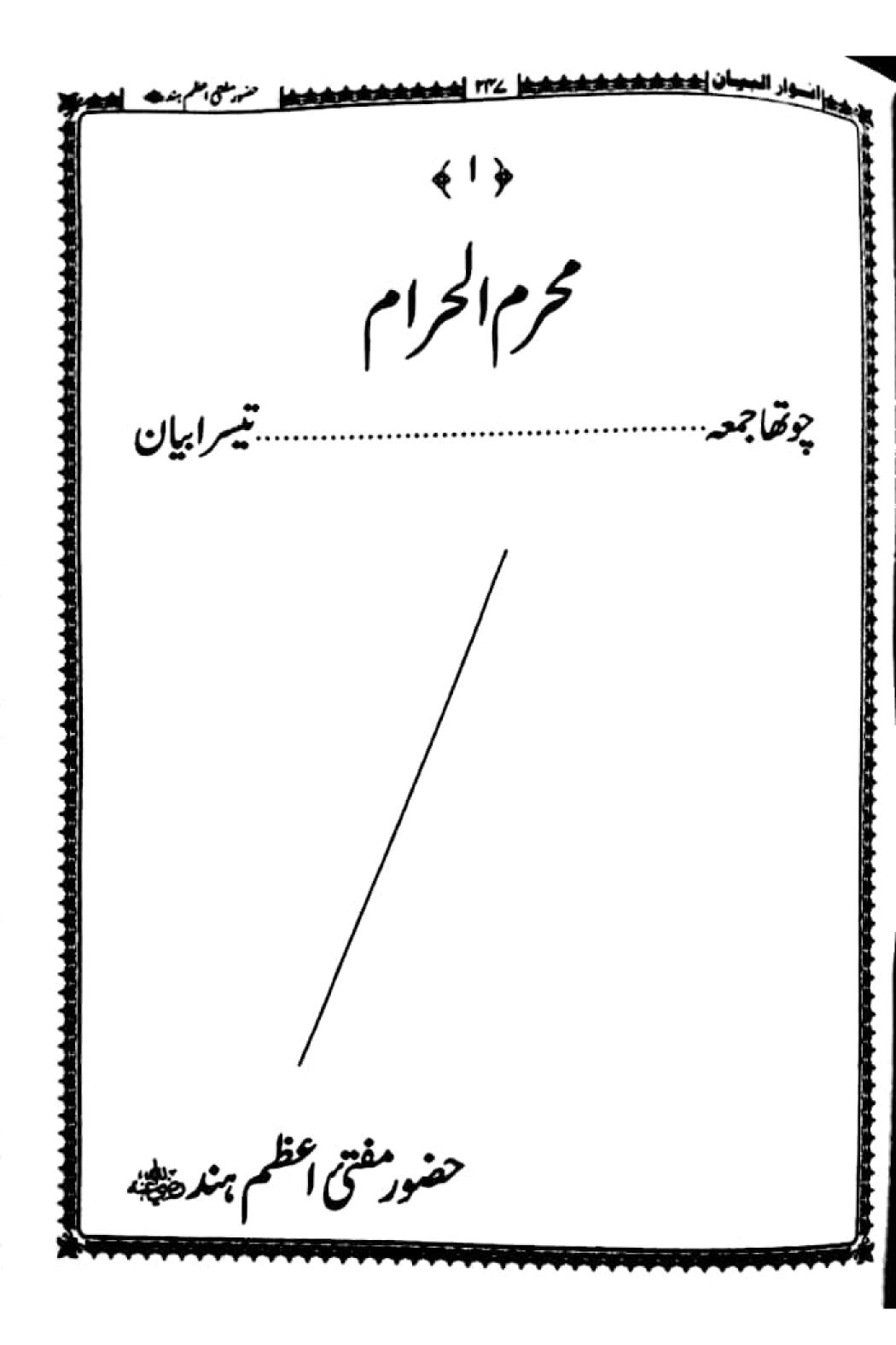
﴿ ۱ ﴾

محرم الحرام

چوتھا جمعہ..تیسرا بیان

حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ O اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ O

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی (پ۱۹ ع۱۹)

ترجمہ: اور سلام اس کے چنے ہوئے پر۔ (کنز الایمان)

درود شریف:

یا الٰہی غوث اعظم کے غلاموں میں قبول
ہم شبیہ غوث اعظم مصطفیٰ کے واسطے

ہم کو عبد المصطفیٰ کر بہر شیخ مصطفیٰ
مفتی اعظم جناب مصطفیٰ کے واسطے

حضرات! ہمارے مرشد اعظم، حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شان ہے کہ:

ان کا سایہ ایک تجلی، ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر سے گزرے، ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

ولادت: ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۱۰ھ / ۷ جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ بوقت صبح صادق، بمقام محلہ سوداگران، بریلی شریف۔

حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے نکلتا ہے۔

وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (پ۱۹ع۱۹)

۱۰ ۱۳ھ

اسم گرامی: حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیدائشی اور اصلی نام محمد ہے۔ اسی نام پاک پر آپ کا عقیقہ ہوا یعنی نام آل الرحمن ہے۔ پیر و مرشد نے آپ کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی تجویز فرمایا۔ اور والد ماجد نے عرفی نام مصطفیٰ رضا رکھا۔ فن شاعری میں آپ اپنا تخلص نوری فرماتے تھے۔

بیعت وخلافت: ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۱ھ ۶ ماہ ۳ یوم کی عمر شریف میں سید المشائخ حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی انگشت مبارک حضور مفتی اعظم کے دہن مبارک میں ڈالی۔ حضور مفتی اعظم شیر مادر کی طرح چوسنے لگے۔ حضرت نوری میاں نے داخل سلسلہ فرمایا اور تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور مجدد اعظم، امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت و خلافت حاصل تھی۔

پیر و مرشد کی بشارت: سید المشائخ حضرت شاہ سید ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیعت کرتے وقت ارشاد فرمایا:

یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔ اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ لوگ دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔

تعلیم وتربیت: مولانا محمود احمد قادری مظفر پوری اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ:

حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: کچھ اپنی تعلیم کے بارے میں بھی فرمائیں۔

تو حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قرآن شریف اعلیٰ حضرت سے بھی پڑھا، منجھلے اور چھوٹے چچا کے علاوہ بڑے بھائی صاحب مولانا حامد رضا سے بھی پڑھا، اس کے بعد فارسی، عربی بھی انہیں حضرات سے پڑھی۔ جب مدرسہ اہل سنت قائم ہوا تو اس کے اساتذہ بھی، مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی سے بھی پڑھا، مولانا ظہور الحسن فاروقی رامپوری سے بھی پڑھا، جب مولانا رحم الٰہی مظفر نگری مدرس دوم ہو کر آئے تو ان سے خاص طور پر پڑھا یہ میرے خاص استاد تھے جب متوسطات پڑھ چکا تو زیادہ تر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر رہتا، جس سے فوائد کثیرہ حاصل ہوئے۔

فراغت: حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں ۱۸ر سال کی عمر میں جملہ علوم وفنون پر عبور حاصل کر کے مرکز اہل سنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے سند فراغت حاصل کی۔

(جہان مفتی اعظم، ص: ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴)

تمہید: جس عالم ربانی، ولی کامل مجدد ابن مجدد کی شان و بزرگی کا بیان ہو رہا ہے وہ ذات علم وعمل اور حسن و تدبیر کا پیکر، حلم و بردباری اور عزم محکم کا مضبوط چٹان، تفقہ و تدبر میں یگانۂ روزگار، شریعت وطریقت میں بحر ذخار، تقویٰ و پرہیزگاری کے شاہکار، کشور شعر وادب کے شہریار، مملکت سلوک وتصوف اور ولایت وکرامت کے تاجدار، قطب عالم، حضور مفتی اعظم، الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی سے مشہور ومعروف ہیں۔

حضرات! حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بریلی شریف کے افق سے اٹھنے والا یہ سحاب رحمت اٹھا اور اٹھتا ہی چلا گیا، بڑھا اور بڑھتا ہی چلا گیا، پھیلا اور پھیلتا ہی چلا گیا، برسا اور برستا ہی چلا گیا، دین وشریعت اور علم وعمل کی کھیتاں ہری بھری ہوگئیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض، حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں پوری دنیا کے بے شمار شہروں اور دیہاتوں میں پہنچا اور انہیں سیراب کیا۔

حضور مفتی اعظم! وہ کنواں نہ تھے کہ لوگ وہاں جا کر پیاس بجھاتے، وہ بادل تھے ہر جگہ خود ہی جا کر برس آتے۔ اپنوں پر برسے، غیروں پر برسے، پہاڑوں پر برسے، وادیوں پر برسے، صحراؤں پر برسے، شہروں پر برسے، ایوانوں پر برسے جھونپڑیوں پر برسے یہی وجہ ہے کہ جب وہ وصال فرمائے اور نگاہوں سے روپوش ہوئے تو دنیا چیخ پڑی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق بیس لاکھ انسانوں کا جم غفیر ہر طرف سے شہر بریلی میں جمع ہو گیا۔

پہلا فتویٰ: ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں جب حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک ۱۸ سال کی تھی، آپ نے ایک فتویٰ تحریر فرمایا۔ یہ فتویٰ جہاں آپ کی علمی صلاحیت وقابلیت کا پتہ دیتا ہے وہیں فقہی مہارت کو بھی اجاگر کرتا ہے۔

اسی پہلے فتوے کے متعلق حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اپنے قلم سے لکھتے ہیں کہ:

نو عمری کا زمانہ تھا میں نے ملک العلماء (مولانا ظفر الدین بہاری) سے کہا کہ فتاویٰ رضویہ دیکھ کر آپ جواب لکھتے ہیں۔ مولانا (ظفر الدین بہاری) نے فرمایا: اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں۔ میں نے فوراً لکھ دیا اور وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، ص: ۱۰ جولائی ۱۹۶۰ء)

جب یہ فتویٰ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط پہچان لیا، قلب اطہر میں مسرت وشادمانی کا طوفان امنڈ آیا اور چہرۂ مبارکہ پر بشاشت وفرحت کی کرنیں پھوٹ پڑیں۔ فرمایا: یہ کس نے لکھا ہے؟ حامل فتویٰ نے جواب دیا: چھوٹے میاں نے۔ (گھر میں لوگ پیار سے چھوٹے میاں کہہ کر پکارا کرتے تھے) پھر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انہیں بلاؤ۔ آنے کے بعد دستخط کروا کر لکھا۔ صَحَّ الْجَوَابُ بِعَوْنِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابُ اور اپنا تائیدی دستخط ثبت فرمایا اور خوش ہو کر پانچ روپیہ انعام دیتے ہیں پھر ابوالبرکات محی الدین جیلانی محمد عرف مصطفیٰ رضا کہ مہر بنوا کر عطا فرماتے ہیں۔

(انوار مفتی اعظم، ص:۵۹۔ تذکرہ علماء اہلسنت، ص:۲۳۳)

حضور مفتی اعظم کا فتویٰ مکہ معظمہ میں

مجدد ابن مجدد، الشاہ محمد مصطفیٰ رضا، حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں حج و زیارت کے لئے حرمین طیبین حاضر ہوئے۔ اس وقت نجدی حکومت نے حاجیوں پر حج وزیارت کا ٹیکس لگا دیا تھا اور وہابی، نجدی علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ بھی دے دیا تھا مگر حق پرست سنی علماء نجدی حکومت کے جبر وظلم سے خائف ہو کر رخصت پر عمل کرتے ہوئے خاموش تھے۔ لیکن جب حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم محترم، مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے تو اس مرد خدا مجدد ابن مجدد نے مکہ معظمہ میں اس نجدی ٹیکس کے حرام وگناہ ہونے پر انتہائی مدلل، مفصل، عربی زبان میں فتویٰ لکھا جس کا نام اَلْقَنَابِلُ الذَّرِیَّةُ عَلٰی اَوْثَانِ النَّجْدِیَّةِ ہے۔

جسے پڑھنے کے بعد علماء حرمین طیبین نے متفقہ طور پر فرمایا: اِنَّ هٰذَا اِلَّا اِلْهَامٌ اور تمام علمائے حرمین طیبین نے متفقہ طور پر حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام وقت، شیخ الہند والحرم تسلیم فرمایا اور بطور تبرک قرآن کریم و احادیث طیبہ وفقہ کے سلاسل کی اجازتیں لیں اور اپنے آپ کو حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمرۂ تلامذہ میں داخل کرنے پر فخر فرمایا۔ (ملخصاً انوار مفتی اعظم، ص:۲۵۶)

حضرات! مجدد ابن مجدد، حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نجدی حکومت کے جبر وتشدد اور ان کی گمراہی اور بددینی کو دیکھ کر اپنے شعر میں یوں کہا ہے:

تیرے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے

اور کسی نے کہا:

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

مفتی اعظم کا لقب

حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی صاحب نے تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا ازہری انہوں نے نمونۂ اسلاف علامہ مبین الدین امروہوی سے، انہوں نے صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کے حوالہ سے فرمایا کہ یہ لقب (یعنی مفتی اعظم کا لقب) خود امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی عطا فرمایا۔ (ملخصاً فقیہ ابن فقیہ ص ۱۰۲)

امام احمد رضا کے ساتویں عرس ۲۵ صفر ۱۳۴۷ھ کے عظیم الشان اجلاس میں حجۃ الاسلام سمیت غیر منقسم ہندوستان کے بڑے بڑے مفتیان کرام اور علماء عظام موجود تھے، اس اجلاس میں آپ کو مفتی اعظم کہا گیا اور حضرت حجۃ الاسلام کے حکم سے منظور شدہ تجویزوں میں سے ایک تجویز میں آپ کے لئے مفتی اعظم کا لفظ آیا ہے۔

اور آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۴۶ء بنارس کے تاریخ ساز اجلاس جس میں پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار مفتیان کرام اور علماء فخام شریک تھے اس میں آپ کو بار بار مفتی اعظم کے لقب سے یاد کیا گیا اور اس کی مختلف تجویزوں میں مفتی اعظم لکھا گیا۔ (المیزان اپریل ۱۹۸۷ء، ص: ۱۲۰)

حضور مفتی اعظم اکابر کی نظر میں

(۱) حضور محدث اعظم حضرت مولانا سید محمد کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فتویٰ کی تصدیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

هٰذا حُكْمُ الْعَالِمِ الْمُطَاعِ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْاِتِّبَاعُ یعنی یہ ایک عالم مطاع کا حکم ہے اور ہمارے لئے اتباع کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔ (ماہنامہ استقامت کانپور، انوار مفتی اعظم، ص ۱۹۸، جہان مفتی اعظم، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص: ۳۳۱)

اور حضور محدث اعظم فرماتے ہیں

تاجدار اشرفیت حضرت مفتی شاہ سید محمد محدث اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبۂ صدارت، "ارشادات

دین پرور" میں فرمایا! میرا خیال ہے کی جمعیۃ العلماء کیا چیز ہے؟ کاش اس سوال کا جواب حضرت مفتی اعظم سینوں کا آقا، سینوں کا مرکزی آسرا کا قلم دیتا۔ (المیزان، اپریل ۱۹۸۲ء، ص:۱۴۰)

(۲) حضور حافظ ملت کی نظر میں

مولانا شاہ عبدالعزیز مرادآبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا شبہ ولی ہیں، آج جوان سے سبق پڑھ رہا ہے کل اسے اس پر فخر ہوگا کہ میں نے حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سبق پڑھا ہے۔ جوان سے بیعت ہوگا اسے اس پر فخر ہوگا کہ میں حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہوا ہوں۔ جوان سے مصافحہ کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا کہ میں نے ان سے مصافحہ کیا ہے۔ جوان کی زیارت کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا کہ میں نے انہیں دیکھا ہے۔ حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تقویٰ، طہارت کے پیکر) علم وفن کے سمندر ہیں۔ (انوار مفتی اعظم، ص:۱۹۸)

(۳) حضور احسن العلماء کی نظر میں

تاجدار مارہرہ مطہرہ، علمبردار مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن، حسن میاں، احسن العلماء قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا اور حضرت مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر میرے گھر میں روز ہوتا ہے۔ ایک دو بار نہیں بلکہ دن بھر میں کئی بار ہوتا ہے۔ (انوار احمد قادری)

حضرات! حضرت سید العلماء علامہ مولانا مفتی الشاہ سید آل مصطفیٰ سید میاں، قادری برکاتی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مرشد اعظم احسن العلماء حافظ و قاری مولانا الشاہ مصطفیٰ حیدر حسن، حسن میاں قادری برکاتی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا حیات مسلک اعلیٰ حضرت کی شاندار خدمت کرتے رہے اور اپنے متوسلین و مریدین کو بھی مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے قایم رہنے کا درس دیتے رہے اور سید العلماء فرماتے ہیں:

یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد
حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

(۴) حضور بدر ملت کی نظر میں

راقم الحروف انوار احمد قادری نے خود اپنے مرشد کریم، استاذ شفیق، عالم باعمل، ولی کامل حضرت مولانا مفتی

الشاہ محمد بدر الدین احمد قادری رضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان فرماتے ہوئے متعدد بار سنا ہے کہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتی اعظم الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نائب غوث اعظم اور قطب عالم تھے۔

(۵) حضور بحر العلوم کی نظر میں

بزرگوں کی یادگار، سراپا خلوص ووفا، حضرت علامہ مولانا الشاہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی دام ظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضور مفتی اعظم، الشاہ محمد مصطفیٰ رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل دل صوفی اور باکمال بزرگ تھے۔

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعظ وتقریر نہیں فرماتے تھے لیکن لوگوں کی رشد وہدایت کے لئے ان کے چند جملے لمبی، لمبی تقریروں پر بھاری تھے۔ (تلخیص جہان مفتی اعظم، ص:۲۳۶)

حضرات! ان چند بزرگوں کے اقوال وبیانات پر بس کرتا ہوں ورنہ لکھنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

حضرات! حضور مفتی اعظم ہند مجدد ابن مجدد الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی قد بھی بہت ہی بلند ہے۔ آپ سے پڑھنے اور استفادہ کرنے والوں کی بڑی تعداد ہے۔ یہاں پر ہم صرف دو عظیم شخصیتوں کا ذکر کر رہے ہیں جنہوں نے حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علمی استفادہ کیا اور پڑھا ہے۔

(۱) شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی

مظہر اعلیٰ حضرت، شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۳۴۰ھ اور ۱۹۲۱ء میں حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری شریف پڑھی (مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، ص:۳۱، جہان مفتی اعظم، ص:۱۰۱۷)

(۲) محدث اعظم پاکستان، مولانا سردار احمد لائل پوری

خلیفہ حجۃ الاسلام محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد لائل پوری نے حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منظر اسلام میں منیہ، قدوری، کنز الدقائق اور شرح جامی پڑھی۔ (جہان مفتی اعظم، ص:۱۰۱۷)

حضرات! شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی قادری رضوی پیلی بھیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد چشتی قادری رضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی قد علماء اور عوام کے درمیان بہت بلند ہے اور ان دونوں بزرگوں نے دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کا حق ادا کر دیا ہے۔

حضرات! آپ اندازہ کیجئے کہ جب شاگرد ایسے ہیں تو استاذ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے رہے ہوں گے

ان کا سایہ ایک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر سے گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

حضرات! مجدد ابن مجدد، حضور مفتی اعظم الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امتیازی شان یہ بھی ہے کہ ان کے مریدوں میں اکابر علماء پائے جاتے ہیں جو اپنے علم وفضل، تقویٰ، طہارت اور نیکی و بزرگی میں یگانۂ روزگار ہیں، جن کی فہرست اگر مرتب کی جائے تو خود ایک کتاب تیار ہو جائے۔ ان بزرگ ہستیوں میں سے ہم یہاں پر صرف دو شخصیتوں کا ذکر کرتے ہیں جو حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

(۱) حضور بدر ملت مولانا شاہ بدر الدین احمد قادری گورکھپوری

عارف حق، عالم باعمل، ولی کامل حضور بدر ملت حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ محمد بدر الدین احمد صدیقی قادری رضوی مصنف سوانح اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجدد ابن مجدد نائب غوث اعظم حضور مفتی اعظم الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضور بدر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم وفضل، تقویٰ وطہارت اور روحانیت وکرامت کے مالک تھے۔ آپ کی حیات طیبہ کا لمحہ لمحہ مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق گزرا۔ آپ پانچوں نمازوں کے علاوہ نماز چاشت اور تلاوت قرآن مجید بلا ناغہ کے پابند تھے۔ یہی وجہ تھی اور حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچی نسبت غلامی اور مسلک حق، مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی کے ساتھ وابستگی کا نتیجہ اور پھل تھا کہ اللہ ورسول جل شانہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فضل وکرم نے ساتھ دیا کہ حضور بدر ملت علیہ الرحمہ نے سفر آخرت کے وقت بھی نماز مغرب ادا فرمایا، اور بعد نماز، چہرہ شریف مدینہ طیبہ کی جانب کئے ہوئے تسبیح وتہلیل میں مشغول تھے کہ مصلی ہی پر ۶۳ سال کی عمر شریف میں آپ کا وصال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(۲) بقیۃ السلف حضرت مولانا مبین الدین رضوی امروہوی

بقیۃ السلف، عالم ربانی، حضرت علامہ مولانا الشاہ حاجی مبین الدین قادری رضوی امروہوی علیہ الرحمہ، مجدد ابن مجدد وقطب عالم حضور مفتی اعظم الشاہ محمد مصطفیٰ قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت حاجی مبین الدین صاحب علیہ الرحمہ عالم باعمل تھے، آپ کا تقویٰ وطہارت نمایاں تھا، آپ کو دیکھنے والا بزرگوں کی یاد تازہ کرلیا کرتا تھا، بے شک آپ اللہ کے ولی تھے۔

حضرات! ان دونوں بزرگوں کی نیکی و پارسائی اور روحانیت و بزرگی کو دیکھ کر آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب مرید و خلیفہ اس شان کے ہیں تو پیر و مرشد حضور مفتی اعظم قطب عالم نائب غوث اعظم الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکی و پارسائی، تقویٰ و طہارت، ولایت و روحانیت کی شان کا کیا عالم ہوگا۔

ان کا سایہ ایک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر سے گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

حضور مفتی اعظم نائب غوث اعظم ہیں

بقیۃ السلف حضرت مولانا، الشاہ، حاجی مبین الدین صاحب قبلہ رضوی امروہوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شہر بریلی میں نواب راحت جان صاحب رہتے ہیں، یہ بزرگان کرام سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں، میرے بھی موصوف سے قریبی تعلقات ہیں، ایک بار نواب صاحب نے مجھ سے خود بیان کیا کہ میرے دل میں یہ آرزو تھی کہ میں کسی خاص غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین سے بیعت ہوں گا جو اس دور میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چلتی پھرتی تصویر ہو، جس کے تقویٰ اور طہارت سے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد تازہ ہوتی ہو، جس کے اسلوب بیان سے غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز ملتا ہو، جس کے وعظ و نصیحت سے غوث ربانی محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی جیسا اثر مرتب ہوتا ہو، جس کے سینے میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عشق رسول تڑپ رہا ہو۔ اس وقت میری نظروں میں چند بزرگ ہستیاں تھیں، سر فہرست حضور مفتی اعظم ہند تھے اور دیگر بزرگ بھی تھے مگر میں مطمئن نہ ہو سکا کہ صحیح معنوں میں جانشین غوث کون ہے۔ لیکن میرے سینے میں مچلتے ہوئے جذبات تھے، اٹھتی ہوئی تمنائیں تھیں، حسرت و یاس میں ڈوبا ہوا دل غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین کو ڈھونڈ تا رہتا تھا، اسی کس مکش اور اسی جستجو میں کوشاں رہتا کہ مجھے نائب غوث الوری مل جائے۔ حتیٰ کہ میں جانشین غوث کی تلاش میں بغداد شریف پہنچا۔ بغداد کی گلیوں میں دیوانہ وار چکر لگاتا، بغداد کی فضاؤں میں مستانہ چال چلتا، صرف غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین کو تلاش کرنے میں منہمک رہتا۔ جب خانقاہ غوث میں پہنچا، درگاہ شریف کے ایک سجادہ نشین جو واقعی میری نظر میں جانشین غوث الوری لگتے تھے میں نے چاہا کہ ان کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کرلوں۔ مگر پھر نہ جانے کیوں میرے اندر ایک کھٹک سی محسوس ہوئی اور دل میں ان کی طرف سے آرزوؤں کا جو چراغ روشن ہو چکا تھا وہ یک بیک گل ہو گیا، میرے دل کی انجمن کا گوشۂ محبت سرد پڑ گیا، میری الفت کے زخموں کا بندھن ٹوٹ گیا، دل کی

کھلی ہوئی کلی مرجھاتی چلی گئی، لیکن یاد رکھئے غم کی چوٹ ابھرتی ہے تو خود بخود ابر رحمت اس کی حفاظت کرتی ہے، غرض کہ دل کی اس کھٹک کی وجہ سے میں نے اپنا ارادۂ بیعت منسوخ کر دیا۔

آخر دل کی بے قراری حد سے تجاوز کرنے لگی تو میری آرزوؤں کی شمع کو روشن کرنے کے لئے سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دریائے رحمت جوش میں آ ہی گیا اور اچانک میرے اوپر غنودگی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حالت خواب میں دیکھتا کیا ہوں کہ سرکار دو جہاں محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آگے آگے جلوہ فرماں ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ان کے پیچھے سیدنا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ہیں، میری زبان سے برجستہ نکلا پیارے غوث، اس وقت دنیا میں آپ کا جانشین کون ہے؟ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیرے ہی شہر بریلی میں تو میرا جانشین ہے۔ مجھ سے پھر بھی نہ رہا گیا اور میں نے عرض کیا کہ حضور کون ہیں؟

سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار مفتی اعظم کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا کہ دیکھ یہی تو ہے میرا نائب۔ میں نے اپنی لاعلمی پر بے پناہ افسوس کیا اور پھر میں نے بریلی ہی کا سفر شروع کر دیا۔ سرزمین بریلی شریف پہنچ کر آقائے نعمت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا تو اس وقت سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برجستہ ارشاد فرمایا: کہئے میاں نواب صاحب کہاں۔ کہاں گھوم آئے، کیا کیا دیکھا۔ حضرت کے یہ چند کلمات مبارکہ سن کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اچانک میری آنکھوں میں آنسو نکل آئے۔ فوری میں نے سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔ شاید اسی موقعہ کے لئے کسی نے کہا ہے:

دلوں کی بات نگاہوں کے درمیان پہنچی
کہاں چراغ جلا، روشنی کہاں پہنچی

(مقالات نعیمی اول، ص: ۴۰، ۴۱)

حضرات! اس نورانی واقعہ سے صاف طور سے پتہ چلا کہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نائب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

مفتی اعظم اور عشق رسول

مشہور عالم دین حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی رقمطراز ہیں کہ:

عالم اسلام کی برگزیدہ اور اہم شخصیتوں پر ایک نظر ڈالئے تو عشق رسول کے باب میں مفتی اعظم کا اسم گرامی

جلی حرفوں میں روشن نظر آئے گا۔ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبت رسول کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ کتنا خوش نصیب ہے جس نے عشق مصطفیٰ کو مصطفیٰ رضا کے پیکر میں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے دیکھ لیا ہے۔

رسول بطحا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے عاشق زار کا حال ذیل کے واقعہ میں ملاحظہ فرمائیے، انوکھے اور نرالے انداز میں احترام نسبت کا حسین منظر بھی دیکھیے۔

سفر حج میں جب آپ غار ثور کی زیارت کے بعد غار حرا کے پاس پہنچے تو اپنا عمامہ مبارک، جبہ، صدری، کرتا سب اتار کر زمین پر رکھ دیا، اس وقت سوزش عشق سے آپ کا قلب تپاں اور آنکھوں سے اشک رواں تھا۔ غار کے اندر تشریف لے گئے اور اس کی پاک مٹی بدن پر ملنے لگے اور اس کے ذرات سے اپنی پیشانی کو اس طرح چمکایا کہ کہکشاں کا جمال، آفتاب کی شعاعیں اور ماہتاب کی درفشانی بھی اس کی تابانیوں پر قربان ہونے لگی اور جب آقا کریم، مصطفیٰ رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مزار انور پر مواجہ اقدس میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو حرم شریف کے خادم سے جھاڑو لے کر درود شریف پڑھتے ہوئے اس مبارک سرزمین کو بہارا اس وقت آپ کا جذبۂ شوق اور کیف وسرور بیان سے باہر ہے۔ ایک مدت سے خوابیدہ آرزو آج بیدار ہو چکی تھی، دل میں مسرت کی کلیاں کھل اٹھیں اور مرادیں بر آئی تھیں، جنھیں آپ نے اپنی نعت پاک میں نظم فرمایا ہے:

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوری
مدینہ کی گلیاں بہارا کروں میں

تیرا ذکر لب پر خدا دل کے اندر
یوں ہی زندگانی گذارا کروں میں

دم واپسی تک تیرے گیت گاؤں
محمد محمد پکارا کروں میں

(تلخیص حجاز جدید مفتی اعظم نمبر، ص:۹۳، انوار مفتی اعظم، ص:۲۲)

(۱) مفتی اعظم اور احترام سادات

حیدرآباد کا واقعہ ہے کہ مکہ مسجد کا عظیم الشان اجلاس جس میں کم وبیش ساٹھ ہزار مسلمانوں کا اجتماع تھا اور ہر ایک دل میں مفتی اعظم کی زیارت کی تمنا اور اس پر سادات کرام کا حضور مفتی اعظم سے گزارش کرنا کہ آپ کم از کم

کرسی پر رونق افروز ہو جائیں تاکہ مشتاقان دید کی تمنائیں پوری ہو جائے۔ یہ وہ منظر ہے جنہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا مگر ان مناظر سے زیادہ فراموش نہ کئے جانے کے لائق حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ جواب ہے جو حضور مفتی اعظم نے اپنی زبان فیض بار سے فرمایا تھا کہ آل رسول نیچے ہوں اور میں کرسی پر بیٹھوں یہ مجھے کبھی گوارا نہیں۔ امر پر ادب کو ترجیح دے کر ایک اور وارفتگی کی بنا ڈالی جس نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاکیزہ جذبات کی یاد تازہ کر دی۔

حیدرآبادی حیران و ششدر رہ گئے، ان کے دلوں میں عشق رسول کی شمع فروزاں ہونے لگی اور پورا مجمع نشۂ محبت میں سرشار نظر آنے لگا۔ (ملخصاً حجاز جدید مفتی اعظم نمبر، ص:۶۱، انوار مفتی اعظم، ص:۶۳)

(۲) تعظیم آل رسول کا عجیب وغریب واقعہ

حضور بحر العلوم، حضرت علامہ، مولانا، مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور دامت برکاتہم العالیہ رقمطراز ہیں کہ:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نئی تعمیرات کے سنگ بنیاد کے موقعہ پر ایک آل انڈیا تعلیمی کانفرنس کا اعلان فرما چکے تھے۔ کانفرنس ہوئی اور بے مثال ہوئی، اس میں از رہ دین پروری حضور مفتی اعظم اور حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ علیہ الرحمہ بھی شریک ہوئے، کچھ عقیدت مندوں نے اہل کچھوچھہ کے بائکاٹ سے متاثر ہو کر اس خاندان کی دوسری شاخ (اہل بسکھاری) کے سجادہ نشین معروف بہ بابو میاں کو شرکت کی دعوت دی تو وہ بھی شریک ہوئے۔

علماء دیوبند کے خلاف علماء عرب وعجم کے فتاویٰ کفر سے ساری دنیا واقف ہے، اور اعلیٰ حضرت اور ان کے خاندان کو اس سلسلہ میں حق کی حمایت اور سچ کی جنبہ داری میں جو تقدم حاصل ہے وہ کسی کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ بابو میاں جن کے اجداد پر دیوبندیوں کی حمایت کا الزام تھا، اس جلسۂ سنگ بنیاد میں شرکت کے موقعہ پر حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے دار العلوم اشرفیہ کی نچلی منزل کے مغربی کمرہ میں آئے، حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سلام کیا، مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور خود ہی تعارف کرایا ہوگا یا کسی نے بتایا ہوگا یا پہلے سے ہی حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو معلوم تھا۔ بہر حال حضور مفتی اعظم ہند نے نہ سلام کا جواب دیا نہ مصافحہ کیا، بلکہ فرمایا، صاحب آپ کے خاندان کے لوگ علماء دیوبند کے حامی رہے ہیں اور ان پر علماء عرب وعجم کے کفر کے فتوے ہیں، اگر آپ بھی اس روش میں ان ہی کے ہمراہ ہیں تو میں آپ سے کیسے سلام وکلام کر سکتا ہوں جب کہ حدیث شریف میں ایسے لوگوں سے قطع تعلق کا حکم آیا ہے؟

بابو میاں نے کہا حضور میں کبرائے دیو بند کی تکفیر میں ساری دنیا کے اہل اسلام کا ساتھی ہوں، چنانچہ اس وقت انہوں نے اس مضمون کی اپنی دستخطی تحریر حضور مفتی اعظم کے حضور پیش کی۔

اس وقت لوگوں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا، حضور مفتی اعظم نے بابو میاں سے فرمایا، صاحب زادے آپ ذرا کھڑے ہو جائیں۔ نہ تو بابو میاں یہ سمجھے کہ کیوں یہ حکم ہو رہا ہے، نہ مجلس میں بیٹھنے والے ہی، مگر یہ حکم پا کر بابو میاں کھڑے ہوئے تو حضور مفتی اعظم نے بآں شان و جلال، بآں عظمت و تقدس و بآں ریش سفید و رفعت پیری، ایک سبزہ آغاز نوجوان (بابو میاں) کا پیر دونوں ہاتھ سے پکڑ لیا، ڈبڈبائی آنکھیں ان کے چہرے کی طرف اٹھا کر فرمایا: صاحبزادے ہم تو آپ کے غلام و خانہ زادے ہیں، ہمارے پاس جو کچھ ہے آپ کے ہی جد کریم کا دیا ہوا ہے۔ ہم نے شروع میں جو کیا آپ کے ہی جد کریم کے حکم کی بجا آوری اور انہیں کے دین کا پرچم بلند کرنے کے لئے کیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک چاکر اپنے مالک کے پاؤں پکڑ کر اس سے معافی مانگ رہا ہے۔

اس وقت پورے مجمع پر رقت طاری تھی اور کھلی آنکھوں سے دنیا دیکھ رہی تھی کہ بلاشبہ حق و ہدایت، اطاعت شرع و اتباع سنت انہیں بزرگوں کے دم قدم سے ہے۔ درود ہو میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر جنہوں نے فرمایا: مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ یعنی جو برائی دیکھے اپنے ہاتھ سے درست کرے اور سلام ہو حضور مفتی اعظم پر کہ آپ نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اس حکم پر پوری زندگی عمل کر کے شاہراہ حق قائم فرما دی۔

(جہان مفتی اعظم، ص: ۲۵۰)

خوشبو سے بتا دیا کہ کوئی سید صاحب ہیں

علامہ یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں کہ (حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے) انتقال کی شب جب لوگ تیمار داری میں مصروف تھے، ایک سید صاحب بھی وہاں موجود تھے، اور وہ بھی خدمت میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک حضور مفتیٔ اعظم نے آنکھ کھولی، اور فرمایا! یہاں کوئی سید صاحب ہیں؟ مجھے خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا جی حضور! فلاں سید محمد حسین صاحب ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدمت کر کے مجھے گنہگار نہ بنائیں۔ آپ صرف میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں اور بس! (حجاز جدید مفتی اعظم نمبر، ص: ۹۳، انوار مفتی اعظم، ص: ۹۳)

حضرات! ان واقعات سے بخوبی پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سادات کرام سے اس درجہ کی محبت تھی تو محبوب خدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عشق و محبت کا کیا عالم رہا ہوگا۔

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

بے اجازت جن کے گھر میں جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

درود شریف:

(۱) حضور مفتی اعظم ہند کی کرامتیں

بقیۃ السلف حضرت علامہ الشاہ الحاج محمد مبین الدین صاحب قبلہ رضوی امروہوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضور سیدی مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عاشق رسول، ایک دیوانہ خدا تھے۔ اگر اس سے پہلے کبھی آپ نے حضور مفتی اعظم ہند کی کتاب حیات کا مطالعہ کیا ہے تو شاید آپ کو یاد ہوگا جبلپور کا وہ تاریخی واقعہ کہ جب آپ اپنے مرید کے بے حد اسرار پر جبلپور کے علاقوں میں اپنے چند خادموں کے ساتھ تانگے میں سوار ہو کر تشریف لے جا رہے ہیں، تانگا اپنی رفتار پر آگے بڑھتا جا رہا ہے، چلتے چلتے ایک گاؤں سے گزرتا ہے کہ سڑک پر ایک بچہ کھیلتا، کودتا اچانک تانگے کے نیچے آ جاتا ہے، تانگے کا پہیا اس بچے کے سینے اور پیٹ کے درمیان سے اتر جاتا ہے، لوگوں میں غم و غصے کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے، چاروں طرف ہو کا عالم ہے، پوری سڑک پر سناٹا چھا گیا، ہر انسان اپنی اپنی جگہ پر پریشان، ہر طرف بے چینی ہی بے چینی نظر آ رہی ہے، باپ دھاڑے مار، مار کر رو رہا ہے، ماں بچے کی حالت دیکھ کر پچھاڑیں کھا رہی ہے، کسی کو سکون و چین نہیں، مگر ہو ہی کیا سکتا تھا۔ اس مجمع میں اللہ کا ایک ولی کامل، رسول عربی کا سچا عاشق، غوث الوریٰ کا صحیح جانشین، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی چمکتی ہوئی تلوار ہے، جن کے چہرۂ انور پر عزم و استقلال کی ایک چٹان ہے، تحمل و بردباری کا ایک دریا ہے جو انتہائی سکون و اطمینان کی موجیں مار رہا ہے، وہ اس وقت دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ کے لب گلفشاں ہوئے اور آپ نے خادم سے فرمایا کہ اس بچے کو اٹھا کر لاؤ۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی چونکہ بظاہر اس کے جسم میں جان نہیں۔ دنیا ظاہر پر نظر رکھتی ہے، مگر اللہ کے خاص بندے ظاہر و باطن دونوں پر یکساں نظر رکھتے ہیں اور حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ یہ قضاء حقیقی نہیں بلکہ قضاء معلق ہے بقول حضرت عارف رومی۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء

حضور مفتی اعظم ہند کے مکرر ارشاد فرمانے پر ایک خادم آگے بڑھا اور اس نے بچے کو اٹھا کر خدمت میں پیش کر دیا اس بچے کو لے کر جو بظاہر دم توڑتا ہوا نظر آرہا تھا، زندگی کی آخری سسکیاں لے رہا تھا، بچہ حضرت کے ہاتھوں میں ہے، آپ نے اس بچے کے سینے اور پیٹ کے درمیان اپنا دست شفا پھیرا، پھر کیا تھا کہ اچانک وہ بچہ مسکرا پڑا، جیسے نکلی ہوئی روح دوبارہ واپس آگئی ہو، وہ بچہ اچھل پڑا اور اپنے گھر کی طرف دوڑا، لوگ اسے بلاتے رہ گئے اور بچہ یہ پیغام دیتا ہوا گھر چلا گیا:

مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

(مقالات نعیمی اول، ص: ۱۸، ۱۹)

(۲) حضور مفتی اعظم بیک وقت بریلی میں اور حرمین طیبین میں

شارح بخاری فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی رضوی صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور لکھتے ہیں کہ:

ایک سال بریلی شریف کے ایک حاجی صاحب حج سے واپس آئے تو لوگوں سے دریافت کیا کہ حضرت مفتی اعظم ہند کب حج کے لئے گئے تھے اور واپس ہوئے یا نہیں؟ لوگوں نے انہیں بتایا کہ حضرت مفتی اعظم ہند امسال حج کے لئے نہیں گئے تھے۔ انہوں نے عیدگاہ میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی ہے، ہم نے خود پڑھی سب حاضرین نے متفق اللفظ ہو کر یہی بتایا۔ انہوں نے حیرت سے کہا، آپ لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں، میں نے ان کو طواف کرتے دیکھا ہے، مسجد حرام میں، منا میں، عرفات میں ان سے ملاقات کی ہے۔ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ مواجہ اقدس میں سلام عرض کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ سن کر سارے حاضرین دم بخود رہ گئے، لیکن سب نے پھر یہی کہا کہ تمہیں دھوکا ہوا ہوگا۔ حضرت تو امسال دولت کدہ ہی پر رہے۔ حج کے لئے نہیں گئے تھے۔ مگر پھر انہوں نے بتاکید کہا کہ دھوکا کیسا میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ان سے وہاں ملاقات کی ہے، ان کی دست بوسی کی، بات چیت کی، اور بلا کسی شبہ کے مسجد نبوی اور مواجہ اقدس میں دیکھا ہے، اس کا عام چرچہ ہوا، سب

نے ان حاجی صاحب کو یہی بتایا کہ تم جو کہتے ہو سچ ہے مگر حضرت امسال حج کے لئے نہیں گئے تھے۔ حاجی صاحب نے خود یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا اور بھی بہت سے لوگوں سے بیان کیا۔

یہ حاجی صاحب جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے انہیں بہت پیار سے دیکھا، جان نواز انداز میں مسکرائے، اور حسب عادت ان کے قدم اور آنکھوں کو بوسہ دیئے۔ حاجی صاحب دم بخود بیٹھے ٹکٹکی باندھے حضرت کو دیکھتے رہے، کچھ دیر کے بعد حضرت ان سے مخاطب ہوئے، اور حرمین طیبین کے حالات پوچھتے رہے، اور ایک بار بڑے محبت آمیز لہجے میں فرمایا، حاجی صاحب ہر بات بیان کرنے کی نہیں ہوتی اس کا خیال رکھئے گا۔ اسی سے متاثر ہو کر یہ حاجی صاحب مرید ہوئے۔ (انوار مفتی اعظم ص: ۲۷۳)

حضور مفتی اعظم غیب داں تھے: حضرت نظام الدین اولیاء، محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس میں شرکت کے لئے حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ دہلی تشریف لے گئے تو کوچۂ جیلاں میں قیام کیا۔ وہاں ایک بدعقیدہ مولوی آپ سے علم غیب کے مسئلہ پر بحث کرنے لگا۔ صاحب خانہ اشفاق احمد نے آپ سے مؤدبانہ گزارش۔ کی حضور یہ مولوی بہت بد بخت ہے اس پر کسی کی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ حضور مفتی اعظم نے اپنے میزبان سے فرمایا یہ صاحب تو اپنی بات سناتے ہیں اور وہ بھی ان سنی کر دی جاتی ہے، آج میں ان کی ساری باتیں توجہ سے سنوں گا، حاضرین بھی خاموشی سے سنیں۔ مولوی سعید الدین انبالوی (دیوبندی) نے سوا گھنٹے تک یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ جب مولوی سعید الدین انبالوی بات کرتے کرتے تھک کر خاموش ہو گیا، تو حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر کوئی دلیل تم اپنے موقف کی تائید میں بیان کرنا بھول گئے ہو تو یاد کر لو۔ مولوی سعید الدین انبالوی صاحب جوش میں آگئے اور سوا گھنٹے تک بولنے کے بعد کہا: پس یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو علم غیب نہیں تھا۔ تم (یعنی حضور مفتی اعظم ہند سے کہا کہ تم) اپنے باطل عقیدے سے فوراً توبہ کر لو! رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا نہیں فرمایا تھا۔

اب مجدد ابن مجدد حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولوی سعید الدین انبالوی دیوبندی سے فرمایا کہ آپ علم غیب کے رد اور نفی میں وہ سب کچھ کہہ چکے ہیں جو کہہ سکتے تھے۔ اب اگر زحمت نہ ہو تو میرے دلائل، علم غیب کے ثبوت میں سن لیں۔ مولوی سعید الدین انبالوی نے برہم ہو کر کہا: میں نے تم جیسے لوگوں کی ساری دلیلیں سن رکھی ہیں، مجھے معلوم ہے کہ کیا کہو گے۔

حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے صبر و تحمل سے فرمایا مولوی صاحب ! میرے چند سوالات ہیں آپ ان کا جواب دے دیجئے ، اس میں آپ کے سارے سوالوں کا جواب موجود ہے۔ (۱) بیوہ ماں کے حقوق بیٹے پر کیا ہیں ؟ مولوی سعید الدین نے تیز آواز میں کہا کہ میں غیر متعلق سوال کا جواب نہیں دوں گا۔

حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اچھا تم میرے سوالوں کا جواب نہ دیا سن تو لو! میں نے تمہاری باتوں کو تقریباً ڈیڑھ پونے دو گھنٹے تک سنا ہے، حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پر دیوبندی مولوی خاموش ہو گیا تو (۲) آپ نے دوسرا سوال کیا، کیا کسی سے قرض لے کر روپوش ہو جانا جائز ہے؟

(۳) کیا اپنے معذور بیٹے کی کفالت سے دست کش ہو کر اسے بھیک مانگنے کے لئے چھوڑا جا سکتا ہے؟

(۴) کیا حج بدل کا روپیہ کسی سے لے کر حج نہ کرنا جائز ہے؟

ابھی حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سوالات مکمل بھی نہیں کئے تھے کہ مولوی سعید الدین انبالوی دیوبندی حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں گر گیا، اور آپ کا قدم پکڑ کر کہنے لگا بس کیجئے حضرت مسئلہ حل ہو گیا ہے اور مجھے سارے سوالوں کے جواب مل گئے ہیں اور آج یہ بات میری سمجھ میں آ گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا۔

اس لئے کہ یہ چاروں عیب میرے ہی اندر موجود ہیں ، اور میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا، لیکن آپ کو سب خبر ہے۔ اسی وقت مولوی سعید الدین انبالوی دیوبندی نے نائب غوث اعظم حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور مرید ہو گئے ۔ (یادگار رضا، حضور مفتی اعظم نمبر ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۳، رضا اکیڈمی)

حضرات ! آپ نے سن لیا کہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روشن ضمیری کی کیا شان ہے، تو محبوب خدا، مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی غیب دانی کیا عالم ہو گا۔

بھٹکنے والوں کو دیتے تھے روشنی ہر دم
چراغ راہ ہدایت تھے مفتی اعظم

سلام اس پر جو نائب غوث اعظم اور مفتی اعظم تھا۔ سلام اس پر جو مجدد ابن مجدد تھا۔ سلام اس پر جو گفتار و کردار میں نمونۂ اسلاف تھا۔ سلام اس پر جس کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ سلام اس مصطفیٰ رضا پر جو عکس جمال احمد رضا تھا۔

ورق تمام ہوا، اور مدح باقی ہے
ایک سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے